سیرت امام علی بن موسیٰ الرضا المرتضیٰ و امام محمد بن علی التقی الجواد علیہما السلام

صاحب مقتل مقرم کے قلم سے

ووالد وما ولد

تالیف

مورخ آل اطہار

علامہ عبدالرزاق موسوی المقرم

ترجمہ

سید سبطین علی نقوی امروہوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۝

(احزاب:۳۳)

وَوَالِدٍ وَمَا وَلَدَ

(یعنی سیرت امام رضا و امام جواد علیہما السلام)

وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ

[اور قسم ہے باپ کی اور بیٹے کی] (جلد: ۳)

(یعنی سیرت امام رضاؑ و امام جوادؑ)

تالیف: آیت اللہ علامہ سید عبد الرزاق موسوی المقرمؒ

ترجمہ: سید سبطین علی نقوی امروہوی

maablib.org

نام کتاب: ووالد وما ولد؛ یعنی سیرت امام رضا و امام جواد علیہما السلام.

تالیف: آیت اللہ علامہ سید عبد الرزاق موسوی المقرمؒ.

ترجمہ وکمپوزنگ: سید سبطین علی نقوی امروہوی.

نظر ثانی: سید زین عباس زیدی. / تعداد: 500.

سال اشاعت: اگست 2019.

ہدیہ: ۳۸۰

Copyright © 2019 by DMF Publications
Sabil-e-Sakina Pakistan
All rights reserved. This book or any portion
thereof may not be reproduced or used in
manner whatsoever without the express written
permission of the publisher except for the
use of brief quotations in a book review.

ST-1/B, Block 6, Federal 'B' Area,
Karachi (75950) - Pakistan
+92 (0) 333 2000 464 +92 (0) 333 3589 401
Office No. 12, 2nd Floor, Empress Tower,
Empress Road, Lahore - Pakistan
+92 (0) 321 4664 333
www.ziaraat.com
webmaster@ziaraat.com fb.com/ziaraatdotcom
whatsapp online bookstore
+92 (0) 348 8640 778

انتساب

امامت کے نویں تاجدار، باب المراد، ابن
الرضا، محمد بن علی التقی الجواد علیہما السلام کے
نام

maablib.org

حرف مترجم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی ابی القاسم المصطفی محمد و آلہ الطیبین الطاہرین. ولعنۃ اللہ علی اعدائہم اجمعین.

خداوند متعال اپنی بے مثال کتاب اور لازوال کلام میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾[1]

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت میں تمہارے لیے بہترین نمونہ عمل ہے۔

اس آیت کے مطابق تمام مسلمین پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پر چلنا اور ان کے اعمال کی تاسی کرنا لازم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں ظاہری حیات کے ۶۳ سال گزار کر دارالبقاء کی جانب کوچ فرما گئے۔ ان میں سے ۲۳ سال شریعت کی تبلیغ و تبیین سے متعلق رہے۔ اس مختصر سے عرصے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت اسلامیہ کو اپنے کردار، اعمال اور رفتار سے بہت کچھ سکھا گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے بعد امت کی ہدایت کی فکر تھی لہذا جانے سے پہلے اس اہم کام کا بندوبست اپنے بعد معصوم ہستیوں کا تعارف کروانے کی صورت میں فرما کر گئے۔ بعد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصوم کی ضرورت فقط اس لیے نہیں تھی کہ وہ امت کو یہ بتائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کر کے گئے ہیں بلکہ

---

[1] الاحزاب:۲۱

اس لیے بھی تھی کہ دنیا دیکھ لے کہ اگر اس وقت رسول ﷺ ہوتے تو وہ کیا کرتے۔ لہذا وہ معصوم ہستیاں جنہیں رسول اللہ ﷺ اپنے بعد چھوڑ کر گئے وہ دراصل اس آیت کی تفسیر و مصادیق میں شامل ہیں۔ یعنی جو کچھ انہوں نے اپنے کردار و رفتار سے ظاہر کیا اس کی تاسی کرنا بھی ہم پر ویسے ہی لازم ہے جس طرح رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنا لازم ہے اور جس طرح رسول اللہ ﷺ ہمارے لیے نمونہ عمل ہیں ویسے ہی یہ معصوم ہستیاں بھی ہمارے لیے اسوہ حسنہ ہیں۔

یوں تو سیرت معصومینؑ پر سینکڑوں کتب تالیف کی گئیں ہیں؛ ان میں سے بعض میں تفصیل جبکہ بعض میں اختصار ملحوظ رکھا گیا ہے۔ لیکن آیت اللہ سید عبد الرزاق مقرمؒ کا قلم سیرت و تاریخ اہلبیتؑ کے بیان میں ایک خاص روانی کا حامل ہے۔ زیر نظر کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں سید جلیل نے امام رضاؑ اور امام جوادؑ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ دونوں کتب مستقلاً مطبوعہ ہوئی تھیں لیکن ہم نے اس غرض سے کہ قارئین کو مالی وسائل کم خرچ کرنا پڑیں انہیں ایک جلد میں جمع کر دیا ہے۔ کتاب کا عنوان بھی مترجم کی جانب سے چنا گیا ہے۔

ہماری سعی سلیس اور بامحاورہ ترجمہ پیش کرنے کی رہی ہے۔ اس بات کی جانب اشارہ کرنا لازم سمجھتے ہیں کہ سید مقرم اپنی کتب میں جابجا عربی اشعار نقل کرتے ہیں، چونکہ یہ اشعار اردو دان طبقے سے متعلق نہیں اور انہیں اس سے کوئی فائدہ بھی نہیں ہو گا لہذا نقل کیے گئے اشعار ترجمے میں حذف کر دیے گئے ہیں البتہ جہاں لازم سمجھا گیا ہے اور جس مقام پر اشعار تاریخی سند کے طور پر نقل کیے گئے ہیں وہاں انہیں نقل کر

کے اس کا ترجمہ پیش کرنے سے اعراض نہیں برتا گیا۔ امید ہے کہ یہ کتاب تشنگان معرفت اہلبیتؑ کی پیاس بجھانے میں مددگار ثابت ہوگی۔

سید سبطین علی نقوی امروہوی

maablib.org

سیرت امام علی بن موسیٰ الرضا المرتضیٰ علیہما السلام

maablib.org

مقدمہ مؤلف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، وعترتہ المعصومین المظلومین صلوات اللہ وسلامہ علیہم.

۱۔ شاہ عبد العظیم حسنی امام نقیؑ سے روایت کرتے ہیں: إِنَّمَا اتَّخَذَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلاً لِكَثْرَةِ صَلَاتِهِ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَهْلِ بَيْتِهِ ص.[1] خدا نے جناب ابراہیمؑ کو محمد و آل محمد ﷺ پر کثرت سے صلوات بھیجنے کی وجہ سے اپنا خلیل بنایا۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: مَنْ نَسِيَ الصَّلَاةَ عَلَيَّ فَقَدْ أَخْطَأَ طَرِيقَ الْجَنَّةِ.[2] جو بھی محمد و آل محمد ﷺ پر (دنیا میں) صلوات بھیجنا بھول جائے وہ راہ بہشت کھو دے گا۔

۲۔ امام صادقؑ سے روایت ہے: خدا نے ہمیں اپنے نور سے خلق کیا، ہم اس کے عرش کے گرد اس کی تسبیح و تقدیس بیان کرتے، جب خدا نے ملائکہ کو خلق کیا تو انہیں

---

[1] [علل الشرائع: ج۱، ص34.] مؤلف نے حدیث امام حسن عسکریؑ سے نقل کی ہے جبکہ علل میں یہ امام نقیؑ سے ہے، نیز شاہ عبد العظیم امام حسن عسکریؑ سے روایت کر بھی نہیں سکتے کیونکہ ان دونوں کے طبقات مختلف ہیں. یہ بھی عرض کرتے چلیں کہ مؤلف نے حدیث بالمعنی نقل کرتے ہوئے اپنے الفاظ استعمال کیے تھے ہم نے اصل عبارت کے ساتھ نقل کی ہے. (مترجم)

[2] یہ حدیث امام جعفرؑ نے امام علیؑ کے توسط سے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے، جو ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے. مؤلف نے اسے پچھلی حدیث کے ساتھ ہی رقم کر دیا تھا، ہم نے جداگانہ رقم کیا ہے. من لا یحضرہ الفقیہ: ج۴، ص ۳۷۳.

اپنی تسبیح کا حکم دیا۔ انہوں نے کہا: بار الٰہی ہم تسبیح کرنا نہیں جانتے، اس وقت خدا نے ہمیں حکم دیا کہ ہم تسبیح کریں، فرشتوں نے ہماری تعلیم سے خدا کی تسبیح کی۔ اس کے بعد خدا نے ہمارے شیعوں کو اس نور سے کم تر درجات کے نور سے خلق کیا، جب روز قیامت آئے گا تو یہ کمتر نور اس برتر نور سے ملحق ہو جائے گا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنی شہادت اور اس کے ساتھ والی انگلی ملا کر فرمایا: ان دو کی طرح ایک دوسرے سے مل جائیں گے۔[1]

۳۔ امام معصوم کی تخلیق کے حوالے سے نقل ہوا ہے: إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِذَا أَحَبَّ أَنْ يَخْلُقَ الْإِمَامَ أَمَرَ مَلَكاً أَنْ يَأْخُذَ شَرْبَةً مِنْ مَاءٍ تَحْتَ الْعَرْشِ فَيَسْقِيهَا إِيَّاهُ فَمِنْ ذَلِكَ يَخْلُقُ الْإِمَامَ وَيَمْكُثُ أَرْبَعِينَ يَوْماً وَلَيْلَةً فِي بَطْنِ أُمِّهِ لَا يَسْمَعُ الصَّوْتَ ثُمَّ يَسْمَعُ بَعْدَ ذَلِكَ الْكَلَامَ فَإِذَا وُلِدَ بَعَثَ ذَلِكَ الْمَلَكَ فَيَكْتُبُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقاً وَعَدْلاً لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ فَإِذَا مَضَى الْإِمَامُ الَّذِي كَانَ مِنْ قَبْلِهِ رَفَعَ لِهَذَا مَنَاراً مِنْ نُورٍ يَنْظُرُ بِهِ إِلَى أَعْمَالِ الْخَلَائِقِ...[2] جب خدا امام کے بدن کو خلق کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو ایک فرشتے کو حکم دیتا ہے کہ زیر عرش سے پانی اٹھا لائے اور اسے امام کے والد کو پلا دے، وہ امام کے نطفے کو اس پانی سے خلق کرتا ہے۔ ماں کے

---

[1] یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ جو مؤلف نے نقل کیے ہیں ہمیں مجامیع روایت میں نہیں ملی البتہ اس کا مفہوم کئی احادیث سے مستفاد ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف نے مختلف احادیث بالمعنی نقل فرمائی ہیں۔ (مترجم)

[2] بصائر الدرجات: ج ۱، ص ۴۳۲؛ الکافی: ج ۱، ص ۳۸۷۔

رحم میں نطفے کے منتقل ہونے کے بعد یہ ماں کے رحم میں چالیس دن تک رہتا ہے، اور اس حال میں کوئی صدا نہیں سنتا اور اس کے بعد تمام باتیں سنتا ہے۔ ولادت کے بعد خدا اس فرشتے کو دوبارہ حکم دیتا ہے کہ اس کی دو آنکھوں کے درمیان لکھے: تمام ہوا تیرا رب کا کلمہ صدق و عدل کے ساتھ خدا اپنے کلمات میں تبدیلی نہیں کرتا وہ سننے والا جاننے والا ہے" اس کے بعد وہ اس کے لیے ایک ستون قائم کر دیتا ہے تاکہ وہ اس میں انسانوں کے اعمال دیکھے۔

ولادت امام علی بن موسی الرضا علیہ السلام

محل و زمان ولادت

امام ابو الحسن علی بن موسی بن جعفر الرضاؑ ۱۱ ذی القعدہ کی شب ۱۵۳ ہجری میں اپنے جد بزرگوار امام صادقؑ کی شہادت کے پانچ سال بعد شہر مدینہ میں متولد ہوئے اور اس شہر کو اپنے قدموں سے منور فرمایا۔[1]

امام کی والدہ ماجدہ

امام کی والدہ ماجدہ، کنیز تھیں، ان کا نام تکتم، لقب نجمہ اور کنیت ام البنین تھی۔ وہ شرفائے عجم میں سے تھیں۔ اس زمانے کے ایک شاعر صولی کا کہنا ہے:

الا ان خیر الناس اما و والدا   و رھطا و اجدادا علی المعظم
اتتا بہ للعلم و الحکم ثامنا   اماما یودی حجۃ اللہ تکتم

بے شک ماں باپ اور خاندان کی نسبت سے علی سب سے بہتر و باعظمت ہیں، تکتم خدا کی آٹھویں حجت اور امام علم و حلم کو ہمارے لیے دنیا میں لائیں ہیں۔[2]

امام موسیٰ کاظمؑ نے بی بی کو اپنی والدہ جناب حمیدہ خاتون کے لیے مراکش کے ایک رہنے والے سے خرید اتھا۔ اس کی روداد یہ ہے کہ:

اس مغربی شخص نے امام کے سامنے نو کنیزیں پیش کیں۔ امام نے ان کی جانب التفات نہیں فرمایا اور دیگر کنیز کا تقاضا فرمایا، اس شخص نے ایک بیمار کنیز کا نام لیا لیکن

---

[1] اعلام الوریٰ: ص ۱۸۲؛ کشف الغمۃ: ص ۲۷۲.

[2] عیون اخبار الرضا: ص ۱۱.

اسے پیش کرنے سے اعراض برتا، لہذا امام منصرف ہو کر گھر تشریف لے آئے۔ دوسرے دن ہشام بن حمران کو مامور فرمایا کہ اس بیمار کنیز کو ہی بنا قیمت کم کروائے خرید لائیں اور مالک جو ۸۰ دینار مانگ رہا ہے اسے دے دیں۔ ہشام اس کے پاس گئے اور کنیز خریدنے کا تقاضا کیا لیکن مالک نے بیچنے سے انکار کر دیا اور کہا: میں اس صورت میں اس کنیز کو فروخت کرونگا جب تو اس شخص کا تعارف کرواجو کل تیرے ساتھ تھا۔ ہشام نے کہا: وہ بنی ہاشم میں سے ہیں، اس کے علاوہ ہشام نے کچھ نہ کہا۔ اس وقت اس شخص نے کہا: میں نے اس کنیز کو مراکش کے دور دراز علاقے سے اپنے لیے خریدا تھا، میری ایک اہل کتاب خاتون سے ملاقات ہوئی تو اس نے چاہا کہ میں اس کنیز کو اسے فروخت کر دوں۔ میں نے اس سے کہا: اسے میں نے اپنے لیے خریدا ہے۔ اس نے کہا: یہ تیرے لیے نہیں ہے بلکہ یہ اس زمین پر بہترین شخص کے لیے ہے۔[1] تاکہ اس کے یہاں ایک بیٹا پیدا ہو جس کے شرق و غرب فرمابردار ہوں گے۔ یہ کنیز باکرہ تھی۔[2]

جب امام موسیٰ کاظمؑ نے اس کنیز کو خریدا، اپنے اصحاب کو جمع کیا اور فرمایا کہ انہوں نے اس کنیز کو خدا کے حکم سے خریدا ہے۔ اور جب امام سے سوال ہوا (کہ یہ حکم خدا کیسے اخذ) کیا گیا؟ تو جواب میں امام نے فرمایا:

بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ إِذْ أَتَانِي جَدِّي وَأَبِي، وَمَعَهُمَا شُقَّةُ حَرِيرٍ. فَنَشَرَاهَا، فَإِذَا قَمِيصٌ وَ فِيهِ صُورَةُ هَذِهِ الْجَارِيَةِ. فَقَالَا: يَا مُوسَى، لَيَكُونَنَّ لَكَ مِنْ هَذِهِ الْجَارِيَةِ خَيْرُ أَهْلِ

---

[1] اثبات الوصیہ، مسعودی: ص ۱۶۸، طبع نجف۔

[2] عیون اخبار الرضا: ص ۱۳ و ۱۴۔

الْأَرْضِ. ثُمَّ أَمَرَانِي إِذَا وَلَدَتْهُ أَنْ أُسَمِّيَهُ عَلِيّاً وَ قَالَا: إِنَّ اللهَ (عَزَّ وَ جَلَّ) سَيُظْهِرُ بِهِ الْعَدْلَ وَ الرَّأْفَةَ وَ الرَّحْمَةَ. طُوبَى لِمَنْ صَدَّقَهُ. وَ وَيْلٌ لِمَنْ عَادَاهُ وَ كَذَّبَهُ وَ عَانَدَهُ [1].

میں نے عالم خواب میں دیکھا کہ میرے جد رسول اللہ ﷺ اور والد محترمؑ میرے پاس تشریف لائیں ہیں۔ ان دونوں کے پاس حریر کا ایک پارچہ تھا، انہوں نے اسے کھولا تو درمیان سے ایک پیراہن نکلا جس میں اس کنیز کی تصویر تھی۔ مجھ سے فرمایا: اے موسیٰؑ بے شک یہ کنیز جو زمین پر بہترین انسانوں میں سے ہے تجھے نصیب ہوئی۔ اس کے بعد مجھے حکم دیا کہ (اس سے متولد ہونے والے پسر کا نام) علی رکھوں۔ پھر فرمایا: خدا اس کے ذریعے سے عدالت ورافت آشکار فرمائے گا، خوشا بحال ہیں وہ جو اس کی تصدیق کریں اور وائے ہو ان پر جو اس سے دشمنی کریں اور اس کا انکار کریں۔

امام کی والدہ گرامی کے فضائل

نجمہؑ عقل، دیانت، تقویٰ اور ادب میں تمام خواتین سے افضل تھیں۔ حمیدہ خاتون کو بخشے جانے کے بعد وہ ان کے ادب و احترام کی خاطر کبھی بھی ان کے سامنے زمین پر نہ بیٹھیں۔ کیونکہ حمیدہ خاتون امام کاظمؑ کی والدہ ماجدہ تھیں۔ وہ امام جو کائنات کی پیدائش کی علت اور مدار ہستی ہیں۔ حمیدہ خاتون جناب نجمہؑ سے جو بھی عجائبات

---

[1] إثبات الوصية: ١٧٠، عيون أخبار الرضا (عليه السلام) ١: ١٧ / ٣، الإرشاد: ٣٠٧، آمالي الطوسي ٢: ٣٣١، عيون المعجزات: ١٠٦، الخرائج والجرائح ٢: ٦٥٣ / ٦، كشف الغمة ٦: ٢٧٣، حلية الأبرار ٢: ٢٩٦.

[2] اعلام الوریٰ: ص ١٨٢.

دیکھتیں انہیں اپنے بیٹے امام موسیٰ کاظمؑ کے سامنے بیان کرتیں، وہ بیٹا جو انساب اور نسلوں کی پاکیزگی کا عالم تھا اور جانتا تھا کہ نور الٰہی ودیعت کرنے کی قابلیت کس میں پائی جاتی ہے۔ حمیدہ خاتون کہتی ہیں:

مجھے اس کی طہارت اور اس کی نسل کی پاکیزگی میں کسی قسم کا کوئی شک و شبہ نہیں۔ میں نے اسے تجھے بخشا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا، وہ مجھ سے فرما رہے تھے: اے حمیدہ! نجمہ کو اپنے بیٹے موسیٰؑ کو بخش دے! بے شک وہ اس کے لیے ایک بیٹے کو جنم دے گی جو زمین میں موجود انسانوں میں بہترین ہوگا۔[1]

ولادت

جب جناب نجمہ امید سے تھیں تو نہ فقط یہ کہ انہیں حمل کی سنگینی محسوس نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ اپنے بیٹے کی تسبیح و تحمید و تہلیل کی آوازیں سنا کرتی تھیں۔ جب امام دنیا میں تشریف لائے تو انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ والدہ پر رکھ کر سہارا لیا اور سر آسمان کی جانب بلند کر کے زبان پر شہادتین جاری کیں۔ آپ نے وحدانیت خدا، اپنے جد بزرگوار رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور ان کے اوصیاء کی خلافت و امامت کی گواہی دی۔

ائمہ کی ولادت کے سلسلے میں (خدا کی) سنت جاریہ یہ رہی ہے کہ وہ سب دنیا میں مختون اور ناف بریدہ تشریف لاتے ہیں۔ امام موسیٰ کاظمؑ نجمہ خاتون کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: هَنِيئاً لَكِ يَا نَجْمَةُ كَرَامَةُ رَبِّكِ. اے نجمہ تجھے خدا کی ملنے والی

---

[1] کشف الغمہ: ص ۲۷۳۔

کرامت کی مبارک ہو۔

اس کے بعد امام نے اپنے بیٹے کو گود میں لیا، داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی، امام کا گلہ آب فرات سے اٹھایا اور نجمہ خاتون کو دیتے ہوئے فرمایا:

خذیہ فإنّہ بقیّۃ اللہ تعالی فی أرضہ.

اسے لو بے شک یہ خدا کی زمین میں بقیۃ اللہ ہے۔[1]

نام، لقب اور کنیت

امام موسیٰ کاظمؑ نے خدا کے اس امر سے جو اس نے جبرائیل کے ذریعے رسول اللہ ﷺ تک پہنچایا تھا، مولود کا نام علی، لقب رضاؑ،[2] اور کنیت ابوالحسن رکھی۔ اس بنا پر جو افراد یہ گمان کرتے تھے کہ مامون کی بیعت ہو جانے کے بعد امام کو رضا کا لقب دیا گیا، تو ان کا یہ سوچنا درست نہیں۔ امام تقیؑ سے کہا گیا: کیا ایسا نہیں کہ آپ کے اجداد میں سے ہر ایک ہی خدا اور اس کے رسول کی رضا پر راضی ہے، پھر یہ لقب آپ کے والد سے مخصوص کیوں ہوا؟ امام نے فرمایا:

لأنّہ رضي بہ المخالفون من أعدائہ کما رضي الموافقون من أولیائہ ولم یکن ذلک لأحد من آبائہ ع.

مخالفین بھی ان کے امر امامت پر راضی ہو گئے ویسے ہی جیسے ان کے موافقین ان کی امامت سے راضی تھے اور یہ امر ان سے پہلے کسی امام کے لیے اتفاق پذیر نہیں ہوا

---

[1] عیون اخبار الرضا: ص ۱۴.

[2] کفایۃ الاثر: ص ۳۰۶، حدیث جابر اور ص ۳۱۲ پر حدیث عائشہ.

تھا۔[1]

یہ استدلال یا تو سوال کرنے والے کے فہم وادراک کو مد نظر رکھتے ہوئے اسے قانع کرنے کے لیے تھا اور یا پھر امام کا لقب رضا رکھنے کے سلسلے میں اسرار الٰہی میں سے ایک کے بیان کے لیے۔ ورنہ حدیث لوح میں جو ایک صحیفے کی صورت میں آسمان سے نازل ہوئی تھی، خدا کی جانب سے اس میں تمام ائمہ کے القاب ان کے اسماء کی طرح پہلے سے انتخاب شدہ تھے۔ اس خدا کی جانب سے جس نے ان ائمہ میں ملکہ عصمت رکھا ہے۔

۱علل الشرائع: ص۹۰، باب ۱۷۲.

امام رضاؑ کی امامت پر نص

شیخ عبدالمحسن صوری کہتے ہیں:

آل النبی هم النبی و انما بالوحی فرق بینهم فتفرقوا
ابت الامامة ان تلیق بغیرهم ان الرسالة بالامامة الیق[1]

ترجمہ: آل رسول ﷺ بھی رسول جیسے ہی ہیں، ان میں اور رسول ﷺ میں فقط وحی (تشریعی) کا فرق ہے۔ امامت نے ان کے غیر سے تعلق رکھنا روا نہیں رکھا۔ بے شک سزاوار یہی ہے کہ رسالت امامت سے پیوست رہے۔

شیخ مفیدؒ کہتے ہیں: امام موسیٰ کاظمؑ کے بعد امام، ان کے بیٹے علیؑ ہیں کیونکہ وہ امام موسیٰ کاظمؑ کے تمام خاندان سے افضل تھے ان کے علم، حلم، تقویٰ وغیرہ جیسے کمالات سب پر آشکار تھے اور شیعہ سنی اس امر میں اتفاق رکھتے تھے۔[2]

یہ پہچان اس وقت اور بڑھ گئی جب امام کاظمؑ نے اپنے اصحاب کو یہ گواہی دینے کا حکم دیا کہ علیؑ ان کے بیٹوں میں سب سے افضل، ان کے وصی و جانشین اور لوگوں پر ان کے بعد خدا کی حجت ہیں۔ اور ان کی شان و منزلت ویسی ہی ہے جیسے امام موسیٰ کاظمؑ کی ان کے والد بزرگوار کے سامنے تھی۔ (یہ وہ ذریت ہے) جو ایک دوسرے کی نسل سے ہیں۔ جو بھی ان کی اطاعت کرے گا کامیاب ہو گا اور جو بھی ان کی نافرمانی کرے گا کافر ہو جائے گا۔ اصحاب خاص کے علاوہ مدینے کی مشہور و ممتاز شخصیات میں

---

[1] مناقب ابن شہر آشوب: ج۱، ص۸۷۱ [ج۱، ص۲۵۴]

[2] ارشاد شیخ مفید۔

سے ساٹھ افراد نے اس بات کی شہادت دی۔[1]

اس کے بعد امام کاظمؑ نے اولاد علیؑ و بتولؑ میں سے سترہ افراد کو جمع کیا اور ان سے گواہی لی کہ ان کے بیٹے علیؑ ان کی زندگی میں ان کے وکیل اور ان کے بعد لوگوں پر خدا کی حجت ہیں اور وہ جس طرح سے بہتر جانیں امیر المومنینؑ اور بقیہ ائمہ معصومین کے وصایا اور سفارشات میں دخل دیں اور تصرف فرمائیں۔

اگر وہ اپنے رشتے داروں، کنیزوں اور غلاموں میں رشد و کمال دیکھیں تو انہیں اختیار حاصل ہے کہ انہیں رہنے دیں یا فروخت فرمائیں یا کسی کو بخش دیں یا انہیں یا کسی اور کو صدقہ دیں نیز صدقات سے متعلق مسائل میں کوئی ان کی مخالفت نہ کرے۔

اگر ان کے بھائیوں میں سے کوئی ان کی کسی بہن کا کسی سے نکاح کرنا چاہے تو وہ امام علی رضاؑ کی اجازت کے بغیر یہ کام نہیں کر سکتا کیونکہ وہ شادی کے حوالے سے موجود مصلحتوں سے کامل طور پر آشنا ہیں۔

ایسے ہی اپنی ازواج[2] سے متعلق امور بھی امام کاظمؑ نے امام رضاؑ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] عیون اخبار الرضاؑ: ص۱۸.

[2] کلینی اصول کافی (در حاشیہ مرآۃ العقول: ج۱، ص۲۸۶) میں نقل کرتے ہیں: امام رضاؑ نے ام فروہ بنت اسحاق کو جو امام کے والد کی زوجہ تھیں امام موسیٰ کاظمؑ کی شہادت کے ایک دن بعد طلاق دے دی تھی. علامہ مجلسی کہتے ہیں: طلاق فوت ہونے کی خبر کے ساتھ ہی واقع ہو گئی تھی لہٰذا طلاق دینے کی ضرورت نہیں تھی. وہ یہ بھی کہتے ہیں: ائمہ کی ازواج نبی کی ازواج کی طرح

جو سلطان یا حاکم بھی کوئی چیز فاش کرے یا ان کے درمیان اور جو کچھ کہا گیا ہے اس میں کوئی مانع ایجاد کرے، تو خدا اور اس کا رسول اس سے بیزار ہیں، اس پر خدا، اس کے مقرب فرشتوں، انبیاء و رسل اور مومنین کی لعنت ہو۔

کوئی شخص بھی اس وصیت کو آشکار کرنے اور اس پر عمل کرنے کی راہ میں حائل ہونے کا حق نہیں رکھتا۔ جو کوئی بھی بدی کرے گا، اس نے اپنا نقصان کیا اور جو کوئی بھی نیکی کرے گا اس نے اپنا فائدہ کیا اور تیرا رب بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ میں خدا کو اس مطلب پر گواہ بناتا ہوں۔[1]

یزید بن سلیط کی روایت میں آیا ہے کہ ابوالحسن اول امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا: إِنِّي أُوخَذُ فِي هَذِهِ السَّنَةِ وَ الْأَمْرُ إِلَى ابْنِي عَلِيٍّ سَمِيِّ عَلِيٍّ وَ عَلِيٍّ فَأَمَّا عَلِيٌّ الْأَوَّلُ فَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَ أَمَّا عَلِيٌّ الْآخِرُ فَعَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ ص أُعْطِيَ فَهْمَ الْأَوَّلِ وَ حِلْمَهُ وَ نَصْرَهُ وَ وَرَعَهُ وَ وِدَّهُ وَ دِينَهُ وَ مِحْنَةَ الْآخِرِ وَ صَبْرَهُ عَلَى مَا يَكْرَهُ.[2] مجھے اس سال شہید کر دیا جائے گا۔ یہ منصب امامت میرے بیٹے علیؑ کو دیا جائے گا جو دو علیؑ نام رکھنے والوں کا ہمنام ہو گا؛ پہلے علیؑ، علی بن ابی طالبؑ ہیں اور دوسرے علیؑ، علی بن الحسینؑ۔ میرے بیٹے کو علی بن ابی طالبؑ کا علم، فہم، حلم، دوستی، محبت، تقویٰ اور دین جبکہ علی بن الحسینؑ کی سختیاں،

ہیں اور ان کے لیے کسی دوسرے سے شادی کا امکان نہیں ہے، مگر یہ کہ یا تو طلاق لے لیں یا اس حرمت سے باہر آجائیں ویسے ہی جیسے امیرالمومنینؑ نے عائشہ کے ساتھ کیا۔

[1] عیون اخبار الرضا: ص ۲۱.

[2] الارشاد: ج ۲، ص ۲۵۲؛ [الکافی: ج ۱، ص ۳۱۵]

مصیبتیں اور مشکلات پر صبر عطا ہوا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا: فَاجْمَعْ وُلْدَكَ وَأَشْهِدِ اللهَ عَلَيْهِمْ جَمِيعاً وَكَفىٰ بِاللهِ شَهِيداً.[1] میں اسے اپنا وصی قرار دوں اور اپنے بچوں کو جمع کر کے اس بات پر گواہ بناؤں اور خدا بطور شاہد کافی ہے۔

اس کے بعد امام نے سب کو رسول اللہ ﷺ کی قبر کے پاس جمع کیا، امام علی رضا کا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں تھا، آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟ سب نے کہا آپ ہمارے سید و سردار ہیں۔ فرمایا: میرا نام و نسب بتاؤ! عرض کی: آپ موسیٰ بن جعفرؑ ہیں۔ فرمایا: یہ جو میرے ساتھ کھڑا ہے کون ہے؟ عرض کی: علی بن موسیٰ بن جعفرؑ۔ فرمایا: گواہ رہو اور گواہی دو کہ یہ میری زندگی میں میرا وکیل ہے اور میرے بعد میرا جانشین ہوگا۔[2]

میری گردن پر جس کسی کا بھی لینا دینا ہو وہ میرے اس بیٹے سے رجوع کرے اور میں نے جس سے بھی کوئی وعدہ کر رکھا ہے اس کا پورا کرنے والا بھی میرا یہی بیٹا ہے اور جو کوئی بھی مجھ سے ملاقات کا خواہشمند ہے (تو سن لے کہ) اس کے نامے کے بغیر مجھ سے ملاقات ممکن نہیں۔[3]

امام اپنے بچوں سے فرمایا کرتے تھے: هٰذَا أَخُوكُمْ عَلِيُّ بْنُ مُوسَى عَالِمُ آلِ مُحَمَّدٍ

---

[1] عیون اخبار الرضا: ص ۱۷ [ج ۱، ص ۲۵]

[2] ایضا۔

[3] اعلام الوریٰ: ص ۱۸۳۔

فَسَلُوهُ عَنْ أَدْيَانِكُمْ وَ احْفَظُوا مَا يَقُولُ لَكُمْ فَإِنِّي سَمِعْتُ أَبِي جَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ ع يَقُولُ لِي إِنَّ عَالِمَ آلِ مُحَمَّدٍ لَفِي صُلْبِكَ وَ لَيْتَنِي أَدْرَكْتُهُ فَإِنَّهُ سَمِيُّ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ.[1] یہ تمہارا بھائی علی رضاؑ ہے جو عالم آل محمد علیہم السلام ہے، اپنے دینی مسائل اس سے دریافت کرو بے شک میرے والد جعفر بن محمدؑ نے مجھ سے بارہا فرمایا: عالم آل محمد علیہم السلام تیرے صلب میں ہے اے کاش میں اس سے ملاقات کر پاتا۔ وہ امیر المومنین علی بن ابی طالب کا ہمنام ہو گا۔

امام کاظمؑ نے علی بن یقطینؒ سے فرمایا: يَا عَلِيُّ صَاحِبُكَ يَقْتُلُنِي. تیرا ہم نشین (ہارون) مجھے قتل کرے گا۔ علی بن یقطین گریہ کرنے لگے اور عرض کی: کیا میں اس کے ساتھ اس میں شریک ہونگا؟ امام نے فرمایا: تو اس کے ساتھ شریک نہیں ہو گا نہ میرے قتل کا گواہ ہو گا۔ اس کے بعد ابن یقطین نے پوچھا: اے میرے مولا آپ کے بعد امام کون ہو گا؟ امام نے فرمایا: ابْنِي هَذَا هُوَ خَيْرُ مَنْ أُخَلِّفُ بَعْدِي هُوَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ أَبِي هُوَ لِشِيعَتِي عِنْدَهُ عِلْمُ مَا يَحْتَاجُونَ إِلَيْهِ سَيِّدٌ فِي الدُّنْيَا وَ سَيِّدٌ فِي الْآخِرَةِ وَ إِنَّهُ لَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ.[2] میرے بعد میرا بیٹا علیؑ وہ بہترین انسان ہے جو میرا خلیفہ اور امام ہو گا۔ اسے مجھ سے وہی نسبت ہے جو مجھے میرے والد سے حاصل تھی۔ لوگوں کو جس چیز کی ضرورت ہے اس کا علم اس کے پاس ہے۔ وہ دنیا و آخرت میں سید و سردار اور مقربین بارگاہ الٰہی میں سے ہے۔

علی بن جعفر کہتے ہیں: میں اپنے بھائی امام کاظمؑ کی خدمت میں تھا جو میرے والد

---

[1] کشف الغمہ: ص ۲۷۴ [ج ۱، ص ۳۱۷]؛ اعلام الوریٰ: ص ۳۲۸]

[2] الغیبہ: ص ۳۱ [ص ۴۲].

کے بعد خدا کی حجت تھے۔ ناگہاں امام علی رضاؑ تشریف لائے۔ میرے بھائی نے مجھ سے فرمایا: يَا عَلِيُّ هَذَا صَاحِبُكَ وَهُوَ مِنِّي بِمَنْزِلَتِي مِنْ أَبِي فَثَبَّتَكَ اللهُ عَلَى دِينِهِ... اے علیؑ یہ تمہارا صاحب (امام) ہے اسے مجھ سے وہی نسبت ہے جو مجھے میرے بابا سے تھی۔ خدا تجھے اس کے دین اور حمایت میں ثابت قدم رکھے۔

میں یہ سوچ کر رونے لگا کہ میرے بھائی مجھے اپنی موت کی خبر دے رہے ہیں۔

اس وقت امام کاظمؑ نے فرمایا: يَا عَلِيُّ لَا بُدَّ مِنْ أَنْ تَمْضِيَ مَقَادِيرُ اللهِ فِيَّ وَلِي بِرَسُولِ اللهِ ص أُسْوَةٌ وَبِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ ع.[1] اے علیؑ ہمارے لیے جو خدا نے مقرر کر دیا ہے ہم اسی پر چلتے ہیں، رسول اللہ ﷺ، امیر المومنینؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کی زندگی میرے لیے اسوہ ہے۔

یہ واقعہ ہارون رشید کی جانب سے امام کو دوسری بار قید کرنے سے تین دن پہلے کا ہے۔

[1] ایضا: ص ۳۷ [ص ۲۶]

معجزات امام علی بن موسیٰ الرضاؑ

ہر زمانے میں امام اور حجت خدا کی پہچان کے لیے دو راہیں موجود ہیں:

الف) امام سابق کی جانب سے بعد والے امام کے لیے اس کی امامت پر تصریح اور روشن بیان؛

ب) اس سے معجزات خارق العادت کا صادر ہونا۔

ہم جانتے ہیں کہ انسان خضوع قلبی، اطمینان حاصل کرنے اور اعتماد کرنے میں مختلف درجات کے حامل ہیں۔ ان میں سے بعض کے لیے امام کے لیے صادر ہونے والی نص کافی ہوتی ہے اور بعض معجزات کے سامنے ہی تسلیم ہوتے ہیں۔ البتہ یہ امر بدیہی ہے کہ اگر بعض افراد تک امام کا صریح حکم نہ پہنچا ہو یا ان کے لیے استدلال کے ذریعے سے قلبی قبولیت کا سلسلہ فراہم نہ ہو سکے تو معجزات امام کی پہچان و معرفت کی جانب ہدایت کر سکتے ہیں۔ لہٰذا خدا نے اپنے بندوں پر از راہ لطف ہر امام اور حجت کی پہچان کے لیے دونوں راہیں رکھی ہیں تاکہ جو ہدایت کے متلاشی ہیں وہ ان میں سے ایک یا دونوں کے ذریعے سے ہدایت پا سکیں۔ گزشتہ حصے میں امام کی امامت پر موجود نصوص کے حوالے سے گزارشات پیش کی گئی تھیں اس حصے میں ہم امام کے بعض معجزات کی جانب اشارہ کرتے ہیں:

پہلا معجزہ: وہ صاحب دولت و ثروت ہونے والا ہے!

حسین بن امام موسیٰ کاظمؑ کہتے ہیں: میں بنی ہاشم کے کچھ جوانوں کے ساتھ امام رضاؑ کی خدمت میں موجود تھا۔ اسی اثنا میں جعفر بن عمر بن حسین بن علی بن الحسین

بن علی بن ابی طالبؑ ہمارے پاس سے گزرے۔ ان کی حالت اس قدر عجیب تھی کہ ہمیں ان پر ہنسی آگئی۔ امام رضاؑ نے ہم سے فرمایا: لَتَرَوْنَهُ عَنْ قَرِيبٍ كَثِيرَ الْمَالِ كَثِيرَ التَّبَعِ. تم دیکھو گے بہت جلد وہ صاحب مال و ثروت ہو جائے گا اور اسے کثیر ملازم نصیب ہونے والے ہیں۔

اس واقعے کو ایک ماہ نہ گزرا تھا کہ وہ والی مدینہ ہو گئے، ان کے مالی حالات اچھے ہو گئے اور وہ بہت سے غلاموں اور خدمتگزاروں کے ساتھ ہمارے پاس سے گزرا۔[1]

دوسرا معجزہ: کیا پیراہن نہیں چاہیے؟

ریان بن صلت عراق واپس جانے کے لیے امام رضاؑ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تاکہ ان سے رخصت ہولیں۔ وہ امام سے ایک پیراہن کا تقاضا کرنا چاہتے تھے تاکہ اسے بطور کفن استعمال کریں اور ساتھ ہی ان سے کچھ درہم کا مطالبہ کریں تاکہ اپنی بیٹیوں کے لیے کچھ انگوٹھیاں مہیا کریں۔ لیکن جب وہ امام سے وداع ہونے لگے تو گریہ اور غم نے انہیں آلیا اور وہ امام سے ان خواہشات کے بارے میں کہنا بھول گئے اور وہاں سے باہر نکل آئے۔ امام نے انہیں واپس بلا کر فرمایا: أَمَا تُحِبُّ أَنْ أَدْفَعَ إِلَيْكَ قَمِيصاً مِنْ ثِيَابِ جَسَدِي تُكَفَّنُ فِيهِ إِذَا فَنِيَ أَجَلُكَ أَوَ مَا تُحِبُّ أَنْ أَدْفَعَ إِلَيْكَ دَرَاهِمَ تَصُوغُ بِهَا لِبَنَاتِكَ خَوَاتِيمَ. کیا تو نہیں چاہتا کہ میں تجھے اپنا لباس عطا کروں تاکہ مرتے وقت وہ تیرا کفن بنے اور کچھ درہم دوں تاکہ اپنی بیٹیوں کے لیے انگوٹھیاں بنوا لے؟

---

[1] عیون اخبار الرضاؑ: ص ۳۲۹ [ج ۲، ص ۲۰۹]

ریان نے عرض کی: میں اس بارے میں سوچ رہا تھا لیکن آپ سے جدا ہونے کے غم کی وجہ سے میں کہنا بھول گیا تھا۔ اس کے بعد امام نے انہیں ایک پیراہن اور تیس درہم عنایت فرمائے۔[1]

تیسرا معجزہ: یہ رہے تیرے سوالوں کے جواب

حسن بن علی بن زیاد وشاء خزاز بجلی کوفی،[2] جو واقفیوں میں سے تھا۔ خراسان میں داخل ہوا۔ ان کے ہمراہ لباس تھے جو تجارت کی غرض سے ساتھ لے رکھے تھے۔ شہر مرو گیا۔ امام رضاؑ کے خادموں میں سے ایک اس کے پاس آیا اور اس سے ایک برد یمانی کا تقاضا کیا تاکہ اپنے مولا اور آقا کو اس میں دفن کرے۔ حسن نے کہا کہ اس نے تمام لباس اور برد یمانی راستے میں فروخت کر دیے ہیں۔ خادم واپس چلا گیا اور واپس آ کر کہنے لگا کہ تیرے پاس برد یمانی ہے۔ لیکن چونکہ حسن اس کے بیچ دینے پر مطمئن تھا اس لیے اس نے خادم کی بات کی جانب توجہ نہ کی۔ خادم جا کر تیسری دفعہ واپس لوٹا اور یوں گویا ہوا: میرے مولا امام رضاؑ نے فرمایا ہے: برد یمانی فلاں پچھی میں ہے۔

جب حسن نے اسے کھولا تو اس میں بقیہ لباسوں کے ساتھ برد یمانی میں بھی پایا، اس نے یہ خادم کو دے کر کہا کہ میں اس کے پیسے نہیں لونگا۔ خادم چوتھی بار پلٹا اور بولا: جو چیز تیرا مال نہیں ہے اسے ہدیہ دینا چاہتا ہے؟ یہ برد تیری فلاں بیٹی کے لیے ہے جس نے تجھ سے کہا تھا کہ اسے بیچ کر اس کے لیے فیروزہ اور تسبیح خرید لے۔ پھر اس

---

[1] اثبات الوصیہ: ص ۱۷۸، طاحیدریہ نجف [عیون اخبار الرضاؑ: ج ۲، ص ۲۱۲]

[2] تنقیح المقال مامقانی: ج ۱، ص ۲۹۳ فہرست نجاشی و طوسی۔

نے اس برد کی قیمت ادا کی۔ حسن وشاء جو اس واقعے سے بہت حیرت زدہ ہوا تھا، اس نے سوچا کہ امام کا امتحان لے اس لیے اس نے مسائل پر مشتمل ایک نامہ لکھا تاکہ ان کے جواب امام سے دریافت کرے۔ یہ وہی مسائل تھے جو اس نے امام موسیٰ کاظمؑ سے بھی پوچھے تھے۔

وہ امام رضاؑ کے گھر گیا تو دیکھا وہاں بہت بھیڑ ہے عرب و عجم موجود ہیں، مختلف ممالک کے باشندے اور لشکریوں کی آمد و رفت لگی ہوئی ہے، وہ ایک کونے میں بیٹھ گیا تاکہ کچھ بھیڑ چھٹے اور لوگ نکل جائیں۔ لیکن لوگوں کا ازدحام تھا کہ ختم ہونے کا نام نہیں لیتا تھا۔ اس نے چاہا کہ واپس لوٹ جائے اچانک اس نے دیکھا کہ امام کا خادم گھر سے باہر بنت الیاس کے بیٹے کی تلاش میں ہے۔ حسن نے کہا: بنت الیاس کا بیٹا میں ہوں۔ خادم نے اپنی آستین سے ایک نامہ نکالا اور اس سے کہا: یہ تیرے سوالوں کے جواب ہیں۔

جب اس نے اسے کھولا تو کیا دیکھتا ہے کہ امام نے اس کے تمام سوالات کے جواب دے دیے ہیں جبکہ سوالوں پر مشتمل نامہ اب تک اسی کے پاس تھا۔ اس نے خود کو فیض الٰہی کے دریا میں غرق پایا جس کے ساتھ ایک ہمیشہ رہنی والی بشارت تھی۔ اس کا قلب امام رضاؑ کی محبت سے مالا مال ہو چکا تھا، چہرے پر اشک شوق رواں تھے اور زبان سے اپنے گناہوں، اعمال اور غفلتوں پر کلمات توبہ و استغفار دہرا تا تھا۔[1]

[1] اثبات الوصیہ: ص ۱۷۸۔

چوتھا معجزہ: جو رو رہا ہے وہ پہلے رخصت ہو گا

محمد بن امام صادقؑ بیمار ہو گئے۔ امام رضاؑ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور دیکھا کہ ان کے بھائی اسحاق بن امام صادقؑ رو رہے ہیں۔ امام رضاؑ نے یحییٰ بن محمد سے کہا: گریہ نہ کر تیرے والد صحت مند ہو جائیں گے اور اسحاق ان سے پہلے دار فانی سے کوچ کریں گے۔ ویسا ہی ہوا جیسا امام نے فرمایا تھا۔[1]

پانچواں معجزہ: قرض ادا ہوا

احمد بن عبداللہ، غفاری سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: آل ابی رافع (رافع جو رسول اللہ ﷺ کے خادم تھے) میں سے ایک شخص کا مجھ پر حق تھا، وہ مجھ سے اس کا شدید مطالبہ کر رہا تھا۔ میں امام رضاؑ کی خدمت میں پہنچا جو اس وقت عریض[2] میں تشریف فرما تھے۔ جب میں ان کے گھر کے نزدیک پہنچا تو امام رہوار پر بیٹھے میرے سامنے آگئے آپ نے پیراہن اور ردا زیب تن کی ہوئی تھی۔ جیسے ہی میں نے امام کو دیکھا شرم و حیا کے مارے پانی پانی ہو گیا، امام نے میرے نزدیک پہنچ کر مجھے دیکھا۔ میں نے امام کو سلام کر کے عرض کی: میں آپ پر قربان میں آپ کے موالیوں میں سے

---

[1] اعلام الوریٰ: ص ۱۸۷۔

[2] قاموس: عریض بروزن زبیر مدینے میں موجود ایک چھوٹا سا درہ تھا۔ تاج العروس: ابو الحسن علی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالبؑ نے وہاں رہائش اختیار کی تھی۔ اسی وجہ سے انہیں عریضی اور ان کی نسل کو عریضیوں کہتے ہیں جو تعداد میں کافی زیادہ ہیں۔

ایک کا مقروض ہوں، اس نے مجھے رسوا کر دیا ہے۔ اس سے آگے میں نے کچھ نہیں کہا۔

امام نے مجھے بیٹھنے کا حکم فرمایا میں نے نماز مغرب وہیں پڑھی اور چونکہ ماہ رمضان تھا اور میں روزے سے تھا، میرا دل تنگ ہونے لگا اور میں نے چاہا کہ واپس لوٹ جاؤں، اچانک دیکھا کہ بعض لوگ امام کے گرد جمع ہیں اور امام انہیں صدقہ دے رہے ہیں۔ اس کے بعد امام اپنے کمرے میں گئے اور کچھ دیر بعد باہر آ کر مجھے بلایا۔ جب میں امام کے ساتھ حجرے میں داخل ہو رہا تھا تو ان سے حاکم مدینہ ابن مسیب کے بارے میں بات کی۔ اس سے پہلے بھی میں امام سے اس کے بارے میں کافی بات کر چکا تھا۔ جب میں بول چکا تو امام نے فرمایا: مَا أَظُنُّكَ أَفْطَرْتَ. مجھے نہیں لگتا کہ تو نے روزہ افطار کیا ہو گا؟!

میں نے عرض کی: جی میں نے افطار نہیں کیا! امام نے میرے لیے افطاری منگوائی اور فرمایا کہ میرے ساتھ کھانا کھاؤ۔ جب ہم افطاری سے فارغ ہو گئے تو امام نے فرمایا: ارْفَعِ الْوِسَادَةَ وَ خُذْ مَا تَحْتَهَا. قالین اٹھا اور جو بھی اس کے نیچے ہے اسے لے لے۔

جب میں نے اسے اٹھا تو اس کے نیچے دینار پائے۔ میں نے سب اٹھا لیے اور انہیں اپنی آستین میں رکھ لیا۔ اس کے بعد اپنے چار غلاموں سے فرمایا کہ مجھے گھر تک چھوڑ آئیں۔ میں نے عرض کی: ابن مسیب کے رات میں گشت کرنے والے سپاہی گھومتے پھر رہے ہونگے، میں نہیں چاہتا کہ وہ مجھے آپ کے غلاموں کے ساتھ دیکھیں۔ امام

نے فرمایا: أَصَبْتَ أَصَابَ اللّٰهُ بِكَ الرَّشَادَ. صحیح کہا، خدا تجھے رشد سے ہمکنار کرے!

امام نے غلاموں سے کہا کہ جب بھی میں چاہوں وہ واپس لوٹ آئیں۔ جب میں اپنے گھر کے نزدیک پہنچا اور میرا ڈر بھی ختم ہو گیا تو میں نے انہیں واپس لوٹا دیا، میں گھر میں گھسا اور چراغ طلب کیا، دینار گنے تو وہ ۴۸ تھے۔ ان میں سے ایک مخصوص انداز کی درخشندگی کا حامل تھا جس نے مجھے حیرت میں ڈال دیا تھا۔ میں نے اسے چراغ کے نزدیک کیا تو دیکھا کہ اس پر واضح انداز میں لکھا تھا: حَقُّ الرَّجُلِ عَلَيْكَ ثَمَانِيَةٌ وَ عِشْرُونَ دِينَاراً وَمَا بَقِيَ فَهُوَ لَكَ. تو اس مرد کا ۲۸ دینار کا مقروض ہے اور باقی تیرے لیے ہیں۔

خدا کی قسم میں (خود) دقیقاً نہیں جانتا تھا کہ اس شخص کا کتنے دینار کا مقروض ہوں۔[1]

چھٹا معجزہ؛ کیا تجھے اگلے پانچ دن کی خبر دوں؟!

محمد بن فضل ہاشمی کہتا ہے: عمرو بن بداب بصری ناصبیوں میں سے تھا اور اس نے زیدیوں اور معتزلیوں کی جانب بھی تمایل پیدا کر لیا تھا۔ ایک دن امام رضاؑ سے کہنے لگا: محمد بن فضل ہاشمی آپ سے ایک بات نقل کرتا ہے کہ دل اسے قبول نہیں کرتے۔ ان میں سے یہ بھی ہے کہ جو کچھ خدا نے نازل کیا ہے آپ اس کے بارے میں علم رکھتے ہیں اور تمام زبانوں سے بھی واقف ہیں۔ امام نے فرمایا: صَدَقَ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ فَأَنَا

---

[1] روضۃ الواعظین: ص ۱۹۰ [ج ۱، ص ۲۲۳]؛ الکافی: ج ۱، ص ۴۸۷]

أَخْبَرْتُهُ بِذَلِكَ فَهَلُمُّوا فَاسْأَلُوا. محمد نے سچ کہا ہے، میں نے یہ بات خود اسے بتائی ہے (اگر) چاہے تو تو بھی پوچھ سکتا ہے!

عمرو نے کہا: میں زبانوں کے حوالے سے آپ کا امتحان لیتا ہوں اس کے بعد اس نے ایرانی، ہندی، ترکی اور رومی افراد کو بلایا؛ ان میں سے سب نے امام سے اپنی زبان میں مسئلے دریافت کیے اور امام نے بھی انہیں ان کی زبانوں میں جواب دیا۔ حاضرین سب کے سب فرط حیرت میں تھے، سب نے اعتراف کیا کہ امام ان میں سب سے زیادہ فصیح اور ان کی زبانوں سے زیادہ آشنا ہیں۔ اس کے بعد امام نے عمرو بن ہداب سے فرمایا: اگر میں تجھے خبر دوں کہ بہت جلد تو اپنے رشتے داروں میں سے کسی ایک کے خون کے الزام میں دھرلیا جائے گا تو کیا تو میری تصدیق کرے گا؟

عمرو نے کہا: نہیں میں تصدیق نہیں کرونگا چونکہ غیب فقط خدا جانتا ہے۔ امام نے فرمایا: أَوَلَيْسَ اللهُ يَقُولُ ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَداً إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ﴾[1] فَرَسُولُ اللهِ عِنْدَ اللهِ مُرْتَضًى وَنَحْنُ وَرَثَتُهُ ذَلِكَ الرَّسُولِ الَّذِي أَطْلَعَهُ اللهُ عَلَىٰ مَا شَاءَ مِنْ غَيْبِهِ فَعَلِمْنَا مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ. کیا خدا نہیں فرماتا کہ وہ عالم غیب ہے اور کسی کو اپنے غیب پر مطلع نہیں کرتا مگر اس پیغمبر کو جسے اس نے چنا ہو؟! پس انتخاب رسول اللہ ﷺ کے شامل حال ہوا اور ہم اس پیغمبر کے وارث ہیں جسے خدا نے غیب پر مطلع فرمایا تھا۔ اس بنا پر ہم ماکان وما یکون کا علم رکھتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا: ابن ہداب! اگر میں تجھے اگلے پانچ روز میں ہونے والے

---

[1] سورۃ الجن: ۲۷۔

واقعات کی خبر دوں اور وہ صحیح نکلیں تو کیا قبول کرے گا کہ تو خدا اور اس کے رسول کا منکر ہے؟ میرے پاس ایک اور دلیل بھی ہے اور وہ یہ کہ تیری آنکھوں پر کچھ بلائیں نازل ہونے کے بعد یہ نابینا ہو جائیں گی اور اس کے بعد تو کوہ و دشت میں سے کچھ نہ دیکھ پائے گا۔ اور ایک دلیل یہ ہے کہ بہت جلد ایک جھوٹی قسم کھائے گا اور برص میں مبتلا ہو جائے گا۔

محمد بن فضل کہتے ہیں: خدا کی قسم جو کچھ امام نے فرمایا تھا وہ اس پر نازل ہوا۔ ابن ہداب سے پوچھا: کیا امام رضاؑ کا کہا درست تھا یا جھوٹ؟ کہنے لگا: مجھے یقین تھا کہ جیسا انہوں نے کہا ہے ویسا ہی ہو گا، لیکن میں انہیں سختی سے جھیل کر خود پر آسان کرتا رہا۔[1]

---

[1] خرائج والجرائح: ص ۳۴۵ ط ہند. [ج ۱، ص ۳۴۳]

مؤلف کہتے ہیں: اس حدیث پر توجہ رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ خدائے متعال نے آل محمد ﷺ میں سے ہونے والے ائمہ معصومین کو ایسی قدرت سے نوازا ہے جس کے ذریعے سے وہ اس جہان میں ماضی میں ہو جانے والے یا جو مستقبل میں ہو گا، انسانی اسرار، خواص اور اشیاء وغیرہ کے بارے میں جان لیتے ہیں. جیسا کہ اس روایت میں آیا ہے: جب ہم میں سے کوئی امام متولد ہوتا ہے تو اس کے لیے ایک نورانی ستون قائم کر دیا جاتا ہے جس کے وسیلے سے وہ بندوں کے اعمال کا مشاہدہ کرتا ہے. اور ان کے خالق اور بے شمار نعمتوں کے مالک خدا کی جانب سے مقدرات میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہوتی جو ان پر پوشیدہ رہے. اور یہ وہ غیب نہیں جو خدا سے مخصوص ہے جس کی وجہ سے ائمہ کا اسے جاننا ممکن نہ ہو. علم غیب بھی خدا کے ارادہ اور قدرت جیسی بقیہ صفات ذاتیہ کی طرح ہے کہ یہ علم بھی خدا کے لطف و فیض سے انہیں حاصل ہوتا ہے.

ساتواں معجزہ: تیرے یہاں بیٹا متولد ہوگا!

محمد بن عبد اللہ افطس کی حدیث میں آیا ہے: ماموں نے امام رضاؑ کی امامت پر محمد بن عبد اللہ کو ایک حیران کن نشانی بتائی اور اس سے کہا کہ اس کا ذکر کسی سے نہ کرے بلکہ اسے مخفی رکھے۔ وہ یہ تھی:

زہریہ ماموں کی محبوب ترین کنیز تھی۔ وہ جب بھی حاملہ ہوتی اس کا حمل سقط ہو

اس بنا پر علم غیب کی دو اقسام ہیں: پہلی قسم: ذاتی ہے اور وہ عین واجب الوجود ہے اس صورت سے کہ علت و سبب نہیں رکھتا. دوسری قسم: جعلی اور تقدیری ہے جو علت و سبب کی حامل ہے اور اس کا جاننا خدا کے وجود و لطف سے مشروط ہے. یہ قسم ائمہ، انبیاء اور ان کے اوصیاء کے اختیار میں دی گئی ہے. ائمہ تمام حالات میں فیض الٰہی کے نیاز مند ہیں اور اگر تقدیر و استمرار فیض خدائے رحمن نہ ہو تو جو ان کے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا. اس بنا پر ان کے علم غیب رکھنے کو قبول کرنا کوئی بعید امر نہیں۔ بلکہ اسے قبول نہ کرنا ان میں نقص کے وجود کا قبول کرنا ہے! اور یہ بات کوئی بھی ثابت نہیں کر سکتا. جبکہ متعدد روایات موجود ہیں جن کے مطابق جو کچھ بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا وہ سب ان کے پاس بھی ہے. انہیں میں سے ایک روایت امام صادقؑ سے ہے کہ آپ نے فرمایا: خدا کی قسم اگر میں موسیٰ اور خضر کے درمیان ہوتا تو انہیں وہ بتاتا جسے وہ نہیں جانتے تھے۔ انہیں گزشتہ کا علم دیا گیا تھا لیکن ہمیں گزشتہ، حال اور مستقبل کا علم دیا گیا ہے. ہم رسول اللہ ﷺ کے وارث ہیں. ہم میں اور رسول اللہ ﷺ میں فرق فقط نبوت اور ازواج کی تعداد کا ہے. (یعنی ایک تو ہم نبی نہیں ہیں دوسرا یہ کہ ایک وقت میں چار سے زیادہ ازواج رکھنے کی اجازت فقط رسول اللہ ﷺ کو تھی ہمیں نہیں ہے) ہم نے امام حسنؑ کے بارے میں جو کتاب لکھی ہے اس میں اس بارے میں تفصیل سے بات کی ہے.

جاتا۔ ایک بار جب وہ حاملہ ہوئی تو مامون نے اس کا حال معلوم کرنا چاہا۔ اس نے امام رضاؑ سے عرض کی: آپ کے اجداد تو جنین کی حالت سے باخبر تھے اور آپ ان کے وصی اور جانشین ہیں اور ان کے علوم بھی آپ کے پاس ہیں۔ یہ کنیز اب تک متعدد بار حاملہ ہوئی لیکن اس کا حمل سقط ہو جاتا ہے۔ کیا آپ اس حوالے سے کوئی رہنمائی فرما سکتے ہیں کہ کیا کیا جانا چاہیے؟ امام نے فرمایا: لَا تَخَفْ مِنْ سِقْطِهَا فَسَتَسْلَمُ وَ تَلِدُ غُلَاماً صَحِيحاً مُسْلِماً أَشْبَهَ النَّاسِ بِأُمِّهِ قَدْ زَادَهُ اللّٰهُ فِي خَلْقِهِ مَرْتَبَتَيْنِ فِي يَدِهِ الْيُمْنَى خِنْصِرٌ وَ فِي رِجْلِهِ الْيُمْنَى خِنْصِر. اس حمل کے بارے میں پریشان نہ ہو، جلد ہی یہ ایک بیٹے کو جنم دے گی جو ماں سے شباہت رکھتا ہو گا۔ خدا نے اس کی خلقت میں دو چیزوں کا اضافہ فرمایا ہے۔ اس کے بائیں ہاتھ اور دائیں پیر میں چھ چھ انگلیاں ہو گی۔

مامون نے کہا: میں نے امام کی بدگوئی اور رسوائی کے لیے اس موقع کو غنیمت جانا کہ جیسے ہی ان کا کہا غلط ہو میں ہر جگہ یہ بات پھیلا دوں گا۔ جب وضع حمل کا وقت آیا تو میں نے دایہ کو کہا کہ بیٹا ہو یا بیٹی جیسے ہی متولد ہو اسے فوراً میرے پاس لانا۔ پیدا ہوتے ہی بیٹے کو اس کے پاس لائے، جیسا امام نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ اس کے بائیں ہاتھ اور پیر میں ایک ایک اضافی چھوٹی انگلی تھی جو ستارے کی طرح چمک رہی تھی۔

میں اسی دن اس فکر میں پڑ گیا کہ تخت سے ہٹ جاؤں اور اس پر امام کو بٹھا دوں، لیکن ہوائے نفس اجازت نہیں دیتی تھی، لیکن میں نے انگشتر خلافت انہیں پیش کی اور ان سے کہا کہ امور خلافت وہ چلائیں، میں ان میں مداخلت نہیں کرونگا۔ خدا کی قسم اگر وہ قبول کر لیتے تو میں وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ لیکن خدا لعنت کرے حسن کے

بیٹوں یعنی عبد اللہ اور حمزہ پر جنہوں نے انہیں شہید کر دیا۔[1]

---

[1] الغیبت طوسی: ص ۵۳. [ص ۷۵] (خدا کی لعنت ہو اس جھوٹے اور مکار شخص پر جو اپنا گناہ ویسے ہی کارندوں کی گردن پر ڈال رہا ہے جیسے یزید بن معاویہ نے قتل حسینؑ کے بعد یہ گناہ ابن زیاد کے سر ڈال کر خود کو بچانے کی کوشش کی تھی۔ مترجم)

فضائل امام رضا علیہ السلام

امام موسیٰ کاظمؑ کی شہادت کے بعد لوگوں نے ابو الحسن ثانی، امام علی بن موسیٰ الرضاؑ کا رخ کیا۔ کیونکہ انہوں نے حضرت میں امامت کی نشانیوں اور حجت اللہ ہونے کے دلائل کا مشاہدہ کیا تھا، لہٰذا وہ دینی معارف و معالم کے ان سے طالب ہوئے۔ مثال کے طور پر محمد بن عیسیٰ یقطینی کا نام لیا جا سکتا ہے جنہوں نے امام سے سترہ ہزار ایسے مسائل دریافت کر کے جمع کیے جو اس سے پہلے انہیں معلوم نہیں تھے۔[1]

دوسرے ادیان و مذاہب کے پیروکار مامون کی مجالس میں اس کے اکسانے پر امام کے ساتھ بحث و مناظرے کرتے اور ہر دفعہ مامون اپنے باطنی میل کے خلاف امام کی دلیل کے سامنے سر جھکا دیتا۔ اسے جہاں بھی کسی ملت یا مذہب میں کوئی عالم یا سخنور ملتا وہ اسے امام سے مناظرے کے لیے دعوت دیتا اس سوچ کے ساتھ کہ شاید کوئی ان پر غالب آ جائے اور یوں اس کی آتش حسادت و عدوات ٹھنڈی ہو اور وہ امام سے دشمنی کے زخم کا مرہم فراہم کر سکے۔

لیکن جو کوئی بھی امام سے مناظرہ کرتا تھا وہ خود ہی امام کی برتری کا اعتراف کر لیتا اور امام کے سامنے مغلوب ہو کر سر جھکائے ہو جاتا دکھائی دیتا تھا۔ کیونکہ خدا کا ارادہ یہ ہے کہ اس کا کلمہ بلند و بالا رہے، اس کا نور تمام ہو اور اپنے ولی اور حجت کی اس کے مخالفین کے مد مقابل مدد کرے۔ اور وہ آخرت میں بھی ان کے ساتھ ایسے ہی کرے

---

[1] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۳۰۴۔

گا کیونکہ: إِنَّهُ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ* خدا اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔[1]

ہم امام کے فضائل میں سے چند امور کی جانب اشارہ کرتے ہیں:

۱۔ اباصلت کہتے ہیں: میں نے امام رضاؑ سے زیادہ علم رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا، کسی بھی عالم نے امام کو نہیں دیکھا مگر اس نے ان کے بارے میں وہی شہادت دی جو میں نے اپنی زبان پر جاری کی ہے۔ مامون نے امام کو نیچا دکھانے کے لیے مختلف ادیان کے علماء کی کئی محافل تشکیل دیں اور مختلف مذاہب کے فقہاء کو مناظرے کے لیے بلایا۔ وہ اپنے تئیں اچانک، بنا کسی پیشگی خبر کے امام کو ان محافل میں دعوت دیتا تھا۔ جو بھی امام سے مناظرے کے لیے آتا وہ بحث کے آخر میں یکدل و یک زبان ہو کر امام کی برتری کا اعتراف کرتا تھا۔ میں نے امام سے سنا کہ انہوں نے فرمایا:

كُنْتُ أَجْلِسُ فِي الرَّوْضَةِ وَ الْعُلَمَاءُ بِالْمَدِينَةِ مُتَوَافِرُونَ فَإِذَا عَيِيَ الْوَاحِدُ مِنْهُمْ عَنْ مَسْأَلَةٍ أَشَارُوا إِلَيَّ بِأَجْمَعِهِمْ وَ بَعَثُوا إِلَيَّ الْمَسَائِلَ فَأُجِيبُ عَنْهَا.

میں روضہ رسول ﷺ میں بیٹھتا تھا، مدینے کے بہت سے علماء تھے، جب ان میں سے کوئی بھی کسی مسئلے سے تنگ آجاتا اور اسے حل کرنے میں کامیاب نہ ہوتا تو یہ سب میری جانب اشارہ کرتے، تمام سوالات میرے سامنے پیش کرتے اور میں ان سب کے جوابات دیتا تھا۔[2]

۲۔ نوشجانی کہتے ہیں: میں ایوان ابو مسلم میں مامون کے سامنے کھڑا تھا اور امام

---

[1] عیون اخبار الرضا: ص ۱۰۶.

[2] کشف الغمہ: ص ۲۴۷ [ج ۲، ص ۳۱۷]

رضاؑ بھی اس کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ مامون نے مجھ سے کہا: تیرے مولا امیرالمومنینؑ کے فضائل میں سے کون سی فضیلت سب سے برتر ہے؟ میں نے کہا: آیہ مباہلہ! کیونکہ خدا نے اس میں علیؑ کو اپنے رسول ﷺ کا نفس قرار دیا ہے۔[1] مامون نے کہا: اگر فرد مخالف کہے کہ اس آیت میں ابنائنا و نسائنا سے مراد حسنینؑ اور فاطمہؑ ہیں لیکن آیہ مباہلہ میں انفسنا سے مراد فقط رسول اللہ ﷺ ہیں تو تو کیا جواب دے گا؟

نوشجانی کہتے ہیں: میری نظر میں دنیا تاریک ہوگئی، میرا ہتھیار ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر جا پڑا اور چونکہ میرے پاس قانع کنندہ دلیل نہیں تھی اس لیے خاموش ہو رہا۔ جب مامون نے یہ دیکھا تو امام رضاؑ سے مخاطب ہو کر کہا: اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ امام نے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ اس آیت میں دعوت دینے والے ہیں۔ خدا فرماتا ہے: پس بلاؤ اور پکارو اپنے بیٹوں...، دعوت دینے والا دوسرے کو بلاتا ہے نہ کہ خود اپنے آپ کو اور چونکہ اس نے ابنائنا اور نسائنا کو دعوت دی ہے لہذا درست نہیں کہ وہ خود اپنے آپ کو

---

[1] پوشیدہ نہ رہے کہ خدا نے جو امیرالمومنینؑ کو الگ پیکر کے باوجود بھی نفس رسول ﷺ قرار دیا ہے اس میں ایک دقیق نکتہ موجود ہے اور وہ جناب امیرؑ کا تمام فضائل و کمالات میں رسول اللہ ﷺ کے مساوی ہونا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام کو رسول اللہ ﷺ کے بعد خلافت کبریٰ الہیہ اور امت کی مرجعیت تامہ کے لیے نصب کیا گیا۔ ان کی ذات نے گوہر قداست سے وجود پایا اور علم لدنی اور حکمت الہی کی حامل ہے جو کشف اسرار خلقت اور احکام دین اور اعتراضات کے جوابات کے لیے لوح محفوظ سے مدد لیتے تھے۔

بھی دعوت دے۔ اس بنا پر انفسنا کو دعوت دینے سے مراد فقط امیر المومنینؑ ہیں کیونکہ ان کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں کوئی اور شخص نہیں تھا جو انفسنا کا مصداق ہوتا۔ اگر اس کے علاوہ کوئی اور بات مراد لی جائے گی تو آیت کے معنی لغو و باطل ہو جائیں گے۔

نوشجانی کہتے ہیں: یہ جواب سنتے ہی میرے آنکھیں چمک اٹھیں۔ مامون نے کچھ دیر تامل کیا اور پھر گویا ہوا: جب جواب درست ہو تو اس کا کوئی جواب نہیں ہوتا۔[1]

۳۔ سلیمان جعفری امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دیکھا گھر لوگوں سے پٹا پڑا ہے۔ وہ امام سے ان احکامات دین کے بارے میں سوال کر رہے تھے جو ان کے لیے مبہم تھے۔ میں نے خود سے سوچا کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ ائمہ اس قدر علم کے باوجود بھی انبیاء کی فہرست میں شمار نہ ہوں! امام نے باقی گفتگو چھوڑتے ہوئے میری جانب رخ کر کے فرمایا:

یَا سُلَیْمَانُ إِنَّ الْأَئِمَّةَ حُلَمَاءُ عُلَمَاءُ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَنْبِيَاءَ وَلَيْسُوا أَنْبِيَاءَ.

اے سلیمان! بے شک ائمہ علمائے حلیم ہیں جن کے بارے میں جاہل افراد یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ انبیاء ہیں جبکہ وہ نبی نہیں ہیں۔[2]

۴۔ موسیٰ بن سیار کہتے ہیں: ایک دن میں طوس میں امام رضاؑ کے ساتھ چل رہا تھا کہ ہمارے سامنے سے ایک جنازہ گزرا، امام اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آئے اور جنازے

---

[1] حقائق التاویل، سید رضی: ص ۱۱۵؛ فصول المختارہ: سید مرتضیٰ: ص ۱۸۔

[2] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۲، ص ۳۹۱ [ج ۴، ص ۳۳۴].

کو کندھا دیا اور اس کی قبر کے کنارے لے جاکر زمین پر رکھا، اپنا ہاتھ میت کے سینے پر رکھ کر فرمایا:

یَا فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ أَبْشِرْ بِالْجَنَّةِ فَلَا خَوْفَ عَلَيْكَ بَعْدَ هٰذِهِ السَّاعَةِ. اے فلاں بن فلاں تجھے جنت کی بشارت ہو، اب اس کے بعد تجھ پر کوئی خوف نہیں!

ابن سیار اس بات پر بڑے حیران ہوئے کہ امام اس شخص کو جانتے ہیں، امام ابھی قبرستان سے باہر نہیں نکلے تھے کہ آپ سے ان سے فرمایا:

أَنَا مَعَاشِرَ الْأَئِمَّةِ تُعْرَضُ عَلَيْنَا أَعْمَالُ شِيعَتِنَا صَبَاحاً وَ مَسَاءً فَمَا كَانَ مِنَ التَّقْصِيرِ فِي أَعْمَالِهِمْ سَأَلْنَا اللّٰهَ تَعَالَى الصَّفْحَ لِصَاحِبِهِ وَ مَا كَانَ مِنَ الْعُلُوِّ سَأَلْنَا اللّٰهَ الشُّكْرَ لِصَاحِبِهِ. بے شک ائمہ پر ہر صبح و شام ان کے شیعوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اگر ان کے اعمال میں کوئی کوتاہی یا گناہ ہوتا ہے تو وہ بارگاہ خدا میں ان کے لیے بخشش و مغفرت طلب کرتے ہیں اور اگر ان کے اعمال میں نیکیاں ہوتی ہیں تو خدا سے ان کے اجر کی درخواست کرتے ہیں۔

اس کے بعد امام نے ابن سیار کے لیے جنازے میں شرکت کرنے کی فضیلت بیان فرمائی کہ خدا مومن کے جنازے کی تشیع کرنے والے کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور وہ ایسا ہو جاتا ہے جیسے ابھی رحم مادر سے متولد ہوا ہو۔[1]

---

[1] بحار الانوار: ج ۱۲، ص ۲۹ [ج ۴۹، ص ۹۹؛ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۳۴۱۔ مولف نے حدیث بالمعنی نقل کی تھی ہم نے مصدر میں موجود اصل عبارت کے ساتھ نقل کی ہے۔ مترجم]

اخلاق امام رضا علیہ السلام

انسان اس امام کے وجود کی حقیقت کو درک کرنے سے قاصر و عاجز ہے جو خدا کا منتخب کردہ اور اس کے بندوں پر اس کی حجت ہو۔ ایسی پاک و معصوم ذات کی توصیف بیان نہیں ہو سکتی جو مکارم اخلاق کے باب میں ہر نقص سے منزہ ہو۔ امام ایک ایسی ذات ہیں جو فیض الہی سے (وجود پاتی) ہے، اس کی اصل و بنیاد روح نبوت سے ہے جس سے وہ نبوت کی کرامت کا عطر دل نواز اخذ کر کے فضا میں منتشر کرتا ہے۔ خلافت الہیہ کی پر شکوہ عظمت اسے کمالات کی چوٹی پر پہنچا دیتی ہے اور امام رضاؑ انہیں ائمہ میں سے ایک ہیں۔

امام کے اخلاق حسنہ پر دشمنوں کی گواہی

امام کے دشمن بھی ان کے اخلاق حسنہ کی گواہی دیتے تھے۔ ہم بطور نمونہ ان میں سے بعض کی جانب اشارہ کرتے ہیں:

ا۔ ابراہیم بن عباس کہتا ہے: میں نے امام رضاؑ سے افضل کوئی شخصیت نہیں دیکھی۔ انہوں نے کبھی کسی پر ظلم نہیں کیا، کبھی کسی بات کرنے والے کی بات نہیں کاٹی، کبھی کسی ضرورتمند کو ناامید نہیں کیا۔ ہم نشینوں کے سامنے پاؤں دراز نہیں کرتے تھے۔ ٹیک نہیں لگاتے تھے، اپنے غلاموں اور خدمتگزاروں کو دشنام نہیں دیتے تھے، قہقہے نہیں لگاتے تھے، اپنے غلاموں اور زیردست افراد کے ساتھ دستر خوان پر

بیٹھ کر غذا تناول فرماتے تھے۔[1]

ایک بلخی شخص نے امام سے عرض کیا: مجھے اجازت ہے کہ میں غلاموں کے لیے الگ دسترخوان لگا دوں؟ امام نے امامت کی کرامت اور اس کے اخلاق کے مطابق ایک کلام فرمایا جو دلوں کی نورانیت کا سبب ہے، فرمایا: إِنَّ الرَّبَّ تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ وَاحِدٌ وَالْأُمَّ وَاحِدَةٌ وَالْأَبَ وَاحِدٌ وَالْجَزَاءَ بِالْأَعْمَالِ. اے شخص! خدا ایک ہے، باپ ایک ہے، ماں ایک ہے، اور اجر اعمال کی بنا پر دیا جائے گا۔[2]

۲۔ امام سردیوں میں اون سے بنے سجادے پر جبکہ گرمیوں میں چٹائی پر بیٹھا کرتے تھے، موٹا لباس پہنتے، لیکن جب لوگوں کے مجمع میں جاتے تو وہ پہنتے جو انہیں پسند ہوتا تھا۔[3]

۳۔ ایک دن سفیان ثوری نے دیکھا کہ امام نے خز[4] کی کھال سے بنا لباس زیب تن کر رکھا ہے۔ اس نے امام سے کہا: اچھا ہوتا اگر آپ سستا لباس زیب تن فرماتے! امام نے اسے نیچے پہنا ہوا لباس دکھایا جو اون سے بنا ہوا تھا، اس کے بعد فرمایا:

یہ اوپر والا لباس لوگوں کے لیے ہے اور نیچے والا لباس خدا کے لیے ہے۔[5]

---

[1] کشف الغمہ: ص ۲۸۴.

[2] بحار الانوار: ج ۱۲، ص ۲۹ [ج ۴۹، ص ۱۰۱]، نقل از الکافی [ج ۸، ص ۲۳۰].

[3] کشف الغمہ: ص ۲۴۷.

[4] ایک جانور جس کی کھال کا لباس کافی قیمتی ہوتا ہے. (مترجم)

[5] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۲، ص ۴۱۲.

۴۔ امام کے لباس پر ایک صوفی نے اعتراض کیا تو اس کے جواب میں فرمایا: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَ الطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ. مجھے بتاؤ کہ کس نے اس زینت اور رزق حلال کو جو خدا نے اپنے بندوں کے لیے ظاہر کیا، حرام کیا ہے؟ بے شک جناب یوسف صدیقؑ دیبا سے بنا ہوا لباس پہنتے تھے جس میں سونے سے کڑھا ہوا ہوتا تھا اور وہ فرعون کے تخت پر بیٹھتے تھے۔ امام سے قسط و عدالت طلب کی گئی ہے؛ سچ بولے، حکم و قضاوت میں عادل جبکہ اپنے وعدے پر عامل ہو۔[1]

۵۔ امام رضاؑ پوشیدہ طور پر بہت زیادہ صدقہ دیا کرتے اور فرماتے تھے: میں نے رسول اللہ ﷺ سے نقل ہوئی ایک حدیث سنی ہے کہ آپ نے فرمایا: الْمُسْتَتِرُ بِالْحَسَنَةِ تَعْدِلُ سَبْعِينَ حِجَّةً وَ الْمُذِيعُ بِالسَّيِّئَةِ مَخْذُولٌ وَ الْمُسْتَتِرُ بِهَا مَغْفُورٌ. پنہاں طور پر صدقہ دینا ۷۰ نیکیوں کے برابر ہے، صدقہ دینے والا بخش دیا جاتا ہے جبکہ اس کا ظاہر کرنے والا خوار ہو جاتا ہے۔

۶۔ ایک شیعہ کے ہاتھوں سے اس کے سفر کے اخراجات لٹ گئے اور وہ اپنے وطن واپس جانے سے رہ گیا۔ اس نے امام سے کچھ رقم کا تقاضا کیا اور کہا کہ وطن پہنچ کے بعد اس مقدار میں رقم امام کی جانب سے صدقہ کر دے گا۔ امام کمرے میں داخل ہوئے اور پشت در سے ۲۰۰ دینار اسے دے کر فرمایا: اخْرُجْ وَلَا أَرَاكَ وَلَا تَرَانِي. باہر چلے جاؤ تاکہ میرا سامنا نہ کرنا پڑے۔

حاضرین میں سے ایک شخص نے امام سے اس طرح پوشیدہ طور سے مدد کرنے کی

---

[1] نزھۃ الناظر: ص ۳۶، ط حیدریہ نجف.

علت دریافت کی۔ امام نے فرمایا: اس نے مجھ سے جو درخواست کی تھی اس کی وجہ سے اس پر شرم کا غلبہ تھا، اچھا نہیں تھا کہ وہ مجھے دیکھنے کے بعد اس سے بھی زیادہ شرمندہ ہوتا۔[1]

۷۔ ایک شخص نے امام سے عرض کیا: اپنے رحم کے مطابق مجھے بخشش سے نوازیے! امام نے فرمایا: جس قدر تو طلب کر رہا ہے میرے لیے اس کا امکان موجود نہیں۔ اس نے کہا: اچھا پھر مجھے میرے رحم کے مطابق بخشش سے نوازیے! امام نے فرمایا: یہ ممکن ہے۔ اس کے بعد امام کے حکم سے اسے ۲۰۰ دینار دیے گئے۔[2]

۸۔ روز عرفہ امام نے خراسان میں اپنا سارا مال انفاق فی سبیل اللہ کر دیا۔ فضل بن سہل نے عرض کی: یہ تو بس ایک نقصان تھا۔ امام نے فرمایا: بَلْ هُوَ الْمَغْنَمُ لَا تَعُدَّنَّ مَغْرَماً مَا ابْتَغَيْتَ بِهِ أَجْراً وَ كَرَماً. بلکہ یہ کام غنیمت اور فائدہ ہی فائدہ تھا، اسے نقصان نہ شمار کر اس کا نتیجہ اجر اور کرامت ہے۔[3]

---

[1] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۲، ص ۳۱۲ [ج ۴، ص ۳۶۱]

[2] [مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۳۶۰]

[3] [مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۳۶۱]

اقوال و نصائح

امام کا وجود مختلف جہات سے بندوں پر خدا کا بے مثال احسان ہے۔ من جملہ: دین دوست افراد کو آداب، نیک سنن نیز مکارم اخلاق وغیرہ سے آگاہ کرنا، تاکہ وہ اس کے نتیجے میں ملکات فاضلہ سے متصف ہو کر سعادتمندی اور ابدی کامیابی حاصل کر سکیں۔ ائمہ میں سے ہر ایک اپنے طریقے سے اس راہ کا سالک ہوا اور اپنے حکیمانہ اقوال اور نصیحت آمیز نصائح کے ساتھ انسان کے لیے دنیا و آخرت کی راہ سعادت روشن فرمائی۔ اب ہم اس امام رؤوف کے بعض معجز نما کلمات آپ قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

ا۔ ایمان کی نشانیاں

من علامة ایمان المومن: کتمان السر؛ فان الامین لا یخون و لکن قد یوتمن الخائن۔ و الصبر فی البأسا و الضراء۔ و مداراة الناس. فان التودد الیهم نصف العقل۔ صدیق کل امرء عقله و افضل العقل معرفة الانسان بربه۔ و عدو الانسان جهله و صدیق الجاهل فی تعب.[1]

مومن کے ایمان کی نشانیاں یہ ہیں: وہ راز کو راز رکھتا ہے، کیونکہ امین خیانت

---

[1] ہمیں یہ حدیث ان الفاظ و ترتیب کے ساتھ مجامیع روائی میں دستیاب نہیں ہو سکی البتہ اس کے مشابہ اقوال موجود ہیں، البتہ وہ سب امام رضاؑ سے مروی نہیں بلکہ دیگر ائمہؑ سے مروی ہیں. مترجم.

نہیں کرتا البتہ ایسا ہو سکتا ہے کہ کبھی کسی خائن پر اعتماد کر لیا جائے۔ وہ خوف اور سختیوں میں صبر سے کام لیتا ہے۔ لوگوں کے ساتھ مہربانی سے پیش آتا ہے، کیونکہ لوگوں کے ساتھ محبت اور دوستی کا اظہار کرنا آدھی عقل ہے۔ ہر کسی کی عقل اس کی دوست ہوتی ہے، اور کامل ترین عقل وہ ہے جو انسان کے لیے خدا کی معرفت کا موجب بنے۔ سب کا دشمن ان کا جہل ہوتا ہے اور ہر جاہل انسان کا دوست رنج و زحمت میں رہے گا۔

۲۔ بخش دینا

فِي قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ قَالَ الْعَفْوُ مِنْ غَيْرِ عِتَابٍ.[1]

اس آیت "واصفح الصفح الجمیل" میں صفح الجمیل سے مراد طرف مقابل کو بنا کسی عتاب و سرزنش کے برائیوں کے مقابل بخش دینا ہے۔

۳۔ پیمان شکنی

لَا يَعْدَمُ الْمَرْءُ دَائِرَةَ السَّوْءِ مَعَ نَكْثِ الصَّفْقَةِ.[2]

پیمان شکنی کے ساتھ کوئی بھی زمانے کی سختیوں اور برائیوں کو ختم نہیں کر سکتا۔

۴۔ ظلم

لا يعدم العقوبة من ادرع بالبغي.[1]

---

[1] [عیون اخبار الرضا: ج ۱، ص ۲۹۴].

[2] [نزہۃ الناظر: ص ۱۲۸].

جو کوئی بھی ظلم و ستم کو اپنی زرہ بنائے گا وہ عقوبت سے بچ نہیں پائے گا۔

۵۔ خود پسندی

العُجْبُ... أَنْ يُزَيَّنَ لِلْعَبْدِ سُوءُ عَمَلِهِ فَيَرَاهُ حَسَناً فَيُعْجِبُهُ وَ يَحْسَبُ أَنَّهُ يُحْسِنُ صُنْعاً وَمِنْهَا أَنْ يُؤْمِنَ الْعَبْدُ بِرَبِّهِ فَيَمُنُّ عَلَى اللهِ وَلِلّٰهِ الْمِنَّةُ عَلَيْهِ فِيهِ.[2]

عجب و خود پسندی کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے انسان اپنے برے اعمال کو بھی اچھا سمجھنے لگے اور ان پر فریفتہ اور مغرور ہو جائے۔ اسے لگے کہ ہمیشہ اس کا کام پسندیدہ ہوتا ہے اور خدا پر احسان جتلائے جبکہ اصل میں تو خدا کا اس پر احسان ہے۔

۶۔ حلال

وَمَنْ رَضِيَ بِالْيَسِيرِ مِنَ الْحَلَالِ خَفَّتْ مَؤُونَتُهُ وَنَعِمَ أَهْلُهُ وَبَصَّرَهُ اللهُ دَاءَ الدُّنْيَا وَدَوَاءَهَا وَأَخْرَجَهُ مِنْهَا سَالِماً إِلَى دَارِ السَّلَامِ.[3]

جو کوئی بھی کم حلال پر راضی ہو جائے اس کا خرچ کم اور اس کا خاندان آسودہ ہو جائے گا۔ خدا اسے دنیا کے دردوں کی شناخت اور ان کی دوا کا علم عطا فرمائے گا اور اسے سلامتی کے ساتھ آخرت سے ہمکنار کرے گا۔

---

[1] ہمیں یہ حدیث مجامیع روائی میں ان الفاظ کے ساتھ نہیں مل سکی۔ مترجم۔

[2] تحف العقول: ص ۴۴۳۔ مؤلف نے الفاظ کے اختلاف کے ساتھ حدیث نقل کی تھی ہم نے اصل مصدر میں موجود الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے۔ مترجم

[3] تحف العقول: ص ۴۴۹۔

۷۔ رزقِ قلیل

وَمَنْ رَضِيَ بِالْقَلِيلِ مِنَ الرِّزْقِ قُبِلَ مِنْهُ الْيَسِيرُ مِنَ الْعَمَلِ.[1]

جو کوئی بھی خدا کے قلیل رزق پر راضی ہو جائے گا (خدا) اس کے قلیل عمل پر راضی ہو جائے گا۔

۸۔ بخیل، افسردہ، حاسد، جھوٹا

لَيْسَ لِبَخِيلٍ رَاحَةٌ وَلَا لِحَسُودٍ لَذَّةٌ وَلَا لِمَلُولٍ وَفَاءٌ وَلَا لِكَذُوبٍ مُرُوَّةٌ.[2]

کنجوس کے لیے راحت، حسود کے لیے لذت، افسردہ کے لیے وفا اور جھوٹے کے لیے جوانمردی نہیں ہوتی۔

۹۔ بدگوئی

كَفَاكَ مِمَّنْ يُرِيدُ نَصِيحَتَكَ بِالنَّمِيمَةِ مَا يَجِدُ مِنْ سُوءِ الْحِسَابِ فِي الْعَاقِبَةِ.[3]

جو کوئی تجھے بدگوئی کے ساتھ نصیحت کرے اس کے لیے سوئے محاسب کافی ہے۔

۱۰۔ پانچ خصلتیں

خَمْسٌ مَنْ لَمْ تَكُنْ فِيهِ فَلَا تَرْجُوهُ لِشَيْءٍ مِنَ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ مَنْ لَمْ تَعْرِفِ الْوَثَاقَةَ فِي أَرُومَتِهِ وَالْكَرَمَ فِي طِبَاعِهِ وَالرَّصَانَةَ فِي خُلُقِهِ وَالنُّبْلَ فِي نَفْسِهِ وَالْمَخَافَةَ

---

[1] ایضاً۔

[2] ایضاً: ص ۳۵۰۔

[3] نزہۃ الناظر: ص ۱۲۸۔

maablib.org

لِمُرَبِّيهِ.[1]

جس میں بھی یہ پانچ خصلتیں نہ ہوں دنیا و آخرت میں اس کے لیے کوئی امید نہ رکھنا: قابل اعتماد شخصیت کا مالک ہونا، کریم طبیعت، معتدل اور ثابت اخلاق، شریف نفس اور خدا کا خوف۔[2]

۱۱۔ خاموشی

إِنَّ الصَّمْتَ يَكْسِبُ الْمَحَبَّةَ إِنَّهُ دَلِيلٌ عَلَى كُلِّ خَيْرٍ.[3] إِنَّ اللهَ يُبْغِضُ الْقِيلَ وَ الْقَالَ.[4] [لقد قال رسول الله ص لعلی ع][5] يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ تَكُونُ الْعَافِيَةُ فِيهِ عَشَرَةَ أَجْزَاءٍ تِسْعَةٌ مِنْهَا فِي اعْتِزَالِ النَّاسِ وَ وَاحِدٌ فِي الصَّمْتِ.[6] إِنَّ الْعَابِدَ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَمْ يَكُنْ عَابِداً حَتَّى يَصْمُتَ عَشْرَ سِنِينَ فَإِذَا صَمَتَ عَشْرَ سِنِينَ كَانَ عَابِداً.[7]

خاموشی محبت جذب کرنے کا سبب اور ہر خیر کی رہنما ہے۔ خداوند متعال قیل و

---

[1] تحف العقول: ص ۴۴۲.

[2] اعیان الشیعہ: ج ۴، ص ۱۹۲، قسم ۲.

[3] تحف العقول: ص ۴۴۵.

[4] ایضا: ۴۴۳.

[5] یہ حصہ مقرم نے نقل کیا ہے لیکن حدیث میں موجود نہیں ہے. مترجم

[6] تحف العقول: ۴۴۶.

[7] قصص الانبیاء راوندی: ص ۱۶۰. مؤلف نے بالمعنی نقل کیا تھا ہم نے حدیث کا متن مصدر کے مطابق نقل کیا ہے. مترجم.

قال کو پسند نہیں کرتا۔ رسول اللہ ﷺ نے امیر المومنینؑ سے فرمایا: ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں عافیت کے دس اجزاء میں سے نو لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرنے اور دسواں سکوت اور خاموشی اختیار کرنے میں ہو گا۔ بنی اسرائیل میں عابد اسے کہتے تھے جو دس سال تک سکوت اور خاموشی اختیار کرتا تھا۔

۱۲۔ صلہ رحمی

صِلْ رَحِمَكَ وَلَوْ بِشَرْبَةٍ مِنْ مَاءٍ وَأَفْضَلُ مَا تُوصَلُ بِهِ الرَّحِمُ كَفُّ الْأَذَى عَنْهَا وَقَالَ فِي كِتَابِ اللهِ ﴿لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى﴾ [21]

اپنے رشتے داروں سے میل ملاپ رکھو چاہے پانی پینے کی حد تک ہی کیوں نہ ہو۔ بہترین صلہ رحمی انہیں اذیت پہنچانے سے پرہیز کرنا ہے جیسا کہ خدائے متعال فرماتا ہے: اپنے صدقات کو احسان جتلا کر ضائع نہ کرو۔

۱۳۔ نفس کا محاسبہ کرنا

مَنْ حَاسَبَ نَفْسَهُ رَبِحَ وَمَنْ غَفَلَ عَنْهَا خَسِرَ وَمَنْ خَافَ أَمِنَ وَمَنِ اعْتَبَرَ أَبْصَرَ وَمَنْ أَبْصَرَ فَهِمَ وَمَنْ فَهِمَ عَقَلَ... أَفْضَلُ الْمَالِ مَا وُقِيَ بِهِ الْعِرْضُ. [3]

جو بھی اپنے نفس کا محاسبہ کرے گا فائدے میں رہے گا، اور جو بھی اس سے غافل

---

[1] سورۃ البقرۃ: ۲۶۶.

[2] تحف العقول: ص ۴۴۵.

[3] العدد القویۃ: ص ۳۰۰.

رہے گا، نقصان اٹھائے گا۔ جو بھی خوف (خدا) کھائے گا امان میں رہے گا، جو کوئی بھی نصیحت و عبرت پکڑے گا وہ عقل پالے گا، ہر صاحب عقل فہم پالے گا، اور ہر صاحب فہم دانا ہو جائے گا۔ بہترین مال وہ ہے جو انسان کی عزت کی حفاظت کرے۔

۱۴۔ مومن کا غصہ

اَلْمُؤْمِنُ إِذَا غَضِبَ لَمْ يُخْرِجْهُ غَضَبُهُ عَنْ حَقٍّ وَ إِذَا رَضِيَ لَمْ يُدْخِلْهُ رِضَاهُ فِي بَاطِلٍ وَ إِذَا قَدَرَ لَمْ يَأْخُذْ أَكْثَرَ مِنْ حَقِّهِ.[1]

جب بھی مومن غصے میں آتا ہے تو اس کا غصہ اسے حق کے دائرے سے باہر نہیں کرتا اور اگر راضی ہو تو اس کی رضایت اسے باطل کی طرف نہیں لے جاتی اور اگر اسے قدرت حاصل ہو جائے تو وہ اپنے حق سے زیادہ کا مطالبہ نہیں کرتا۔[2]

۱۵۔ رسول ﷺ کی ذریت کی جانب نگاہ کرنا

النَّظَرُ إِلَى ذُرِّيَّتِنَا عِبَادَةٌ فَقِيلَ لَهُ يَا ابْنَ رَسُولِ اللهِ النَّظَرُ إِلَى الْأَئِمَّةِ مِنْكُمْ عِبَادَةٌ أَوِ النَّظَرُ إِلَى جَمِيعِ ذُرِّيَّةِ النَّبِيِّ ص قَالَ بَلِ النَّظَرُ إِلَى جَمِيعِ ذُرِّيَّةِ النَّبِيِّ ص عِبَادَةٌ مَا لَمْ يُفَارِقُوا مِنْهَاجَهُ وَلَمْ يَتَلَوَّثُوا بِالْمَعَاصِي.[3]

فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی ذریت کی جانب نگاہ کرنا عبادت ہے۔ پوچھا گیا: یا ابن

---

[1] العدد القویہ: ص ۲۹۳. البحار ۷۸/ ۳۵۲.

[2] بحار الانوار: ج ۱۷، ص ۲۰۶ الی ۲۱۰.

[3] عیون اخبار الرضا: ج ۲، ص ۵۱.

رسول اللہ ﷺ ائمہ پر نگاہ کرنا عبادت ہے یا تمام ذریت پر؟ فرمایا: تمام ذریت کو دیکھنا عبادت ہے مگر اس وقت تک جب تک وہ گناہوں سے پرہیز کرتے رہیں۔[1]

۱۶۔ توکل و تواضع کی سرحد

حَدُّ التَّوَكُّلِ... أَنْ لَا تَخَافَ مَعَ شَاللّٰهِ أَحَداً... حَدُّ التَّوَاضُعِ... أَنْ تُعْطِيَ النَّاسَ مِنْ نَفْسِكَ مَا تُحِبُّ أَنْ يُعْطُوكَ مِثْلَهُ[2]

توکل کی سرحد یہ ہے کہ خدا پر توجہ رکھتے ہوئے کسی سے نہ ڈرے، اور تواضع کی حد یہ ہے کہ لوگوں کو وہ بخش دے جو تو چاہتا ہے کہ وہ تجھے بخش دیں۔

۱۷۔ ایام نظافت

تقليم الاظفار يوم الثلثاء، والاستحمام يوم الاربعاء، الحجامة يوم الخميس؛ والتطيب يوم الجمعة.[3]

سہ شنبہ کے روز ناخن کاٹنا، چہار شنبہ کے روز حمام جانا، پنج شنبہ کے دن حجامت کرنا اور روز جمعہ خوشبو لگانا اچھا ہے۔

۱۸۔ واجبات اور ترک محرمات

«لَا يَزَالُ الْعَبْدُ يَسْرِقُ حَتَّى إِذَا اسْتَوْفَى ثَمَنَ يَدِهِ، أَظْهَرَهَا اللّٰهُ عَلَيْهِ».[1]

---

[1] روضۃ الواعظین: ص ۲۳۴۔

[2] امالی صدوق: ص ۲۴۰۔

[3] ان الفاظ سے یہ حدیث مترجم کو کسی مصدر میں نہیں ملی۔

بندہ ہمیشہ سرقت کے درپے ہوتا ہے، مگر یہ کہ جو مال خدا نے اس کے اختیار میں دیا ہے اسے ادا کرے۔ (یعنی انجام واجبات اور ترک محرمات)

۱۹۔ پردہ ستاریت

لَوْتَكَاشَفْتُمْ مَاتَدَافَنْتُمْ.[2]

اگر تمہارا باطن آشکار ہو جائے (تو نفرت کی وجہ سے) ایک دوسرے کو دفن بھی نہیں کروگے۔[3]

---

[1] الکافی: ج ۶، ص ۲۶۱.

[2] عیون اخبار الرضا: ج ۲، ص ۵۳.

[3] عیون اخبار الرضا: ص ۱۵۵، ۱۶۰، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۶.

امام رضا علیہ السلام ہارون رشید کے دور حکومت میں

ہارون نے علویوں پر بہت سختی کی، نمونے کے طور پر درج ذیل واقعات پر توجہ فرمائیں:

۱۔ ہارون نے آدھی رات میں حمید بن قحطبہ طائی طوسی کو بلا بھیجا، وہ آیا، جیسے ہی وہ اس کے سامنے آکر کھڑا ہوا، اس سے پوچھا: امیر المومنین کی کس حد تک فرمانبرداری کرتا ہے؟ اس نے کہا: ہارون پر میری جان و مال فدا! اس نے سر جھکا لیا اور اسے گھر واپس جانے کی اجازت دے دی۔ تھوڑی دیر بعد پھر اسے بلایا اور پوچھا: امیر المومنین کی کس حد تک فرمانبرداری کا دم بھرتا ہے؟ بولے: میری جان، مال، بیوی بچے تجھ پر فدا! ہارون ہنسا اور اسے جانے کی اجازت دے دی۔ تیسرا بار پھر بلایا اور یہی سوال کیا۔ اس بار حمید بن قحطبہ نے کہا: میری جان، مال، بیوی بچے یہاں تک کہ میرا دین بھی تجھ پر قربان۔ وہ بڑا خوش ہوا اور حکم دیا کہ خادم جو حکم بھی دے اسے انجام دے۔ خادم اسے ایک کمرے میں لے گیا جہاں طوق و زنجیر میں جکڑے پیر و جوان بیس سید موجود تھے۔ خادم نے کہا: ان کی گردن مار دے اور ان کے جسم کنویں میں پھینک دے۔ اس خون کی ہولی کے بعد اسے ایک دوسرے حجرے میں لے گیا جہاں اولاد علی و بتول ؑ سے تعلق رکھنے والے بیس افراد موجود تھے۔ حمید ملعون نے ان سب کو قتل کر ڈالا۔ خادم اسے تیسرے گھر میں لے گیا، وہاں بھی بیس سید موجود تھے، اس جلاد نے ایک ایک کر کے ان سب کو بھی قتل کر دیا۔ ان میں سے آخری شخص جو ایک سن رسیدہ سید تھا اس نے حمید سے کہا:

وائے ہو تجھ پر، روز قیامت کیا جواب دے گا جب ہمارے جد رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا جائے گا جبکہ تو ان کی اولاد کو بنا جرم و خطا قتل کر رہا ہے؟؟ یہ بات سن کر حمید لرز کر رہ گیا۔ لیکن خادم اس بوڑھے سید کو بھی آگے لے آیا اور حمید نے اسے بھی قتل کر دیا۔ حمید اس کے بعد رو رو کہتا تھا: کوئی عمل بھی مجھے فائدہ نہیں دے سکتا۔[1]

۲۔ محمد بن امام صادقؑ نے مدینے میں قیام کیا۔ ہارون نے ایک شخص بنام جلودی[2] مع لشکر مدینے بھیجا تاکہ وہ ان کی سرکوبی کر سکے۔ اسے حکم دیا کہ علویوں کے گھر غارت کر دے ان کے زیورات لوٹ لے یہاں تک کہ خواتین کے پہنے ہوئے لباسوں کے علاوہ بقیہ لباس بھی لوٹ لے۔ یہ غارتگری امام موسیٰ کاظمؑ کی شہادت کے بعد ہوئی۔ جلودی نے ان تمام احکامات پر عمل کیا۔ اس کی فوج نے امام رضاؑ کے گھر پر حملہ کر دیا، مستورات ڈر و خوف کے مارے ایک حجرے میں جمع ہو گئیں۔ امام رضاؑ نے ان سے فرمایا: انہیں چھوڑ دو! جو کچھ ہے وہ سب میں تمہیں یہیں لا دیتا ہوں۔ امام نے قسم کھائی کہ مستورات کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ لا کر دے دیں گے۔ جلودی ملعون ساتھ کھڑا ہو گیا اور امام نے ان سے تمام زیورات اور لباس لا کر اس جلودی ملعون کے حوالے کر دیے۔[3]

---

[1] عیون اخبار الرضا: ص ۶۱ [ج ۱، ص ۱۱۰]

[2] تاریخ یعقوبی: ج ۳، ص ۱۷۶، میں آیا ہے کہ اس کا نام عیسیٰ بن یزید جلودی تھا۔

[3] عیون اخبار الرضا: ص ۲۹۴۔

۳۔ اس خونخوار زمانے میں امام رضاؑ لوگوں کے لیے بیٹھک کا بندوبست فرماتے۔ شیعہ امام کی زندگی کو لے کر کافی خوفزدہ تھے۔ امام نے ان سے فرمایا: تم لوگ اس خوف و ترس والے زمانے میں اپنی شہرت کا سبب بنے ہو جبکہ تم دیکھ رہے ہو کہ ہارون کی تلوار سے خون ٹپک رہا ہے۔ امام نے فرمایا: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ص إِنْ أَخَذَ أَبُو جَهْلٍ مِنْ رَأْسِي شَعْرَةً فَاشْهَدُوا أَنِّي لَسْتُ بِنَبِيٍّ وَ أَنَا أَقُولُ لَكُمْ إِنْ أَخَذَ هَارُونُ مِنْ رَأْسِي شَعْرَةً فَاشْهَدُوا أَنِّي لَسْتُ بِإِمَامٍ۔ [1] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر ابو جہل میرے سر کا ایک بال بھی بیکا کر دے تو گواہ رہنا میں رسول نہیں ہوں۔ میں بھی کہتا ہوں: اگر ہارون میرے سر کا ایک بھی بال بیکا کر دے تو گواہ رہنا میں امام نہیں ہوں۔

۴۔ ایک دن ہارون مسجد الحرام میں تھا۔ امام بھی اسی دن مسجد سے باہر تشریف فرما تھے اور فرما رہے تھے: مَا أَبْعَدَ الدَّارَ وَ أَقْرَبَ اللِّقَاءَ يَا طُوسُ سَتَجْمَعُنِي وَ إِيَّاهُ۔ کتنا دور ہے گھر اور کتنا نزدیک ہے دیدار کا وقت۔ اے طوس! (تو) بہت جلد مجھے اور اسے ایک جگہ جمع کر دے گا ان دو کی طرح، اس کے بعد امام نے اپنے ہاتھ کی دونوں انگلیوں کو ایک دوسرے سے نزدیک کر کے دکھایا۔ پھر امام رضاؑ کو ہارون کے ساتھ دفن کیا گیا، اور یوں اس حدیث سے امام کا کیا مطلب تھا وہ واضح ہو گیا۔ [2]

دعبل خزاعی اس بارے میں کہتے ہیں:

أَرْبَعْ بِطُوسَ عَلَى قَبْرِ الزَّكِيِّ بِهِ إِنْ كُنْتَ تَرْبَعُ مِنْ دِينٍ عَلَى وَطَرٍ

---

[1] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۳۳۹.

[2] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۲، ص ۳۹۵ [ج ۴، ص ۳۴۰].

قَبْرَانِ فِي طُوسَ خَيْرُ النَّاسِ كُلِّهِمُ ... وَقَبْرُ شَرِّهِمُ هَذَا مِنَ الْعِبَرِ

مَا يَنْفَعُ الرِّجْسُ مِنْ قُرْبِ الزَّكِيِّ وَلَا ... عَلَى الزَّكِيِّ بِقُرْبِ الرِّجْسِ مِنْ ضَرَرٍ

هَيْهَاتَ كُلُّ امْرِئٍ رَهْنٌ بِمَا كَسَبَتْ ... لَهُ يَدَاهُ فَخُذْ مَا شِئْتَ أَوْ فَذَرْ

ترجمہ: طوس میں اس امام پاک کے پاس سکونت اختیار کر اس جیسے مکان میں تجھے کبھی بھی سکونت اختیار کرنا نصیب نہیں ہو گی۔ طوس میں دو قبریں ہیں۔ ان میں سے ایک تو بہترین انسان کی قبر ہے اور دوسری پلید ترین انسان کی جو نشان عبرت ہے۔ اس وجود مقدس کے ساتھ ہم جوار ہونا اس پلید لئیم کو کوئی فائدہ نہ دے گا ویسے ہی جیسے اس وجود مقدس کا اس پست و شریر موجود کے ساتھ ہونا اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ ہاں ہر کوئی اپنے اعمال کے ساتھ ہے۔ لہذا اگر چاہتا ہے تو عبرت و حقائق سے نصیحت پکڑ اور سبق لے اور چھوڑ دے اور گزر جا۔[1]

---

[1] الاغانی: ج ۱۸، ص ۵۷ [عیون اخبار الرضا: ج ۲، ص ۲۵۱]

امام رضاؑ مامون کے دور حکومت میں

امر امامت امام میں وسعت، لوگوں کے درمیان امام کی محبوبیت اور عام عوام کی ان کی جانب توجہ کی وجہ سے مامون اپنے کینے اور حسادت کی آگ چھپا نہ سکا۔ لہذا اس نے لوگوں اور امام کے رابطے کے درمیان رکاوٹ بننے کا حکم صادر کیا۔[1] اس کے بعد امام کو مدینے سے خراسان بلالیا۔

اس سے پہلے کہ امام مدینے سے نکلتے، اپنے جد بزرگوار رسول اللہ ﷺ سے وداع ہونے ان کے حرم مطہر گئے۔ اندرونی غم نے امام کے چہرے پر آنسوؤں کو موتیوں کی طرح جاری کر دیا تھا۔ آہستہ آہستہ امام کے گریے کی آواز بلند ہوئی گئی۔ اس وقت امام نے اپنے بیٹے امام تقیؑ کو قبر کی دیوار سے لگا کر رسول اللہ ﷺ سے ان کی حفاظت کی درخواست کی۔

اس کے بعد اپنے تمام وکلاء کو حکم دیا کہ امام تقیؑ کی بات پر کان دھریں اور ان کے حکم کی اطاعت کریں نیز ان کی مخالفت سے پرہیز کریں۔ اپنے قابل اعتماد اصحاب سے فرمایا کہ امام تقیؑ میرے قائم مقام اور جانشین ہیں۔ اس کے بعد اپنے تمام گھر والوں کو جمع کیا، ان کے درمیان بارہ ہزار دینار تقسیم کیے اور فرمایا کہ امام رضاؑ پر گریہ کریں۔ امام نے ۲۰۰ ہجری میں مامون کے ارادے پر بصرے کے راستے سے (خراسان کی) راہ لی۔[2]

---

[1] عیون اخبار الرضا: ص ۳۰۳۔

[2] اثبات الوصیہ: ص ۶۷ ا طہند۔

مامون کی جانب سے فضل بن سہل کا ایک رشتہ دار بنام رجاء بن ابی ضحاک امام کو مدینے سے طوس لانے پر مامور تھا۔[1] مامون نے اسے حکم دیا تھا کہ شب و روز امام کے ہمراہ رہے اور ایک لمحے کے لیے بھی ان سے جدا نہ ہو اور غفلت نہ برتے اور امام کو بصرہ، اہواز اور فارس کے راستے خراسان لائے اور کوفے کا راستہ اختیار نہ کرے۔[2] نیز کوشش کرے کہ شہروں میں رہنے والے امام کے سفر سے آگاہ نہ ہوں۔

[1] تاریخ یعقوبی: ج ۳، ص ۱۷۶۔

[2] الخرائج والجرائح: ص ۱۰۴ ملخصاً۔

امام کا مدینے سے خراسان کا سفر

منزل بہ منزل

شہر نباج:[1]

امام کو بنا کسی پیشگی اطلاع و خبر کے مخفیانہ طور پر شہروں سے گزارا جا رہا تھا یہاں تک کہ وہ شہر نباج پہنچے اور جس مسجد میں تمام حاجی قیام کرتے تھے، امام نے اسی میں نزول اجلال فرمایا۔ ابو حبیب کہتا ہے:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ وہ شہر نباج کی مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ میں نے انہیں سلام کیا، ان کے سامنے صیحانی کھجوروں کا ایک طبق موجود تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس میں سے ایک مٹھی بھر کر مجھے عطا کیں، جب انہیں گنا تو وہ اٹھارہ عدد تھیں۔ میں نے اس خواب کی خود سے یہ تعبیر کی کہ میں اٹھارہ سال اور جیوں گا۔ اس کے بیس دن بعد امام علی بن موسیٰ الرضاؑ جو مدینے سے نکلے تھے، شہر نباج کی مسجد میں پہنچے۔ میں نے دیکھا کہ لوگ امام کی زیارت کے شوق میں تیزی کے ساتھ جوق در جوق مسجد کی طرف جا رہے ہیں۔ میں بھی امام کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ امام اسی مقام پر بیٹھے ہیں جہاں خواب میں رسول اللہ ﷺ کو تشریف فرما دیکھا تھا اور امام کے سامنے بھی ویسے ہی ایک طبق موجود تھا جس میں صیحانی

---

[1] نباج بصرہ سے دس منزل کے فاصلے پر واقع ہے. عبد اللہ بن عامر بن کریز نے وہاں سے پانی نکالا اور کھجور کے درخت اگائے، اس کی اولاد اور اہل قبیلہ وہیں رہا کرتے تھے. معجم البلدان: ج۸، ص ۲۴۳.

کھجوریں رکھی تھیں۔ امام نے ایک مٹھی بھری اور مجھے عطا فرمائی، گنیں تو اٹھارہ تھیں۔ میں نے امام سے بیشتر کھجوروں کی درخواست کی۔ امام نے جواباً فرمایا:

لَوْ زَادَكَ جَدِّي رَسُولُ اللّٰهِ ص لَزِدْنَاكَ.

اگر میرے نانا نے زیادہ دی ہوتیں تو میں بھی دے دیتا۔[1]

اہواز:

امام کا کاروان اہواز پہنچا، ایک شخص بنام ابوہاشم جعفری جس نے امام کو اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا، امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا تعارف کروایا۔ امام چونکہ کچھ علیل تھے لہذا آپ نے نیشکر نامی درخت کی شاخ مانگی۔ بتایا گیا کہ وہ سردیوں کے علاوہ نہیں ملتی۔ امام نے ابوہاشم سے فرمایا: شاذروان سے آگے جا، وہاں گندم کا ایک کھیت دکھائی دے گا، ادھر ایک سیاہ فام شخص ہوگا اسے معلوم ہے کہ نیشکر کہاں سے ملے گی۔

ابوہاشم امام کے حکم پر اس جانب گئے تو سیاہ فام شخص کو اس کھیت کے پاس پایا، اس نے نیشکر کی جگہ بتائی اور میں نے اس سے اس قدر لے لی جس قدر ضرورت تھی۔ (جس طبیب سے یہ ملی تھی) اس نے ابوہاشم سے پوچھا: یہ بزرگوار کس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں؟ ابوہاشم نے کہا: وہ سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کے بیٹے ہیں۔ اس نے پوچھا کیا ان میں نبوت کی نشانیوں میں سے کوئی پائی جاتی ہے؟ کہا: میں نے ان میں کچھ

---

[1] اعلام الوریٰ: ص۱۸۶[ص:۳۳۲]؛ صواعق المحرقہ: ص ۱۲۲. [امالی طوسی: ص ۱۱۳؛ امالی مفید: ص۳۳۶]

نشانیوں کا مشاہدہ کیا ہے، البتہ وہ نبی نہیں بلکہ وصی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ ہیں۔ جب یہ خبر مامون کے مامور کردہ شخص کو پہنچی، تو اس نے کہا: اگر امام یہاں زیادہ دیر رکے تو اہل علاقہ ان کے محب اور دیدار کے مشتاق ہو جائیں گے، لہٰذا باوجود اس کے کہ امام علیل تھے اس نے امام کو وہاں سے کوچ کرنے کو کہلا بھیجا۔[1]

نیشابور:[2]

کاروان نیشاپور پہنچا، ابوزرعہ رازی اور احمد بن اسلم طوسی جو حافظان حدیث میں سے تھے اہل علم کے ایک جمع غفیر کے ساتھ امام کی خدمت میں پہنچے۔ امام اس وقت ایک سیاہ و سفید رنگ کے خچر پر رکھی ہودج میں سوار تھے اور وہ خچر لوگوں کے ازدحام کی وجہ سے تھک چکا تھا۔ انہوں نے امام کو ان کے اجداد طاہرین علیہم السلام کی قسم دی تا کہ وہ اپنا رخ زیبا شمس الشموس ان کے لیے نمایاں فرمائیں اور اپنے اجداد سے کوئی حدیث نقل فرمائیں۔

---

[1] الخرائج والجرائح: ص ۴۰۱ طہند.

[2] نیسابور (نون پر زبر کے ساتھ) لیکن لوگ اسے نیشابور کہتے ہیں (اور بعض اسے نیشاپور بھی کہتے ہیں) کہتے ہیں کہ ساسانی بادشاہ شاپور نجومیوں کے کہنے پر اپنی مملکت سے نکلا، اس کے ساتھی اس کی تلاش میں نکلے جب اس مقام پر پہنچے تو اسے نہ پایا، انہوں نے کہا: نیست ساپور، اس کے بعد یہ علاقہ نیشابور کے نام سے مشہور ہو گیا۔ مسلمانوں نے عمر کے دور خلافت میں احنف بن قیس کی سربراہی میں اس شہر پر قبضہ کیا لیکن یہاں کے مکینوں نے عثمان کے دور میں پیمان شکنی کی جو ۳۱ ہجری میں دوبارہ عبد اللہ بن عامر بن کریز کے ہاتھوں فتح ہوا۔ معجم البلدان.

جیسے ہی امام نے ہودج کا پردہ ہٹایا نور قدوس الہی کی چھوٹ حاضرین پر پڑی، لوگوں نے خلیفۃ اللہ کے عظمت و جلال کا مشاہدہ کیا، بعض عاشقان ولایت کی آنکھوں سے اشکوں کی جھڑی چھوٹ پڑی، بعض نے تکبیر و تقدیس کے نعرے بلند کیے، بعض نے خچر کے پیر چومے، شوق و عشق سے سرشار شور و شیون نے آسمان سر پر اٹھالیا۔

علماء نے لوگوں کو خاموش کروایا، جب وہ خاموش ہوئے تو خورشید ولایت نے اپنا سر ہودج سے باہر نکالا اور گویا ہوئے:

سَمِعْتُ أَبِي مُوسَى بْنَ جَعْفَرٍ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبِي جَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبِي مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبِي عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبِي الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبِي أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ ع يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ص يَقُولُ سَمِعْتُ اللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ حِصْنِي فَمَنْ دَخَلَ حِصْنِي أَمِنَ مِنْ عَذَابِي قَالَ فَلَمَّا مَرَّتِ الرَّاحِلَةُ نَادَانَا بِشُرُوطِهَا وَ أَنَا مِنْ شُرُوطِهَا.

مجھے میرے بابا موسیٰ کاظمؑ نے، انہیں ان کے بابا جعفر صادقؑ نے، انہیں ان کے بابا محمد باقرؑ نے انہیں ان کے بابا علی بن الحسینؑ نے، انہیں ان کے بابا حسین بن علیؑ شہید کربلا نے، انہیں ان کے بابا امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ شہید ارض کوفہ نے، انہیں ان کے بھائی اور چچازاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے، انہیں جبرائیل نے خبر دی اور جبرائیل نے خدا سے سنا کہ وہ فرماتا ہے: کلمہ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جو اس میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے امان میں ہے۔

اس کے بعد امام رضاؑ نے کچھ آگے چل کر فرمایا:

لیکن اس کی کچھ شرائط ہیں اور میں ان شرائط میں سے ایک ہوں۔[1]

مرحوم شیخ حسن نجفی صاحب جواہر الکلام[2] اعلیٰ اللہ مقامہ فرماتے ہیں: میں نے بارہا اس حدیث کو ایک کاسے میں لکھ کر پانی سے دھو کر اور اس پانی میں ذرا سی خاک شفا ملا کر پیا ہے اور فوراً اثر دیکھا ہے۔ میں نے اس بارے میں امیر المومنینؑ کو خواب میں بھی دیکھا تھا جو اس عمل کی تائید کرتا ہے البتہ شرط یہ ہے کہ پانچ قروش صدقہ نکالا جائے۔ (اس وقت کی عراقی کرنسی کا نام تھا)[3]

---

[1] عیون اخبار الرضا: ص ۲۷۵ [ج ۲، ص ۱۳۵]؛ امالی صدوق [ص: ۲۳۵]

[2] آیت اللہ العظمیٰ شیخ محمد حسن نجفی جو شیخ الفقہاء اور امام المحققین کے نام سے مشہور ہیں سن ۱۲۶۶ ہجری میں اس دار فانی سے رخصت ہوئے. انہوں نے پہلی بار فقہ استدلالی کا ایک پورا دورہ ۴۲ مجلدات میں تالیف کیا جو شرائع الاسلام کی شرح میں ہے. یہ کتاب کئی مرتبہ طبع ہو چکی ہے. (مترجم)

[3] کتاب الجواہر کتاب الطہارت باب کفن اور کتاب کشف الغمہ: ص ۲۷۱ میں وارد ہوا ہے: ایک بادشاہ نے حکم دیا تھا کہ اس حدیث کو سونے سے لکھ کر اس کے ساتھ دفن کر دیا جائے، مرنے کے بعد اسے خواب میں دیکھا گیا، پوچھا: خدا نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ کہا: کلمہ لا الہ الا اللہ کہنے اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی گواہی دینے کی وجہ سے مجھے بخش دیا گیا. صاحب جواہر کہتے ہیں: اسی وجہ سے یہ حدیث، "حدیث سلسلۃ الذھب" کے نام سے مشہور ہوئی. تاریخ بغداد: ج ۹، ص ۳۸۶ میں آیا ہے: آل طاہر میں سے ایک بزرگ نے اس حدیث شریف کو "سعوط المجانین" کا نام دیا ہے.

یہ حدیث بڑی وضاحت کے ساتھ خدا کی وحدانیت کی گواہی کے اثر کی نشان گر ہے، لیکن اس صورت میں کہ رسول اللہ ﷺ کے جانشین کی امامت قبول کی جائے کیونکہ حدیث ثقلین میں ائمہ کو قرآن کے ساتھ رکھا گیا ہے۔ حدیث ثقلین میں آیا ہے:

إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللهِ وَ عِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوا ابداً.

میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں ایک کتاب اللہ اور دوسری میری عترت اہلبیتؑ، جب تک ان دونوں نے متمسک رہو گے ہرگز گمراہ نہیں ہوگے۔

ائمہ سے منقول متواتر روایات اس حدیث کے مضمون کی تائید کرتی ہیں خدا کی اطاعت وبندگی کا لازمہ اور شرط ائمہ کی محبت اور ان کی ولایت کو قبول کرنا ہے۔ نمونے کے طور پر درج ذیل روایات کی جانب توجہ فرمایئے:

۱۔ امیر المومنینؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

فَدَعَائِمُ الْإِسْلَامِ وَ هِيَ خَمْسُ دَعَائِمَ وَ عَلَى هَذِهِ الْفَرَائِضِ بُنِيَ الْإِسْلَامُ فَجَعَلَ سُبْحَانَهُ لِكُلِّ فَرِيضَةٍ مِنْ هَذِهِ الْفَرَائِضِ أَرْبَعَةَ حُدُودٍ لَا يَسَعُ أَحَداً جَهْلُهَا أَوَّلُهَا الصَّلَاةُ ثُمَّ الزَّكَاةُ ثُمَّ الصِّيَامُ ثُمَّ الْحَجُّ ثُمَّ الْوَلَايَةُ وَ هِيَ خَاتِمَتُهَا وَ الْحَافِظَةُ لِجَمِيعِ الْفَرَائِضِ وَ السُّنَنِ.

اسلام کے پانچ ستون ہیں۔ پہلے چار تو اس حد تک واجب بتائے گئے ہیں کہ اگر ان

میں سے کسی کو کوئی چیز معلوم نہ ہوئی تب بھی اس کا عذر قبول نہیں کیا جائے گا۔ یہ نماز، زکات، روزہ اور حج ہیں ان کا آخر ولایت ہے جو تمام واجبات اور مستحبات کی محافظ ہے۔[1]

۲۔ امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں:

فَجُعِلَ فِي أَرْبَعٍ مِنْهَا رُخْصَةٌ وَ لَمْ يُجْعَلْ فِي الْوَلَايَةِ رُخْصَةٌ مَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ الزَّكَاةُ وَ مَنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ مَالٌ فَلَيْسَ عَلَيْهِ حَجٌّ وَ مَنْ كَانَ مَرِيضاً صَلَّى قَاعِداً أَوْ أَفْطَرَ شَهْرَ رَمَضَانَ وَ الْوَلَايَةُ صَحِيحاً كَانَ أَوْ مَرِيضاً أَوْ ذَا مَالٍ أَوْ لَا مَالَ لَهُ فَهِيَ لَازِمَةٌ وَاجِبَةٌ.[2]

خدا نے ان چار یعنی نماز، روزہ، حج، زکات کے لیے رخصت عنایت فرمائی ہے، بیمار بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے، ماہ رمضان کے روزے چھوڑ سکتا ہے، جس کے پاس مال نہ ہو اس پر زکات اور حج واجب نہیں ہے۔ لیکن ولایت کے بارے میں کوئی رخصت نہیں، خدا نے اسے سالم و بیمار اور غنی و فقیر (سب) پر لازم کیا ہے۔[3]

۳۔ امام صادقؑ نے فرمایا:

عَمِلَ النَّاسُ بِأَرْبَعٍ وَ اسْتَخَفُّوا بِالْخَامِسَةِ وَ اللَّهِ لَا يَسْتَكْمِلُوا الْأَرْبَعَ حَتَّى يَسْتَكْمِلُوهَا بِالْخَامِسَةِ.

---

[1] المحکم والمتشابہ: سید مرتضیٰ: ص ۸۷۔ [وسائل الشیعہ: ج ۱، ص ۲۸]

[2] مؤلف نے بالمعنی نقل کی تھی ہم نے اصل مصدر کے مطابق نقل کی ہے۔

[3] الخصال: ج ۱، ص ۱۳۳ [ص ۲۷۸]

لوگوں نے چار چیزوں پر عمل کیا یعنی نماز، روزہ، حج اور زکات۔ لیکن پانچویں چیز کو سبک شمار کیا خدا کی قسم ان چار چیزوں کو پانچویں چیز یعنی ولایت کے بغیر کامل نہیں کیا جاسکتا۔[1]

سرخس:[2]

جب امام سرخس پہنچے تو آپ سے متعدد معجزات و کرامات ظاہر ہوئیں۔ ان کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ مامون کے مامور و جاسوس لوگوں کی امام کی جانب توجہ سے بہت زیادہ ناراض اور مغضوب ہوئے اور ان کے دلوں میں آتش کینہ شعلہ ور ہو گئی۔ اسی وجہ سے انہوں نے امام کو قید (نظر بند) کر دیا اور لوگوں کو امام کے انوار قدوسی اور علوم سے استفادہ کرنے سے محروم کر دیا۔ فقط ابو صلت تھے جو مامون کے زندان بانوں کو کچھ درہم و دینار دے کر امام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

جب ان پر نور امامت کی چھوٹ پڑی اور حجت الٰہی کو ظالمین کی قید میں دیکھا تو ان کے آسمان قلب سے آنسوں کے مروارید زمین رخسار پر برسنے لگے۔ عرض کی: بعض اہلسنت کہتے ہیں کہ ائمہ کا دعویٰ ہے کہ لوگ ان کے بندے ہیں!!! امام اس تہمت سے غضبناک ہوئے اور فرمایا:

اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ شَاهِدٌ... بِمَا لَنَا

[1] مستدرک الوسائل، محدث نوری: ج۱، ص۵[ص۷۵]، نقل از بشارۃ المصطفیٰ [ص:۱۰۸]

[2] خراسان کے پاس موجود ایک قدیم شہر ہے جو شہر مرو اور نیشاپور کے درمیان واقع ہے. ان دونوں شہروں سے اس کا فاصلہ ایک سا ہے. اس کا نام سرخس رکھا گیا ہے. معجم البلدان.

مِنَ الْمَظَالِمِ عِنْدَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَ اِنَّ هٰذِهِ مِنْهَا.

اے زمین و آسمان کے خالق! اے غیب و شہود کے عالم! تو ان مظالم پر گواہ ہے جو یہ امت ہم پر کرتی ہے اور یہ ان مظالم میں سے ایک ہے۔[1]

مرو:

جب امام مرو پہنچے مامون آپ کے استقبال کے لیے آیا اور لوگوں میں جس قدر ہو سکتا تھا آپ کے فضل و مقام کی بلندی کا تذکرہ کیا۔ البتہ ساتھ ہی اس نے امام کو پنہاں رکھنے کی پوری پوری کوشش کی۔ اس کے کچھ عرصے بعد اس نے امام کو اپنا جانشین بنانے اور انہیں خلافت سونپنے کا ارادہ کر لیا۔

عبد اللہ بن سہل بن نوبخت جو مامون کا محرم راز تھا اس ارادے کے بارے میں کہتا ہے: مامون جانتا تھا کہ آل علیؑ خود کو بنی عباس سے مخفی رکھتے ہیں اور عام لوگ ان کے ویسے ہی معتقد ہیں جیسے وہ انبیاء کے معتقد ہیں۔ ان کے بارے میں غلو آمیز باتیں کرتے ہیں جو انہیں شریعت سے خارج کر دیتی ہیں، لہٰذا اس نے آل علیؑ کے ساتھ لڑنے کا ارادہ کیا۔ البتہ وہ بھانپ چکا تھا کہ اگر آشکار انداز میں جنگ لڑی تو لوگ ان سے اور زیادہ محبت کرنے لگے گے۔ پس بڑی سوچ و بچار کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ آل علیؑ خود کو مخفی رکھنے سے باز آ کر باہر نکلیں اور مجمع میں سامنے آئیں، یوں ان کا فسق اور ستم کاریاں معاشرے کے سامنے آشکار ہو جائیں گی اور یوں مامون کی براہ راست مداخلت کے بغیر ہی یہ لوگوں کی نظر میں ذلیل و خوار اور حقیر ہو جائیں گے نیز

---

[1] عیون اخبار الرضا: ص ۳۱۱ [ج ۲، ص ۱۸۳]

معاشرے میں ان کی تحسین آمیز منزلت پستی اور ذلت میں تبدیل ہو جائے گی۔ لہذا اس نے سوچا:

اگر آل علیؑ کو حکم دیا جائے کہ معاشرے میں آشکار ازندگی گزاریں تو وہ اس سے ڈر کر محتاط ہو جائیں گے اور اجتماعی امور سے اور زیادہ کنارہ کشی اختیار کر لیں گے اور یوں ان کی ہم پر بدبینی اور بدگمانی پہلے سے زیادہ ہو جائے گی۔ لہذا معاشرے میں ان کی حیثیت مجروح کرنے کے لیے انہیں میں سے کسی ایک کو سامنے لانا پڑے گا، اسی کو علم بنایا جائے اور وہ ان کی پیشوائی کریں۔ یوں یہ ہم پر اعتماد کریں گے اور معاشرے میں ظاہر ہو جائیں گے اور بقیہ افراد کی طرح ان کی رفتار، صفات اور اخلاق بھی آشکار ہو جائیں گے اور یوں عام لوگ ان کے اُن احوال سے باخبر ہو جائیں گے جو اب تک مخفی ہیں۔ یوں معاشرے میں ان کی عزت وشان کا پرچم سرنگوں ہو جائے گا اور یہ اپنی پہلی حالت پر لوٹ جائیں گے۔

مامون کے دماغ میں یہ بات روز بروز مستحکم ہوتی چلی گئی، لیکن وہ اپنے خاص بندوں اور قریبی افراد سے بھی اس سازش کو چھپائے رہا۔ فضل بن سہل کے لیے بھی ایسا ظاہر کیا کہ وہ آل علیؑ میں سے ایک فرد کو مقام و منزلت سے نوازنا چاہتا ہے۔ لہذا کافی سوچ بچار اور دقیق حساب وکتاب لگانے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ آل علیؑ میں یہ مقصد حاصل کرنے کے لیے بہترین شخص امام رضاؑ ہیں۔ یوں اس ہدف تک رسائی کے لیے فضل بھی کام پر لگ گیا جبکہ وہ اس کام کی حقیقت واصل علت سے بے خبر تھا۔ لہذا اس نے وہ وقت چنا جب سیارہ مشتری طالع سرطان میں تھا۔

عبد اللہ بن فضل کہتا ہے: میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ اس بیعت کو لے کر مامون کے اصل ارادے اور علت کا پتہ چلاؤں گا اور جانوں گا کہ کیا واقعاً اس کا دل اور زبان ایک ساتھ ہے یا نہیں؟ البتہ یہ کوئی چھوٹا موٹا کام نہیں تھا اور پچھلے خلفاء کی روش کے بھی بالکل خلاف تھا۔ میں نے اسے مخفیانہ طور پر اس مضمون پر مشتمل ایک خط لکھا:

جس زمانے میں ذو الریاستین نے یہ بیعت لینے کا ارادہ کیا ہے وہ اچھا شگون اور انجام نہیں رکھتا۔ ہر چند کہ اس وقت مشتری طالع اور خانہ شرف و عزت میں ہے لیکن سرطان ایک دگرگوں کرنے والا برج ہے اور تربیع میں چوتھا گھر جو آخری مرحلہ ہے، حسن عاقبت مریخ کے لیے ہے جو نحس ہے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ذو الریاستین نے اس مطلب سے غفلت برتی ہے۔ میں نے نامہ پر مہر لگائی اور اس کے ایک بہت ہی با اعتماد خادم کو دے دیا۔ مامون نے اس کے جواب میں لکھا: میں اس بارے میں پہلے سے جانتا ہوں، خدا تجھے اس کی جزائے خیر دے۔ بس جس قدر ہو سکے انتظام کر کے ذو الریاستین اس بات کی جانب متوجہ نہ ہو۔ اگر اس نے اپنی نظر بدل لی تو میں جان لوں گا کہ تو نے ہی اسے خبر دی ہے نہ کہ اسے خود اس بارے میں علم ہوا ہے۔ عبد اللہ بن فضل کہتا ہے: میں مجبوری کے عالم اور مامون ملعون کے ڈر سے اس وقت کو ذو الریاستین کے لیے اچھا انتخاب اور بہترین وقت کہہ کر پیش کرتا رہا تاکہ بیعت کے مراسم انجام پا جائیں اور مامون سے میری جان خلاصی ہو۔[1]

---

[1] اخبار الحکماء، قفطی: ص ۱۴۹؛ سید ابن طاؤوس، فرج المہموم: ص ۱۴۲؛ طبرسی، اعلام الوریٰ: ص ۱۹۳؛ فضل بن سہل اپنے بھائی عبد اللہ بن سہل سے نقل کرتا ہے جیسا کہ اخبار الحکماء میں آیا ہے۔

چونکہ مامون نہیں چاہتا تھا کہ لوگ اس راز سے آگاہ ہوں، لہذا اس کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ ظاہر میں آل علیؑ کے ساتھ محبت کا اظہار کرے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے بنو عباس اور اپنے خاندان میں سے بعض افراد کو بلا[1] کر ان سے کہا:

جب علی بن ابی طالبؑ خلیفہ بنے، اس وقت وہ جس طرح عباس بن عبد المطلب کے بیٹوں کے ساتھ پیش آئے میں نے اس کا مطالعہ اور تحقیق کی ہے۔ میں نے دیکھا کہ سابقہ خلفاء میں سے کسی ایک نے بھی اولاد عباس سے علیؑ کی طرح محبت نہیں کی اور انہیں معاشرے میں مقام و منزلت سے نہیں نوازا۔ علیؑ نے ابو طالبؑ کے بیٹوں کو چھوڑا اور انہیں کوئی ذمہ داری نہیں سونپی لیکن عبد اللہ بن عباس کو بصرہ، عبید اللہ بن عباس کو یمن، معبد بن عباس کو مکے اور قثم بن عباس کو بحرین کا حاکم بنایا۔ علیؑ نے عباس سے منسوب کسی کو بھی گوشہ نشین نہیں کیا بلکہ ان سب کو والی و حاکم بنایا۔ پس اب ہم کیوں علیؑ کو ان کے کیے کا بدلہ ان کی آل کو عہدوں سے نواز کر نہ دیں[2] اور امر خلافت ان کے بیٹے رضاؑ کو تفویض نہ کریں؟

تمام حاضرین نے کہا: تو ایسے شخص کو خلافت سونپنے جا رہا ہے جو مملکت اور خلافت کے مسائل چلانے کا علم نہیں رکھتا، اسے بلا کر دیکھ لے تا کہ تجھ پر ہمارا کہا آشکار ہو جائے۔ اس نے کسی کو امام کو بلا لانے کے لیے بھیجا، امام تشریف لائے۔ امام اپنی جگہ پر کچھ دیر ہی بیٹھے ہو نگے کہ بنو عباس نے ان سے منبر پر تشریف فرما ہو کر خدا کی نشانیوں

---

[1] عیون اخبار الرضا: ص ۲۸۵.

[2] تذکرۃ الخواص: ص ۲۰۰.

کے بارے میں گفتگو کرنے کی خواہش ظاہر کی تا کہ وہ ان نشانیوں کے ذریعے سے (حاصل ہونے والی معرفت کے طفیل) خدا کی عبادت کریں۔

امام منبر پر تشریف لے گئے، کچھ دیر خاموش رہے۔ اس کے بعد کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد اور محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوات و درود بھیجنے کے بعد فرمایا:

أَوَّلُ عِبَادَةِ اللّٰهِ تَعَالَى مَعْرِفَتُهُ وَأَصْلُ مَعْرِفَةِ اللّٰهِ تَوْحِيدُهُ وَنِظَامُ تَوْحِيدِ اللّٰهِ تَعَالَى نَفْيُ الصِّفَاتِ عَنْهُ لِشَهَادَةِ الْعُقُولِ أَنَّ كُلَّ صِفَةٍ وَمَوْصُوفٍ مَخْلُوقٌ وَشَهَادَةِ كُلِّ مَوْصُوفٍ أَنَّ لَهُ خَالِقاً لَيْسَ بِصِفَةٍ وَلَا مَوْصُوفٍ وَشَهَادَةِ كُلِّ صِفَةٍ وَمَوْصُوفٍ بِالاقْتِرَانِ وَشَهَادَةِ الاقْتِرَانِ بِالْحُدُوثِ وَشَهَادَةِ الْحُدُوثِ بِالامْتِنَاعِ مِنَ الْأَزَلِ الْمُمْتَنِعِ مِنَ الْحُدُوثِ فَلَيْسَ اللّٰهَ [عَرَفَ] مَنْ عَرَفَ بِالتَّشْبِيهِ ذَاتَهُ وَلَا إِيَّاهُ وَحَّدَ مَنِ اكْتَنَهَهُ وَلَا حَقِيقَتَهُ أَصَابَ مَنْ مَثَّلَهُ وَلَا بِهِ صَدَّقَ مَنْ نَهَّاهُ وَلَا صَمَدَ صَمْدَهُ مَنْ أَشَارَ إِلَيْهِ وَلَا إِيَّاهُ عَنَى مَنْ شَبَّهَهُ وَلَا لَهُ تَذَلَّلَ مَنْ بَعَّضَهُ وَلَا إِيَّاهُ أَرَادَ مَنْ تَوَهَّمَهُ كُلُّ مَعْرُوفٍ بِنَفْسِهِ مَصْنُوعٌ وَكُلُّ قَائِمٍ فِي سِوَاهُ مَعْلُولٌ بِصُنْعِ اللّٰهِ يُسْتَدَلُّ عَلَيْهِ وَبِالْعُقُولِ تُعْتَقَدُ مَعْرِفَتُهُ وَبِالْفِطْرَةِ تَثْبُتُ حُجَّتُهُ خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ[1] حِجَاباً بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمْ وَمُبَايَنَتُهُ إِيَّاهُمْ وَمُفَارَقَتُهُ أَيْنِيَّتَهُمْ وَابْتِدَاؤُهُ إِيَّاهُمْ دَلِيلُهُمْ[2] عَلَى أَنْ لَا ابْتِدَاءَ لَهُ لِعَجْزِ كُلِّ مُبْتَدَإٍ عَنِ ابْتِدَاءِ غَيْرِهِ وَأَدوات [أَدْوُهُ] إِيَّاهُمْ دليلهم [دَلِيلٌ][3] عَلَى أَنْ لَا أَدَاةَ فِيهِ لِشَهَادَةِ الْأَدَوَاتِ بِفَاقَةِ المادين[1] [الْمُتَأَدِّينَ]

---

1 في النسخة المصححة العتيقة: «خلق الله الخلق».

2 خ ل «فابتداؤه اياهم دليل».

3 خ ل «أداتهم دليل- ادويته اياهم دليل».

فَأَسْمَاؤُهُ[2] تَعْبِيرٌ وَ أَفْعَالُهُ تَفْهِيمٌ وَ ذَاتُهُ حَقِيقَةٌ وَ كُنْهُهُ تَفْرِيقٌ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ خَلْقِهِ وَ غُيُورُهُ تَحْدِيدٌ لِمَا سِوَاهُ فَقَدْ جَهِلَ اللهَ مَنِ اسْتَوْصَفَهُ وَ قَدْ تَعَدَّاهُ مَنِ اشْتَمَلَهُ وَ قَدْ أَخْطَأَهُ مَنِ اكْتَنَهَهُ وَ مَنْ قَالَ كَيْفَ فَقَدْ شَبَّهَهُ وَ مَنْ قَالَ لِمَ فَقَدْ عَلَّلَهُ[3] وَ مَنْ قَالَ مَتَى فَقَدْ وَقَّتَهُ وَ مَنْ قَالَ فِيمَ فَقَدْ ضَمَّنَهُ وَ مَنْ قَالَ إِلَى مَ[4] فَقَدْ نَهَّاهُ وَ مَنْ قَالَ حَتَّى مَ فَقَدْ غَيَّاهُ وَ مَنْ غَيَّاهُ فَقَدْ غَايَاهُ وَ مَنْ غَايَاهُ فَقَدْ جَزَّأَهُ وَ مَنْ جَزَّأَهُ فَقَدْ وَصَفَهُ وَ مَنْ وَصَفَهُ فَقَدْ أَلْحَدَ فِيهِ وَ لَا يَتَغَيَّرُ اللهُ بِانْغِيَارِ الْمَخْلُوقِ[5] كَمَا لَا يَتَحَدَّدُ بِتَحْدِيدِ الْمَحْدُودِ أَحَدٌ لَا بِتَأْوِيلِ عَدَدٍ ظَاهِرٌ لَا بِتَأْوِيلِ الْمُبَاشَرَةِ متجلي [مُتَجَلٍّ] لَا بِاسْتِهْلَالِ رُؤْيَةٍ بَاطِنٌ لَا بِمُزَايَلَةٍ مُبَايِنٌ لَا بِمَسَافَةٍ قَرِيبٌ لَا بِمُدَانَاةٍ لَطِيفٌ لَا بِتَجَسُّمٍ مَوْجُودٌ لَا بَعْدَ عَدَمٍ فَاعِلٌ لَا بِاضْطِرَارٍ مُقَدِّرٌ لَا بِحَوْلِ فِكْرَةٍ مُدَبِّرٌ لَا بِحَرَكَةٍ مُرِيدٌ لَا بِهَمَامَةٍ شَاءٍ لَا بِهِمَّةٍ مُدْرِكٌ لَا بِمَجَسَّةٍ[6] سَمِيعٌ لَا بِآلَةٍ بَصِيرٌ لَا بِأَدَاةٍ لَا تَصْحَبُهُ الْأَوْقَاتُ وَ لَا تَضَمَّنُهُ[7] الْأَمَاكِنُ وَ لَا تَأْخُذُهُ السِّنَاتُ وَ لَا تَحُدُّهُ الصِّفَاتُ وَ لَا تُقَيِّدُهُ الْأَدَوَاتُ سَبَقَ الْأَوْقَاتَ كَوْنُهُ وَ الْعَدَمَ وُجُودُهُ وَ الِابْتِدَاءَ أَزَلُهُ بِتَشْعِيرِهِ الْمَشَاعِرَ عُرِفَ أَنْ لَا مَشْعَرَ لَهُ وَ بِتَجْهِيرِهِ الْجَوَاهِرَ عُرِفَ أَنْ لَا جَوْهَرَ لَهُ وَ

خ ل« لشهادة ان الادوات يقارنها المادة».

في التوحيد:« و أسمائه».

في النسخة العتيقة المصححة:« علمه».

خ ل« الى من؟».

خ ل« الخلق».

خ ل« بحاسة».

في النسخة العتيقة:« و لا تضمه».

بِمُضَادَّتِهِ بَيْنَ الْأَشْيَاءِ عُرِفَ أَنْ لَا ضِدَّ لَهُ وَ بِمُقَارَنَتِهِ بَيْنَ الْأُمُورِ عُرِفَ أَنْ لَا قَرِينَ لَهُ ضَادَّ النُّورَ بِالظُّلْمَةِ وَ الْجَلَايَةَ بِالْبُهَمِ[1] وَ الْحَشْوَ بِالْبَلَلِ وَ الصَّرْدَ بِالْحَرُورِ مُؤَلِّفٌ بَيْنَ مُتَعَادِيَاتِهَا مُفَرِّقٌ بَيْنَ مُتَدَانِيَاتِهَا دَالَّةً بِتَفْرِيقِهَا عَلَى مُفَرِّقِهَا وَ بِتَأْلِيفِهَا عَلَى مُؤَلِّفِهَا ذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى ﴿وَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾[2] فَفَرَّقَ[3] بِهَا بَيْنَ قَبْلٍ وَ بَعْدٍ لِيُعْلَمَ أَنْ لَا قَبْلَ لَهُ وَ لَا بَعْدَ شَاهِدَةً بِغَرَائِزِهَا أَنْ لَا غَرِيزَةَ لِمُغْرِزِهَا دَالَّةً بِتَفَاوُتِهَا أَنْ لَا تَفَاوُتَ لِمُفَاوِتِهَا[4] مُخْبِرَةً بِتَوْقِيتِهَا أَنْ لَا وَقْتَ لِمُوَقِّتِهَا حَجَبَ بَعْضَهَا عَنْ بَعْضٍ لِيُعْلَمَ أَنْ لَا حِجَابَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَهَا غَيْرُهَا لَهُ مَعْنَى الرُّبُوبِيَّةِ إِذْ لَا مَرْبُوبَ وَ حَقِيقَةُ الْإِلَهِيَّةِ إِذْ لَا مَأْلُوهَ وَ مَعْنَى الْعَالِمِ وَ لَا مَعْلُومَ وَ مَعْنَى الْخَالِقِ وَ لَا مَخْلُوقَ وَ تَأْوِيلُ السَّمْعِ وَ لَا مَسْمُوعَ لَيْسَ مُذْ[5] خَلَقَ اسْتَحَقَّ مَعْنَى الْخَالِقِ وَ لَا بِإِحْدَاثِهِ الْبَرَايَا اسْتَفَادَ مَعْنَى الْبَارِئِيَّةِ كَيْفَ[6] وَ لَا تُغَيِّبُهُ مُذْ وَ لَا تُدْنِيهِ قَدْ وَ لَا يَحْجُبُهُ لَعَلَّ وَ لَا يُوَقِّتُهُ مَتَى وَ لَا يَشْتَمِلُهُ حِينٌ وَ لَا يُقَارِنُهُ مَعَ إِنَّمَا تَحُدُّ الْأَدَوَاتُ أَنْفُسَهَا وَ تُشِيرُ الْآلَةُ إِلَى نَظَائِرِهَا وَ فِي الْأَشْيَاءِ يُوجَدُ أَفْعَالُهَا[7] مَنَعَتْهَا مُذْ

---

1 و في نسخة: « الجف » بدل « الحسو ».

2 الذاريات الآية ۴۹.

3 خ « بينها».

4 خ ل « لمفوتها».

5 خ ل « منذ».

6 خ ل « البرائية و الخلاقية كيف؟ ».

7 خ ل « فعالها».

الْقَدِيمَةِ[1] وَ مَنَعَتْهَا قَدُ الْأَزَلِيَّةِ لَوْ لَا الْكَلِمَةُ افْتَرَقَتْ فَدَلَّتْ عَلَى مُفَرِّقِهَا وَ تَبَايَنَتْ فَأَعْرَبَتْ عَنْ مُبَايِنِهَا لَمَّا تَجَلَّى صَانِعُهَا لِلْعُقُولِ وَ بِهَا احْتَجَبَ عَنِ الرُّؤْيَةِ وَ إِلَيْهَا تَحَاكَمَ الْأَوْهَامُ وَ فِيهَا أُثْبِتَ غَيْرُهُ وَ مِنْهَا أنبط [أُنِيطَ] الدَّلِيلُ وَ بِهَا عَرَّفَهَا[2] الْإِقْرَارَ وَ بِالْعُقُولِ[3] يُعْتَقَدُ التَّصْدِيقُ بِاللَّهِ وَ بِالْإِقْرَارِ يَكْمُلُ الْإِيمَانُ بِهِ وَ لَا دِيَانَةَ إِلَّا بَعْدَ مَعْرِفَةٍ وَ لَا مَعْرِفَةَ إِلَّا بِالْإِخْلَاصِ وَ لَا إِخْلَاصَ مَعَ التَّشْبِيهِ وَ لَا نَفْيَ مَعَ إِثْبَاتِ الصِّفَاتِ لِلتَّشْبِيهِ[4] فَكُلُّ مَا فِي الْخَلْقِ لَا يُوجَدُ فِي خَالِقِهِ وَ كُلُّ مَا يُمْكِنُ فِيهِ يَمْتَنِعُ فِي صَانِعِهِ لَا تَجْرِي عَلَيْهَا الْحَرَكَةُ وَ السُّكُونُ وَ كَيْفَ يَجْرِي عَلَيْهِ مَا هُوَ أَجْرَاهُ أَوْ يَعُودُ فِيهِ مَا هُوَ ابْتَدَأَهُ إِذاً لَتَفَاوَتَتْ[5] ذَاتُهُ وَ لَتَجَزَّأَ كُنْهُهُ وَ لَامْتَنَعَ مِنَ الْأَزَلِ مَعْنَاهُ وَ لَمَا كَانَ لِلْبَارِي مَعْنًى غَيْرُ مَعْنَى الْمَبْرُوءِ وَ لَوْ حُدَّ لَهُ وَرَاءٌ إِذاً حُدَّ[6] لَهُ أَمَامٌ وَ لَوِ الْتُمِسَ لَهُ التَّمَامُ إِذاً لَزِمَهُ النُّقْصَانُ كَيْفَ يَسْتَحِقُّ الْأَزَلَ مَنْ لَا يَمْتَنِعُ مِنَ الْحُدُوثِ وَ كَيْفَ يُنْشِئُ الْأَشْيَاءَ مَنْ يَمْتَنِعُ مِنَ الْإِنْشَاءِ[7] وَ إِذاً لَقَامَتْ فِيهِ آيَةُ الْمَصْنُوعِ وَ لَتَحَوَّلَ دَلِيلًا بَعْدَ مَا كَانَ مَدْلُولًا عَلَيْهِ لَيْسَ فِي مُحَالِ الْقَوْلِ

---

[1] خ ل« القدمية- القدمة».

[2] خ ل« عرف».

[3] و في بعض النسخ:« بالعقول» فبناء على هذا ذلك كلام مستأنف، اى يعتقد بالعقول التصديق بالله.

[4] خ ل« لا انبية- للشبة- لتبينه».

[5] خ ل« لتفاوت».

[6] خ ل« اذ حد- اذا حد».

[7] خ ل« من الأشياء».

مَحَجَّةٌ وَلاَ فِي الْمَسْأَلَةِ عَنْهُ جَوَابٌ وَلاَ فِي مَعْنَاهُ لَهُ[1] تَعْظِيمٌ وَلاَ فِي إِبَانَتِهِ عَنِ الْخَلْقِ ضَيْمٌ إِلاَّ بِامْتِنَاعِ الْأَزَلِيِّ أَنْ يُثَنَّى وَمَا لاَ بَدْءَ لَهُ أَنْ يُبْدَأَ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ كَذَبَ الْعَادِلُونَ وَضَلُّوا ضَلاَلاً[2] بَعِيداً وَخَسِرُوا خُسْرَاناً مُبِيناً[3] وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَهْلِ بَيْتِهِ الطَّاهِرِينَ.

خدا کی بندگی کا آغاز اس کی معرفت ہے، اصل معرفت توحید ہے، نظامِ توحید اس سے اس کی صفات کی نفی ہے کیونکہ عقل گواہی دیتی ہے کہ ہر صفت و موصوف مخلوق ہے اور ہر موصوف شہادت دیتا ہے کہ اس کا کوئی خالق ہے جو نہ تو صفت ہے نہ موصوف۔ اور ہر صفت و موصوف شہادت دیتی ہے کہ وہ صفت، موصوف کی باہمی ترکیب کی حامل ہے، اور یہ ترکیب شاہد ہے کہ موجود مرکب و حادث ہے اور اپنے اجزائے ہستی کے بعد وجود میں آیا ہے، اور اس کا حدوث اس بات پر شاہد ہے کہ اس کے لیے ازلیت نہیں ہے، کیونکہ ازلیت حدوث کے ساتھ سازگار نہیں ہے، پس ذات ازلی بقیہ ذاتوں سے جدا اور اس کی حقیقت بقیہ حقیقتوں سے جدا ہے۔

جو کوئی بھی اسے کسی تشبیہ کے ذریعے سے پہچانے اس نے اسے نہیں جانا، اور جو اس کی کنہ ذات کے ادراک کے درپے ہو اس نے اس کی وحدانیت کا اعتراف نہیں کیا، اور جو کوئی ذہن میں اس کی تصاویر بنائے وہ اس کی حقیقت تک نہیں پہنچا، اور جو اس

---

1 في النسخة العتيقة: «له».

2 اقتباس من قوله تعالى في سورة النساء: الآية ١٦٧.

3 إشارة الى قوله تعالى في سورة النساء الآية ١١٩.

کے لیے کوئی حد فرض کرے اس نے اس کی ہستی کی تصدیق نہیں کی۔ اور جو اسے کسی ایک سمت میں جانے اس نے اس کی جانب توجہ ہی نہیں کی، اور جو اسے کسی چیز سے تشبیہ دے اس نے خدا کا ارادہ ہی نہیں کیا، جو اسے مرکب سمجھے اس نے اس کی عبادت نہیں ہے اور جو کوئی اسے اپنی لوح وہم میں دیکھے اس نے اس کا ارادہ ہی نہیں کیا۔

جو موجود بھی ماہیت کے ذریعے سے پہچانا جائے وہ مصنوع ہے، اور جو چیز بھی کسی دوسری شے پر قائم ہو وہ معلول ہے، خدا کی بنائی ہوئی چیزوں کے وجود سے اس کی ہستی پر استدلال ہوتا ہے اور عقل کے ذریعے اس کی معرفت کا اعتقاد حاصل ہوتا ہے، اور فطرت کے ذریعے سے اس کی حجت ثابت ہوتی ہے۔ مخلوقات کی خلقت ان کے اور خدا کے درمیان پایا جانے والا حجاب ہے، اس کے بندوں سے اس کی جدائی ہے۔ وہ مکان میں نہیں نہ مادہ ہے بلکہ اس میں مخلوقات کے وجود سے وجودی فرق پایا جاتا ہے، مخلوقات کی خلقت کا آغاز اس بات کی دلیل ہے کہ خدا کا کوئی آغاز نہیں کیونکہ جو خود آغاز رکھتا ہو وہ دوسری چیز کا آغاز کرنے والا نہیں ہو سکتا، اور مخلوقات کو وسائل و اعضاء دینا اس بات کی دلیل ہے کہ خدا خود ان کا حامل نہیں ہے، کیونکہ یہ اپنے صاحب کے عجز و فقر پر دلالت کرتے ہیں، اس کے اسماء تعبیر ہیں اور اس کے افعال تفہیم، اس کی ذات حقیقت ہے اور اس کا کنہ اس کی خلق سے جدائی ہے، وہ تمام مخلوقات کی حد و سرحد ہے۔ جو بھی خدا کے اوصاف پانا چاہتا ہے دراصل اس نے اسے نہیں پہچانا، جو اپنی فکر کے ذریعے سے اس پر احاطہ کرنا چاہتا ہے وہ دراصل اس سے گزر گیا ہے اور اس نے کسی اور چیز پر احاطہ پیدا کیا ہے۔ جو بھی اس کی کنہ ذات کو پانا چاہے

وہ دراصل خطا کا شکار ہوا ہے۔ جو بھی کہے: وہ کیسا ہے؟ اس نے اسے تشبیہ دی ہے، اور جو بھی کہے: وہ کیوں ہے؟ اس نے اس کے لیے علت تصور کی ہے، اور جو بھی کہے: وہ کب سے ہے؟ اس نے اس کے لیے وقت وزمان تصور کیا ہے، جو کہے: وہ کہاں ہے؟ اس نے اس کے لیے مکان تصور کیا ہے۔ جو کہے: اس کی حد کہاں تک ہے؟ اس نے اس کے لیے حد تصور کی ہے۔ جو کہے: وہ کب تک رہے گا؟ اس نے اس کے لیے انتہا تصور کی ہے۔ اور جو کوئی بھی یہ کرے گا اس نے خدا اور بقیہ موجودات کے درمیان حد مشترک قائم کر دی ہے۔

خدا مخلوقات کے تغیر سے متغیر نہیں ہوتا، جیسے کہ وہ حد و حدود سے محدود نہیں ہوتا، وہ احد ہے لیکن عدد کے عنوان سے نہیں، آشکار ہے لیکن لمس کرنے کے معنی میں نہیں، ہویدا ہے لیکن ان معنی میں نہیں کہ دکھائی دیتا ہے، پنہاں ہے لیکن ان معنی میں نہیں کہ مخلوقات سے غائب ہے، دور ہے لیکن فاصلے کے معنی میں نہیں، نزدیک ہے لیکن مکان کی جہت سے نہیں، لطیف ہے لیکن جسم کے عنوان سے نہیں، موجود ہے لیکن عدم کے بعد وجود میں آنے کے معنی میں نہیں، فاعل ہے لیکن از روئے جبر نہیں، تقدیر بناتا ہے لیکن قوت فکر سے نہیں، تدبیر کرتا ہے لیکن حرکت کے ساتھ نہیں، ارادہ کرتا ہے لیکن قصد کے ساتھ نہیں، مشیت و ارادہ رکھتا ہے لیکن عزم کے ساتھ نہیں، درک کرتا ہے لیکن حس کے ذریعے نہیں، سنتا ہے لیکن کان سے نہیں، دیکھتا ہے لیکن آنکھ سے نہیں۔

زمانہ اس کا احاطہ نہیں رکھتا، مکان اس کو شامل نہیں ہوتا، نیند اسے آ نہیں لیتی،

مختلف صفات اسے محدود نہیں کرتیں، اعضاء و وسائل اسے مقید نہیں کرتے، وہ زمانے کے وجود میں آنے سے پہلے کا ہے، اور عدم سے پہلے بھی تھا، اس کی ابتداء اس کے ازل کے ساتھ ہے۔

اس کے حواس خلق کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ خود حواس نہیں رکھتا، اس کے عناصر ایجاد کرنے سے معلوم ہوا وہ خود عنصر نہیں رکھتا، اشیاء کے درمیان ضد کی موجودگی سے معلوم ہوا وہ ضد نہیں رکھتا، امور کی ایک دوسرے کے ساتھ ہمراہی سے معلوم ہوا وہ ہمراہ نہیں رکھتا، اس نے نور و ظلمت، آشکار و مبہم، خشکی و تری، سردی اور گرمی کے درمیان ضد قائم کی ہے۔ اس نے ناسازگار اور ایک دوسرے سے دور امور ایک ساتھ جمع اور ایک دوسرے سے نزدیک امور ایک دوسرے سے جدا کیے ہیں۔ یہ اس ذات کے وجود پر دلیل ہے جس نے انہیں پراگندہ کیا ہے اور خدا کا یہ قول اسی مطلب کی جانب اشارہ کر رہا ہے: "ہم نے ہر چیز کو جوڑوں کی صورت میں خلق کیا شاید کہ تم نصیحت پکڑو" قبل و بعد میں فرق ہے تاکہ سب جان لیں کہ اس کے لیے قبل و بعد معنی نہیں رکھتے، ان موجودات میں پائے جانے والے غرائز اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ جس نے انہیں یہ غریزے بخشے ہیں وہ خود ان کا حامل نہیں ہے۔ ان کے درمیان پایا جانے والا فرق اس بات پر دلیل ہے کہ جس نے انہیں متفاوت خلق کیا ہے اس کی ذات میں تفاوت نہیں پایا جاتا۔ مخلوقات کا زمانی ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ جس نے انہیں زمان بخشا ہے وہ خود زمان نہیں رکھتا، اس نے بعض کو بعض سے پنہاں کیا تاکہ اسے جانا جائے کہ اس کے اور مخلوقات کے درمیان

کوئی حجاب نہیں سوائے یہ کہ خود مخلوقات ہی حجاب ہیں۔ وہ اُس وقت بھی رب تھا جب کوئی مخلوق نہیں تھی، اور جب کوئی مخلوق نہیں تھی وہ سب چیزوں کا مالک تھا۔ جب کوئی چیز موجود ہی نہیں تھی جو معلوم واقع ہوتی وہ اس وقت بھی عالم تھا۔ اور جب جہان میں کوئی مخلوق نہیں تھی وہ خالق تھا، اور جب کوئی سننے والی آواز نہیں تھی وہ اس وقت بھی سمیع تھا، ایسا نہیں ہے کہ وہ بس اسی وقت سے خالق ہے جب اس نے خلق کیا، بلکہ خلقت سے پہلے بھی اسے کے بارے میں خالقیت مصداق رکھتی تھی۔

"قد" جیسے کلمات جو ایک زمانے سے دوسرے زمانے کے نزدیک ہونے کا پتہ دیتے ہیں وہ اس کی نزدیکی زمانی کا پتہ نہیں دے سکتے، "لعل" جیسے کلمات جو امکان و احتمال کا پتہ دیتے ہیں وہ اس کے بارے میں یہ معنی نہیں رکھتے، "متیٰ" جیسے کلمات اس کے لیے وقتِ معین کا پتہ نہیں دیتے، کلمہ "حین" اس کے بارے میں یہ معنی نہیں دیتا کہ وہ زمان میں محدود ہے؛ کلمہ "مع" اس کے لیے یہ معنی نہیں رکھتا کہ وہ کسی چیز کے ہمراہ ہے؛ اعضاء و جوارح، اپنے جیسوں کو محدود کر دیتے ہیں اور یہ اپنے جیسوں کے لیے متناسب ہیں، اور اشیاء میں اس کے افعال ملاحظہ کیے جاتے ہیں۔ زمانی ابتداء کا حامل ہونا اس بات کا باعث ہے کہ اشیاء اور موجودات قدیم نہ ہوں، اور قرب زمانی رکھنا انہیں ازلی ہونے سے باز رکھتا ہے، اور بعض حالات و صفات کے فقدان نے انہیں کمال سے دور رکھا ہے، ان کی جدائی انہیں جدا کرنے والے کا پتہ دیتی ہے، ان میں پایا جانے والا فرق اس کے وجود کی نشانی ہے جس نے انہیں متفاوت خلق کیا ہے۔ خالق اشیاء نے انہی اشیاء کے ذریعے سے آدمیوں کی عقول پر تجلی کی ہے۔ اور انہیں کے

وسیلے سے آنکھوں سے پنہاں ہے، خدا کے بارے میں افکار کا استدلال یہی موجودات ہیں۔

اس نے اشیاء میں تغیرات رکھے ہیں اور اس کی وجہ خود اشیاء ہیں، اس نے اپنی وحدانیت کا اقرار ان اشیاء کے سبب سے انہیں الہام فرمایا ہے۔ خدا پر اعتقاد رکھنا عقول کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے اور خدا کا اقرار کرنے سے ایمان کامل ہوتا ہے، معرفت کے ساتھ ایمان ہوتا ہے اور معرفت اخلاص کے ساتھ ہاتھ آتی ہے، تشبیہ کا قائل ہونے کی وجہ سے اخلاص باقی نہیں رہتا اور جو خدا کی صفات ذاتی کا قائل ہوا وہ تشبیہ کا قائل ہوا ہے، جو چیز بھی مخلوقات میں پائی جاتی ہے وہ خالق میں نہیں ملے گی اور جو چیز بھی مخلوق کے بارے میں ممکن ہو وہ خالق کے بارے میں محال ہو گی۔ اس کے لیے حرکت و سکون معنی نہیں رکھتے، یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے کہ جو چیز اس نے ایجاد کی ہے وہی اس کے بارے میں مصداق پیدا کرے؟ یا جس چیز کا اس نے خود ہی آغاز کیا ہے وہ اس کو شامل ہو جائے؟ اگر ایسا ہوتا تو اس کی ذات میں نقص راہ پالیتا اور اس کا کنہ اس کی وحدت سے جدا ہو جاتا، وہ اجزاء سے مرکب ہو جاتا، اور یوں اس کا ازلی ہونا محال ہو جاتا اور خالق مخلوق کی طرح ہو جاتا۔ اگر اس کے لیے پشت کا تصور کیا جائے تو پھر مقابل اور روبرو کا تصور بھی کرنا ہو گا، اگر اس کے لیے تمام ہونے کا فرض کیا جائے تو نقص کا بھی فرض کرنا ہو گا، جس کے لیے حدوث محال نہ ہو وہ کس طرح ازلی ہو سکتا ہے؟ جس کے بارے میں ایجاد ہونا محال نہ ہو وہ کس طرح اشیاء کا ایجاد کنندہ ہو سکتا ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو اس میں مخلوق کی صفات پائی جاتیں اور یوں وہ خود نشانی بن جاتا نہ یہ

کہ دوسری مخلوقات اس کی نشانی ہوتیں۔ قول محال حجت نہیں، اور خدا کے بارے میں کیا گیا سوال جواب نہیں رکھتا، اور اگر ایسا نہیں ہے تو خدا کی تعظیم نہیں کی گئی، اور اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ خدا مخلوقات سے جدا ہے ظلم نہیں، جو موجود ازلی ہو اس کا مرکب ہونا محال ہے، اور جو آغاز نہ رکھتا ہو اس کا مخلوق ہونا محال ہے۔ خدا کے سوا اور کوئی معبود نہیں، وہ بلند مرتبہ اور عظیم ہے، وہ جو خدا کو بقیہ مخلوقات کے ساتھ یکساں سمجھتے ہیں، انہوں نے جھوٹ بولا ہے اور بہت بڑی گمراہی میں جا پڑے ہیں اور انہوں نے آشکار نقصان اٹھایا ہے۔ خدا کا درود ہو محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔[1]

امام کا خطبہ سن کر مامون اور حاضرین دنگ رہ گئے، بنو عباس کا اعتراض نقش بر آب ثابت ہوا جبکہ شکست و شرمساری کے آثار ان کے چہرے سے عیاں تھے۔ مامون نے اپنی اور حاضرین کی حیرت، خجالت اور انکار کو چھپانے کے لیے کہا: میں تو آپ کے فضل، کمال، علم، زہد، تقوی اور عبادت سے پہلے ہی آگاہ تھا اور یہی وجہ تھی کہ آپ کو اپنے مقابل خلافت کا زیادہ مستحق سمجھتا ہوں۔

امام نے فرمایا:

إِنْ كَانَتْ هَذِهِ الْخِلَافَةُ لَكَ وَجَعَلَهَا اللهُ لَكَ فَلَا يَجُوزُ لَكَ أَنْ تَخْلَعَ لِبَاساً أَلْبَسَكَهُ اللهُ وَتَجْعَلَهُ لِغَيْرِكَ وَإِنْ كَانَتِ الْخِلَافَةُ لَيْسَتْ لَكَ فَلَا يَجُوزُ لَكَ تَجْعَلُ لِي مَا لَيْسَ لَكَ.

اگر یہ خلافت خدا نے تجھے دی ہے تو جائز نہیں کہ جو لباس خدا نے تجھ سے

---

[1] توحید شیخ صدوق: [ص ۳۴] ہم نے یہ خطبہ عیون اخبار الرضا: ج ۱، ص ۱۵۰ سے نقل کیا ہے۔ مترجم۔

مخصوص کیا ہے تو اسے اتار کر کسی اور کے سپرد کردے! اور اگر یہ خلافت تیرا حق نہیں ہے تو جائز نہیں کہ جو چیز تیری نہیں وہ تو مجھے سونپ دے۔[1]

---

[1] علل الشرائع: ص۹۰، باب ۱۷۳ [ج۱، ص۲۳۷]

maablib.org

امام رضاؑ کی ولی عہدی

مامون نے دو ماہ تک کوشش کی کہ امام رضاؑ خلافت قبول کرلیں لیکن اسے امام کی جانب سے شدید انکار کا سامنا رہا۔[1] (جب اس سے کچھ بن نہ پڑا) تو اس نے اپنا ارادہ تبدیل کرلیا اور امام کے سامنے ولی عہدی قبول کرنے کی پیشکش رکھ دی۔ امام نے یہ پیشکش بھی قبول نہیں فرمائی۔ مامون سیخ پا ہو گیا اور ناہنجار کلام زبان سے جاری کیا۔

امام نے اس کے جواب میں کہا:

لَقَدْ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ آبَائِهِ عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ ع عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ص أَنِّي أَخْرُجُ مِنَ الدُّنْيَا قَبْلَكَ مَسْمُوماً مَقْتُولاً بِالسَّمِّ مَظْلُوماً تَبْكِي عَلَيَّ مَلَائِكَةُ السَّمَاءِ وَ مَلَائِكَةُ الْأَرْضِ وَ أُدْفَنُ فِي أَرْضِ غُرْبَةٍ إِلَى جَنْبِ هَارُونَ الرَّشِيدِ.

میرے بابا نے اپنے اجداد کے توسط سے امیر المومنین علیؑ اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا: میں تجھ سے پہلے مظلومانہ انداز میں زہر کے ذریعے سے قتل کیا جاؤں گا، مجھ پر زمین و آسمان کے فرشتے گریہ کریں گے اور میں غریب الوطنی میں ہارون کے ساتھ دفن کیا جاؤں گا۔

مامون منافق یہ بات سن کر رونے لگا اور بولا: کون ہے جو میرے جیتے جی آپ کو قتل کرے؟ امام نے فرمایا: أَمَا إِنِّي لَوْ أَشَاءُ أَنْ أَقُولَ لَقُلْتُ مَنِ الَّذِي يَقْتُلُنِي.

اگر میں چاہوں تو بتا سکتا ہوں کہ میرا قاتل کون ہے!

---

[1] عیون اخبار الرضا: ص ۲۸۵.

مامون نے کہا: آپ یہ بات کر کے اپنی جان چھڑانا چاہتے ہیں تا کہ لوگ کہیں کہ آپ دنیا کی جانب تمایل نہیں رکھتے؟

امام نے فرمایا:

وَاللهِ مَا كَذَبْتُ مُنْذُ خَلَقَنِي رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ وَمَا زَهِدْتُ فِي الدُّنْيَا لِلدُّنْيَا وَإِنِّي لَأَعْلَمُ مَا تُرِيدُ. خدا کی قسم جب سے خدا نے مجھے خلق کیا ہے میں نے جھوٹ نہیں بولا، میں نے دنیا میں بھی دنیا کے لیے زہد اختیار نہیں کیا اور یقینی طور پر تیرے ہدف سے واقف ہوں۔

اس کے بعد امام نے مامون کو سمجھا دیا کہ تو چاہتا ہے کوئی ایسا کام کرے جس سے لوگوں کو لگے کہ علی بن موسیٰ بن جعفرؑ دنیا سے بے رغبت نہیں ہیں، بلکہ یہ تو دنیا تھی جو ان کے ہاتھ نہیں لگی تھی، کیا تم نہیں دیکھتے کہ کس طرح انہوں نے ولی عہدی اور خلافت کو لالچ کے ساتھ قبول کیا ہے؟

مامون غصے سے باولا ہو گیا اور بولا: آپ مسلسل میری پسند کے خلاف ہی کہے جا رہے ہیں کیونکہ آپ خود کو میرے غصے اور قدرت سے امان میں پاتے ہیں، خدا کی قسم یا تو آپ ولی عہدی قبول کیجیے یا میں آپ کو اسے قبول کرنے پر مجبور کروں گا۔[1]

امام نے فرمایا:

اللَّهُمَّ إِنَّكَ قَدْ نَهَيْتَنِي عَنِ الْإِلْقَاءِ بِيَدِي إِلَى التَّهْلُكَةِ وَقَدْ أُكْرِهْتُ وَاضْطُرِرْتُ كَمَا أَشْرَفْتُ مِنْ قِبَلِ عَبْدِ اللهِ الْمَأْمُونِ عَلَى الْقَتْلِ مَتَى لَمْ أَقْبَلْ وِلَايَةَ عَهْدِهِ وَقَدْ

---

1 علل الشرائع: ص ۹۰، باب ۱۷۳ [ج ۱، ص ۲۳۷]؛ امالی صدوق: ص ۴۲، مجلس ۱۶۔ [ص ۶۹]

أُكْرِهْتُ وَ اضْطُرِرْتُ كَمَا اضْطُرَّ يُوسُفُ وَ دَانِيَالُ ع إِذْ قَبِلَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْوِلَايَةَ مِنْ طَاغِيَةِ زَمَانِهِ اللَّهُمَّ لَا عَهْدَ إِلَّا عَهْدُكَ وَ لَا وِلَايَةَ لِي إِلَّا مِنْ قِبَلِكَ فَوَفِّقْنِي لِإِقَامَةِ دِينِكَ وَ إِحْيَاءِ سُنَّةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ ص فَإِنَّكَ أَنْتَ الْمَوْلَى وَ أَنْتَ النَّصِيرُ.

خداوندا تو نے مجھے اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنے سے نہی فرمائی ہے، اب میں اپنی خواہش کے برخلاف مجبور کیا جارہاہوں ویسے ہی جیسے یوسف اور دانیال نے اپنے زمانے کے ظالم حاکموں کی ولایت مجبوراً اور اضطراری طور پر قبول کی تھی خدایا! میرے لیے تیرے عہد اور تیری ولایت کے علاوہ کوئی عہد اور ولایت نہیں ہے۔ مجھے اپنے دین اور رسول ﷺ کی سنت کے قیام میں کامیاب فرما بے شک تو ہی مولا اور مددگار ہے۔

ولی عہدی قبول کرنے کے سلسلے میں امام کی شرائط

مامون کے مجبور کرنے پر امام نے ناچار اور از راہ اضطرار چند شرائط کے ساتھ ولی عہدی کا عہدہ قبول فرمایا۔ شرائط کچھ یوں تھیں:

۱۔ امام حکومتی معاملات میں مداخلت نہیں فرمائیں گے۔

۲۔ امام لوگوں کے درمیان مسائل میں کوئی فیصلہ نہیں فرمائیں گے۔

۳۔ امام کی موجودہ حالت میں تبدیلی واقع نہیں ہوگی اور اس حوالے سے کوئی مداخلت بھی نہیں کرے گا۔[1]

اس ظالم ومنافق نے امام کی تمام شرائط قبول کرلیں اور لوگوں کے سامنے امام کی ولی عہدی کا اعلان اور لوگوں کو ان کی بیعت کرنے کا حکم دیا اور ان سے کہا: میں نے

[1] عیون اخبار الرضا: ص ۱۳ [ج ۱، ص ۱۹].

تمھیں علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام کی بیعت کے لیے بلایا ہے۔ خدا کی قسم اگر یہ نام گونگے اور بہرے پر پڑھے جائیں تو وہ خدا کے اذن سے شفایاب ہو جائے گا۔[1]

پیمان ولی عہدی کا متن

ولی عہدی کے پیمان کا متن ۷ رمضان المبارک سن ۲۰۱ ہجری میں لکھا گیا۔ اس کا متن درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم. أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ اصْطَفَى الْإِسْلَامَ دِيناً وَ اصْطَفَى لَهُ مِنْ عِبَادِهِ رُسُلاً دَالِّينَ عَلَيْهِ وَ هَادِينَ إِلَيْهِ يُبَشِّرُ أَوَّلُهُمْ بِآخِرِهِمْ وَ يُصَدِّقُ تَالِيهِمْ مَاضِيَهُمْ حَتَّى انْتَهَتْ نُبُوَّةُ اللّٰهِ إِلَى مُحَمَّدٍ ص ﴿عَلَى فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ﴾ وَ دُرُوسٍ مِنَ الْعِلْمِ وَ انْقِطَاعٍ مِنَ الْوَحْيِ وَ اقْتِرَابٍ مِنَ السَّاعَةِ فَخَتَمَ اللّٰهُ بِهِ النَّبِيِّينَ وَ جَعَلَهُ شَاهِداً لَهُمْ وَ مُهَيْمِناً عَلَيْهِمْ وَ أَنْزَلَ عَلَيْهِ كِتَابَهُ الْعَزِيزَ الَّذِي ﴿لا يَأْتِيهِ الْباطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ لا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ﴾ بِمَا أَحَلَّ وَ حَرَّمَ وَ وَعَدَ وَ أَوْعَدَ وَ حَذَّرَ وَ أَنْذَرَ وَ أَمَرَ بِهِ وَ نَهَى عَنْهُ لِتَكُونَ لَهُ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ عَلَى خَلْقِهِ ﴿لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَ يَحْيى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ وَ إِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾

فَبَلَّغَ عَنِ اللّٰهِ رِسَالَتَهُ وَ دَعَا إِلَى سَبِيلِهِ بِمَا أَمَرَهُ بِهِ مِنَ الْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ الْمُجَادَلَةِ ﴿بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ ثُمَّ بِالْجِهَادِ وَ الْغِلْظَةِ حَتَّى قَبَضَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ وَ اخْتَارَ لَهُ مَا عِنْدَهُ ص [لديه] جَعَلَ قِوَامَ الدِّينِ ... بِالْخِلَافَةِ... [كما هو بالرسالة فنظام امور

---

[1] عیون اخبار الرضا: ص ۲۸۳۔

عبادة بالخلافة و امامها و اعزازها و القيام بامر][1] اللهِ فيهَا بِالطَّاعَةِ الَّتِي بِهَا يُقَامُ فَرَائِضُ اللهِ وَ حُدُودُهُ وَ شَرَائِعُ الْإِسْلَامِ وَ سُنَنُهُ وَ يُجَاهِدُ بِهَا عَدُوَّهُ فَعَلَى خُلَفَاءِ اللهِ طَاعَتُهُ فِيمَا اسْتَحْفَظَهُمْ وَ اسْتَرْعَاهُمْ مِنْ دِينِهِ وَ عِبَادِهِ وَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ طَاعَةُ خُلَفَائِهِمْ وَ مُعَاوَنَتُهُمْ عَلَى إِقَامَةِ حَقِّ اللهِ وَ عَدْلِهِ وَ أَمْنِ السَّبِيلِ وَ حَقْنِ الدِّمَاءِ وَ صَلَاحِ ذَاتِ الْبَيْنِ.

وَ فِي خِلَافِ ذَلِكَ اضْطِرَابُ حَبْلِ الْمُسْلِمِينَ ... قَهْرُ دِينِهِمْ وَ اسْتِعْلَاءُ عَدُوِّهِمْ وَ تَفَرُّقُ الْكَلِمَةِ وَ خُسْرَانُ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ. فَحَقٌّ عَلَى مَنِ اسْتَخْلَفَهُ اللهُ فِي أَرْضِهِ وَ ائْتَمَنَهُ عَلَى خَلْقِهِ أَنْ يُجْهِدَ لِلَّهِ نَفْسَهُ وَ يُؤْثِرَ مَا فِيهِ رِضَا اللهِ ... يَعْمَلُ بِالْعَدْلِ فِيمَا حَمَّلَهُ اللهُ وَ قَلَّدَهُ فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَقُولُ لِنَبِيِّهِ دَاوُدَ ع يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوَى... [و لم ازل منذ افضت الخلافة الى انظر فيمن اقلدها امرها و اجتهد فيمن اوليه عهدها فلم اجد من يصلح لها الا][2] عَلِيَّ بْنَ مُوسَى بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ لِمَا رَأَى مِنْ فَضْلِهِ الْبَارِعِ وَ عِلْمِهِ النَّاصِعِ وَ وَرَعِهِ الظَّاهِرِ وَ زُهْدِهِ الْخَالِصِ وَ تَخَلِّيهِ مِنَ الدُّنْيَا ... الْأَخْبَارُ عَلَيْهِ مُتَوَاطِئَةٌ وَ الْأَلْسُنُ عَلَيْهِ مُتَّفِقَةٌ ... فَعَقَدَ لَهُ بِالْعَهْدِ وَ الْخِلَافَةِ مِنْ بَعْدِهِ وَ اثِقاً بِخِيَرَةِ اللهِ فِي ذَلِكَ... نَظَرَ لِلْإِسْلَامِ وَ الْمُسْلِمِينَ [و ايثارا لاقامة شعائر الدين وطلبا][3] التَّجَاوُفِي

---

[1] یہ الفاظ مصدر میں موجود نہیں. مترجم.

[2] یہ عبارت بھی اصل مصدر میں نہیں. مترجم

[3] یہ عبارت بھی اصل مصدر میں موجود نہیں.

الیوم الذی یقوم الناس فیہ لرب العالمین.[1]

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحیم ہے۔ اما بعد! بے شک خدا نے بطور دین اسلام کو منتخب فرمایا، اس نے اپنے بندوں میں سے رسولوں کو منتخب فرمایا تا کہ وہ اس کے بندوں کی دین کی جانب رہنمائی فرمائیں۔ انبیائے سابقین نے بعد میں آنے والے انبیاء کی بشارت دی اور ہر نبی نے اپنے سے پہلے والے نبی کی تصدیق کی۔ مدت گزر گئی تھی کہ انسان انبیاء اور حجت خدا سے محروم تھا، وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا معاشرے سے علم و دانش نے اپنا بستر لپیٹ لیا تھا اور قیامت نزدیک تھی کہ اسی اثناء میں پیغمبر اسلام محمد ﷺ کو مبعوث کیا گیا۔ خدا نے ان کے وجود کے ذریعے سے نبوت اختتام سے ہمکنار کیا، انہیں تمام امتوں پر گواہ بنایا، اور اپنی عزیز و مجید کتاب ان پر نازل فرمائی، وہ کتاب جس میں باطل راہ نہیں پا سکتا۔ وہ کتاب جس میں حلال و حرام، احکام اور انسان و معاشرے کی ضرورتیں، نعمتوں اور رحمتوں کے وعدے، عذاب سے ڈرانا و غیرہ موجود ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو ڈرایا، نہی فرمائی، طاقت فرسا کوشش کی اور انذار فرمایا تا کہ ہر نیک و بد پر خدا کی حجت تمام ہو جائے اور جو کوئی بھی نجات پائے یا ہلاک ہو اس کے لیے دلیل و برہان موجود ہو اور بے شک خدا سننے والا اور جاننے والا ہے۔

---

[1] کلی طور پر یہ متن یہاں ناقص طور پر نقل کیا گیا ہے، جا بجا متن متروک ہے اور کئی مقامات پر بالمعنی نقل کیا گیا ہے. کامل متن کے لیے (کشف الغمہ؛ ج ۲، ص ۳۳۳) کی جانب رجوع کیا جائے. مترجم.

رسول اللہ ﷺ نے خدا کی جانب سے تبلیغ (دین)، رسالت اور راہ نجات کی طرف دعوت دی۔ ابتدا میں انہیں حکم ہوا کہ حکمت اور موعظہ حسنہ اور بہترین انداز میں گفتگو کرنے کی روش اپنائیں اور اگر یہ قبول نہ کریں تو سختی اور جہاد سے کام لیں یہاں تک کہ خدا ان کے لیے ابدی جہان کا انتخاب فرمائے اور جو کچھ اس کے پاس ہے وہ ان کے لیے فراہم کرے اور اس کے بعد دین کی پائیداری کو اسی طرح خلافت میں قرار دے جیسا کہ (اس سے پہلے) رسالت میں قرار دی تھی۔

اس بنا پر اس نے معاشرے کو نظام خلافت سے وابستہ کیا۔ معاشرے میں اہتمام دین، اس کی عزت، اوامر الٰہی کا قیام خلافت کی اطاعت سے ہے تا کہ فرائض، حدود، احکام اور سنتوں کا اجراء ہو سکے اور دشمنان دین کا مقابلہ کیا جا سکے۔ خدا نے منصب خلافت کے لیے اپنی رعیت پر کچھ افراد کو مقرر کیا تا کہ وہ اس کے دین اور عبادت کی حفاظت کریں اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ ان کی اطاعت کریں، ان کی مدد کریں تا کہ اللہ کا اس کے بندوں پر حق قائم ہو جائے، شہروں میں عدالت کا قیام ہو، امن قائم ہو اور خون نہ بہایا جائے اور لوگوں میں اصلاح کا دور دورہ رہے۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کے امور تشویش کا شکار ہو جائیں گے، دین مغلوب ہو جائے گا، دشمن ان پر غالب آجائے گا، ان پر تفرقہ حاکم ہو جائے گا اور یوں دنیا و آخرت کا نقصان ان کا نصیب ہو گا۔ اس بنا پر جس شخص کو خدا نے اپنا خلیفہ اور امین بنایا ہے اس پر لازم ہے کہ حد درجہ کوشش کرے اور خدا کی رضایت کو اپنی خواہش پر مقدم رکھے اور جس چیز کی خدا نے اسے حکومت بخشی ہے اور لوگوں سے اس کی

اطاعت طلب کی ہے، اس میں عدل واحسان کا دامن تھامے رکھے کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے:

اے داؤد ! ہم نے تمہیں زمین میں اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے، پس لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور اپنی ہواوہوس کی پیروی نہ کرنا۔

جب سے خلافت مجھے ملی میں اس سوچ میں تھا کہ اسے کسے سونپوں؟ میں نے ایک شائستہ شخص کو لانے کی کوشش کی اور کسی کو بھی علی بن موسیٰ الرضاؑ سے زیادہ اس خلافت کے قابل نہیں پایا۔ ان کے بے مثال فضائل، فائدہ مند علم، ظاہری و باطنی تقویٰ، زہد اور دنیا اور دنیاداروں سے دوری، آخرت کی جانب میل رکھنا، ایثار و فداکاری سب کے سب ہمارے لیے یقینی ہیں۔ ان کے بارے میں موجود خبریں بہت زیادہ اور حد تواتر تک ہیں اور سب ان پر یک دل و یک زبان اتفاق رکھتے ہیں۔ لہذا میں ان کے ساتھ عہد ولایت کرتا ہوں۔ اور خدا سے خیر اور اس کی رضا کا امید وار ہوں۔ کیونکہ میری نظر میں امور مسلمین کا چلانا، شعائر دین کا قائم اور رب العالمین کے حضور لوگوں کے لیے نجات طلب کرنا ہے۔[1]

مکتوب امام رضاؑ

امام نے نامہ ولی عہدی میں بعض مطالب رقم فرمائے جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ * اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْفَعَّالِ لِمَا يَشَاءُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ وَلَا رَادَّ

---

[1] کشف الغمہ: ص ۲۷۸، با اختصار۔

لِقَضَائِهِ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَ مَا تُخْفِي الصُّدُورُ، وَ صَلَّى اللهُ عَلَى مُحَمَّدٍ فِي الْأَوَّلِينَ وَ الْآخِرِينَ وَ عَلَى آلِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ أَقُولُ وَ أَنَا عَلِيُّ بْنُ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ ع إِنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَضَدَهُ اللهُ بِالسَّدَادِ وَ وَفَّقَهُ لِلرَّشَادِ عَرَفَ مِنْ حَقِّنَا مَا جَهِلَهُ غَيْرُهُ فَوَصَلَ أَرْحَاماً قُطِعَتْ وَ آمَنَ نُفُوساً فَزِعَتْ... مُبْتَغِياً رِضَى رَبِّ الْعَالَمِينَ... وَ سَيَجْزِي اللهُ الشَّاكِرِينَ وَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ وَ إِنَّهُ جَعَلَ إِلَيَّ عَهْدَهُ وَ الْإِمْرَةَ... بَعْدَهُ[1] وما امكنني مخالفته و الله على ان لا اسفك دما اغير على نفسي حالة من احوال الدنيا الا ما تدعو الضرورة اليه و قد جعلت الله على كفيلا فان احدثت او غيرت او بدلت كنت للتغيير مستحقا و للنكال متعرضا و اعوذ بالله من سخط الرب و اليه ارغب في التوفيق لطاعته و المباعدة بيني و بين معصيته.

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحیم ہے۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے جو فعال لما یشاء ہے، اس کی حکمت کے خلاف کوئی حکم نہیں، اور کوئی اس کی قضا کو رد نہیں کر سکتا وہ آنکھوں کی خیانت اور سینوں میں جو کچھ پنہاں ہے سب کا علم رکھتا ہے۔ خدا کی صلوات و درود ہو خاتم النبیین محمد ﷺ اور ان کی آل پاک پر۔

میں علی بن موسیٰ بن جعفرؑ کہتا ہوں: خدا امیر المومنین کی راہ راست کی جانب مدد فرمائے اور راہ ہدایت میں توفیق سے نوازے، جو دوسرے ہمارے حق میں سے نہیں

[1] یہاں تک عبارت عیون اخبار الرضا: ج ۲، ص ۱۴۶ میں موجود ہے. البتہ اس سے آگے کی عبارت فقط تذکرۃ الخواص میں ہے. مترجم

پہچان پائے تو اس نے پہچانا اور ان کی جانب اچھے انداز میں توجہ کی۔ اس نے منقطع صلح رحمی کو پیوند لگایا اور انہیں جو خوف وڈر کا شکار تھے رب العالمین کی خوشنودی کے لیے امان دی اور خدا بہت جلد شاکرین کو ان کی جزا دے گا۔

بے شک اس نے اپنے بعد امر خلافت مجھے تفویض کر دیا ہے اور میرے لیے اس کی مخالفت کرنا ممکن نہیں۔ میں خدا کے حضور یہ عہد کرتا ہوں کہ:

خون محترم کو نہیں بہاؤں گا، ناموس محترم کو حلال نہیں جانوں گا، کسی مال کو مباح نہیں سمجھوں گا، خود سے حد درجہ کوشش کروں گا اور اپنے لیے کسی مقام و منزلت اور دنیاوی معاملات (کے لیے استعمال) اور اپنے فائدے کے لیے نہیں بدلوں گا مگر جہاں ضرورت محسوس ہو۔ میں خدا کو اپنا ضامن اور کفیل قرار دیتا ہوں اگر میں نے کوئی تغیر یا تبدیلی ایجاد کی تو اپنے اعمال پر کیفر کا سزاوار ہوں، خدا کے غضب سے اس کی پناہ مانگتا ہوں، اس کی اطاعت کی توفیق اور ہر قسم کی معصیت سے دوری کی رغبت رکھتا ہوں۔[1]

اس کے بعد امام نے اپنے ہاتھ آسمان کی جانب بلند کیے اور اس طرح دعا فرمائی:

---

[1] تذکرۃ الخواص: ص ۱۹۸. (ہو سکتا ہے کہ یہاں پر کچھ ایسے مطالب دیکھ کر جو مکتب تشیع کی مسلمات کے خلاف ہیں بعض افراد کے لیے یہ نامہ گراں گزرے، اس سلسلے میں عرض خدمت ہے بر فرض اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ امام کے قلم سے نکلیں ہیں تو ہم انہیں تقیہ پر محمول کریں گے، جیسا کہ پچھلی گفتگو سے واضح بھی ہے کہ امام نے یہ ولی عہدی با جبر و اکراہ قبول کی تھی. مترجم)

اللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّي مُكْرَهٌ مُضْطَرٌّ فَلَا تُؤَاخِذْنِي كَمَا لَمْ تُؤَاخِذْ عَبْدَكَ وَنَبِيَّكَ يُوسُفَ حِينَ دُفِعَ إِلَى وِلَايَةِ مِصْرَ.

بار الہا! تو جانتا ہے کہ مجھے مجبور کیا گیا ہے، میرا مواخذہ نہ فرمانا، ویسے ہی جیسے تو نے اپنے بندے یوسف کا ولایت مصر قبول کرنے پر مواخذہ نہیں فرمایا تھا۔[1]

اس کے بعد مامون نے سب سے پہلے اپنے بیٹے عباس کو حکم دیا کہ وہ امام کی بیعت کرے۔ امام نے اپنا ہاتھ سامنے کیا اس صورت سے کہ امام کے ہاتھ کی پشت ان کے چہرے کے سامنے اور ہتھیلی حاضرین کے سامنے تھیں۔ مامون نے کہا: اپنا ہاتھ بیعت کے لیے آگے بڑھایئے۔ امام نے کہا: رسول اللہ ﷺ اس طرح بیعت لیا کرتے تھے۔ امام کا ہاتھ لوگوں کے ہاتھوں پر تھا، اس حال میں لوگوں نے آپ کی بیعت کی۔[2]

لوگ امام کی بیعت کرتے ہوئے اپنے ہاتھ امام کے انگوٹھے سے لے کر ان کی چھوٹی انگلی تک مس کرتے جا رہے تھے یہاں تک کہ آخری نفر آیا جو ایک انصاری جوان تھا اس نے اپنا ہاتھ امام کی چھوٹی انگلی سے ان کی بڑی اور درمیانی انگلی کے اوپری حصے تک مس کیا۔ امام نے تبسم فرما کر کہا:

كُلُّ مَنْ بَايَعَنَا بَايَعَ بِفَسْخِ الْبَيْعَةِ غَيْرَ هَذَا الْفَتَى فَإِنَّهُ بَايَعَنَا بِعَقْدِهَا... عَقْدُ الْبَيْعَةِ هُوَ مِنْ أَعْلَى الْخِنْصِرِ إِلَى أَعْلَى الْإِبْهَامِ وَفَسْخُهَا مِنْ أَعْلَى الْإِبْهَامِ إِلَى أَعْلَى الْخِنْصِرِ.

جتنوں نے بھی میری بیعت کی ہے وہ دراصل اسے فسخ کرنے کے لیے تھی

---

[1] امالی صدوق: ص ۱۹۲، مجلس ۹۴ [ص ۶۵۹]

[2] روضۃ الواعظین: ص ۱۹۳.

سوائے اس جوان کے کیونکہ اس نے شرائط کے ساتھ بیعت کی ہے کیونکہ عقد بیعت چھوٹی انگلی کے اوپر سے درمیانی انگلی تک ہے اور اس کا الٹا کرنا بیعت فسخ کرنا ہے۔

مامون نے حکم دیا کہ لوگ اس انصاری جوان کی طرح دوبارہ بیعت کریں۔ اس واقعے کے بعد لوگوں نے بنا کوئی شور شرابا کیے امام کی تعریف شروع کر دی اور دوسری جانب ان کی نظر میں مامون سب و بے وقعت ہو گیا۔ وہ کھسر پسر کرتے ہوئے کہنے لگے: جو شخص بیعت لینے اور اس فسخ کرنے کا طریقہ نہیں جانتا وہ خلافت کا حقدار کیسے ہو سکتا ہے؟[1]

بیعت کے اختتام پر امام نے فرمایا:

إِنَّ لَنَا عَلَيْكُمْ حَقّاً بِرَسُولِ اللهِ ص وَلَكُمْ عَلَيْنَا حَقٌّ بِهِ فَإِذَا أَدَّيْتُمْ إِلَيْنَا ذَلِكَ وَجَبَ عَلَيْنَا الْحَقُّ لَكُمْ۔ اے لوگو! ہم رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے تم پر حق رکھتے ہیں اور تم بھی ہم پر حق رکھتے ہو جب بھی تم ہمارا حق ادا کرو گے ہم پر بھی تمہارا حق ادا کرنا واجب ہو گا۔[2]

ابو عباد اٹھا اور علویوں اور عباسیوں کو اپنے تحائف و انعام حاصل کرنے کے لیے بلایا۔ انہوں نے امام رضاؑ کے نام کے سکے ڈھالے نیز مامون نے بھی حکم دیا کہ شہروں میں امام کی ولی عہدی کے خطبے دیے جائیں۔

maablib.org

---

[1] علل الشرائع: ص ۹۰، باب ۱۷۳۔ [ج ۱، ص ۲۳۹]

[2] روضۃ الواعظین: ص ۱۹۳۔ [ج ۱، ص ۲۲۶]

امام کی مدح سرائی شعراء اور خطباء کی زبانی

عبد الجبار بن سعید نے مدینے میں منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر امام کے نام پر خطبہ پڑھا۔ جو کچھ اس نے کہا ان میں سے یہ بھی تھا:

مسلمانوں کے ولی عہد علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ہیں۔ ان کے چھ اجداد وہ ہیں جن سے بہترین اور افضل اشخاص نے برستے بادلوں سے پانی نہیں پیا۔ سخنور اور شعراء بھی کسی سے پیچھے نہ رہے اور انہوں نے بھی امام کے فضائل میں داد سخن دی۔[1]

ابونواس جو توانا شعراء میں سے ایک تھا عالم سکوت میں بیٹھا تھا، مامون نے اس کی سرزنش کرتے ہوئے کہا: تو اہلبیت کا شیعہ اور محب ہوتے ہوئے اور علی بن موسیٰ کے اس قدر فضائل کے باوجود بھی ان کی مدح سے اعراض برتے بیٹھا ہے؟ ابونواس اٹھا اور اشعار انشاء کیے:

قِيلَ لِي أَنْتَ أَشْعَرُ النَّاسِ طُرّاً — إِذْ تَفَوَّهْتَ بِالْكَلَامِ الْبَدِيهِي

لَكَ مِنْ جَوْهَرِ الْقَرِيضِ مَدِيحٌ — يُثْمِرُ الدُّرَّ فِي يَدَيْ مُجْتَنِيهِ

فَعَلَامَ تَرَكْتَ مَدْحَ ابْنِ مُوسَى — وَالْخِصَالَ الَّتِي تَجَمَّعْنَ فِيهِ

قُلْتُ لَا أَهْتَدِي لِمَدْحِ إِمَامٍ — كَانَ جِبْرِيلُ خَادِماً لِأَبِيهِ

قَصُرَتْ أَلْسُنُ الْفَصَاحَةِ عَنْهُ — وَلِهَذَا الْقَرِيضُ لَا يَحْتَوِيهِ

---

[1] ایضاً۔

ترجمہ: مجھے کہا گیا ہے کہ تو سب سے بہترین شاعر ہے کیونکہ تو باارزش اور خردمندانہ شعر کہتا ہے۔ اشعار کے گوہر سے یوں مدح سرائی کرتا ہے کہ اس کے خواہشمند کے ہاتھ ان محکم موتیوں سے بھر جاتے ہیں۔ پس کیا وجہ ہے کہ تو نے ابن موسیٰؑ کی مدح نہیں کی اور اس کے مکارم زبان پر جاری نہیں کیے؟ میں نے جواب میں کہا: جس کے بابا کا جبرائیل خادم ہو میں اس کی ستائش کی راہ نہیں پاتا۔ تمام فصیح زبانیں اس کے فضائل و کمالات بیان کرنے سے قاصر ہیں اور (میرا یہ) شعر کہنا ان کے مرتبے سے کہیں کمتر ہے۔

مامون نے حکم دیا کہ اس کا منہ موتیوں سے بھر دیا جائے۔

رسم بیعت کے اختتام کے بعد امام اپنی جگہ پر تشریف فرما ہوئے، مامون نے علی بن ماہان کو کہا: تیرے پاس علی بن موسیٰ الرضاؑ اور اہلبیتؑ کی مدح میں کیا ہے؟

اس نے کہا: امیر المومنین! اس طینت کے بارے میں کیا کہوں جو آب بقا سے گوندھی گئی ہے اور اس نے وحی و رسالت کے چشمہ زار میں نمو پائی ہے؟ کیا اس مبارک شجرے سے تقویٰ اور ہدایت کی خوشبو کے سوا کچھ اور منتشر ہو سکتا ہے؟

مامون نے اس کا منہ بھی موتیوں سے بھر دیا۔[1]

یاسر کہتا ہے: امام رضاؑ مامون کے محل سے باہر تشریف لائے، وہ ایک خچر پر سوار تھے جبکہ آپ نے ایک باشکوہ لباس زیب تن کر رکھا تھا۔ جتنے افراد نے بھی رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا تھا ان میں سے کسی کو بھی شک نہیں ہو گا کہ امام لوگوں میں

---

[1] بشارۃ المصطفیٰ: ص ۹۷ ط نجف. [ص:۸۰]

سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے مشابہ تھے۔ ابو نواس نے امام کا استقبال کیا اور یہ اشعار پڑھے:

مُطَهَّرُونَ نَقِيَّاتٌ جُيُوبُهُمْ تَجْرِي الصَّلَاةُ عَلَيْهِمْ أَيْنَمَا ذُكِرُوا

مَنْ لَمْ يَكُنْ عَلَوِيّاً حِينَ تَنْسُبُهُ فَمَا لَهُ فِي قَدِيمِ الدَّهْرِ مُفْتَخَرٌ

اللهُ لَمَّا بَرَا خَلْقاً فَأَتْقَنَهُ صَفَاكُمْ وَاصْطَفَاكُمْ أَيُّهَا الْبَشَرُ

فَأَنْتُمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى وَعِنْدَكُمْ عِلْمُ الْكِتَابِ وَمَا جَاءَتْ بِهِ السُّوَرُ

ترجمہ: پاکیزہ افراد کہ جہاں بھی ان کا نام لیا جاتا ہے ان پر صلوات جاری ہو جاتی ہے۔ جو کوئی بھی علوی النسب ہو اس کے پاس افتخار و مباہات کے لیے کسی دور کی چیز کی ضرورت نہیں۔ جب خدا نے خلقت کو خلق کیا اور اس کی بنیاد کی بنا ڈالی تو آپ کو خالص خلق کر کے برگزیدہ فرمایا۔ ہاں! آپ ملا اعلیٰ ہیں اور علم کتاب، اور جو کچھ بھی قرآنی سوروں میں ہے وہ سب کا سب آپ کے پاس ہے۔

امام نے فرمایا:

يَا حَسَنَ بْنَ هَانِي قَدْ قُلْتَ أَبْيَاتاً لَمْ تُسْبَقْ إِلَى مِثْلِهَا فَأَحْسَنَ اللهُ جَزَاكَ. اے حسن بن ہانی! وہ شعر کہے ہیں کہ اس جیسے کسی نے بھی نہیں کہے خدا تجھے اس کی بہترین جزا دے۔ اس کے بعد خادم سے پوچھا کہ تیرے پاس کتنی رقم ہے؟ اس نے کہا: تین سو دینار! امام نے فرمایا: سارے دینار اس خچر کے ساتھ ابو نواس کو دے آ۔[1]

---

[1] ایضاً [ص:۸۱]

امام نے ایک شیعہ کو جو مامون کی رفتار، شعراء اور سخنوروں کی مدح سرائی سے بہت زیادہ خوش تھا اور اپنی خوشی کا ظہار بھی کر رہا تھا، اپنے پاس بلایا اور آہستہ سے اس سے فرمایا:

لَا تَسْتَبْشِرْ بِهِ فَإِنَّهُ شَيْءٌ لَا يَتِمُّ.

خوش نہ ہو چونکہ یہ کام ہونے والا نہیں ہے۔[1]

ولی عہدی قبول کرنے کی وجوہات

۱۔ محمد بن عرفہ نے امام سے ولی عہدی قبول کرنے کی وجہ دریافت کی۔ امام نے فرمایا:

مَا حَمَلَ جَدِّي أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الدُّخُولِ فِي الشُّورَىٰ.

میں نے اسی وجہ سے ولی عہدی قبول کی ہے جس کی بنا پر میرے جد امیر المومنینؑ نے شوریٰ میں داخل ہونا قبول کیا تھا۔[2]

۲۔ محمد بن زید رازی کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ ایک خارجی کے ہاتھ میں زہر میں بجھا ہوا خنجر تھا اور وہ کہتا جا رہا تھا: میں چاہتا ہوں کہ اس شخص کے پاس جاؤں جو گمان کرتا ہے کہ وہ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ ہے اور اس سے اس ظالم کی ولی عہدی قبول کرنے کی وجہ پوچھوں۔ اگر اس کے پاس قانع کنندہ دلیل نہ ہوئی تو اسے قتل کر کے لوگوں کو اس کے وجود سے نجات دلا دوں۔ جب وہ امام کے پاس پہنچا، امام نے اس سے کہا: میں ایک

---

[1] روضۃ الواعظین: ص ۱۹۴ [ج ۱، ص ۲۲۶]؛ ارشاد مفید [ج ۲، ص ۲۶۳].

[2] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۲، ص ۳۱۵ [ج ۴، ص ۳۶۴]

شرط پر تیرے سوالات کا جواب دوں گا! اس نے پوچھا: کون سی شرط؟ امام نے فرمایا:

اگر میرے جواب سے قانع ہو گیا تو جو چیز تیرے پاس ہے تو اسے توڑ دے گا! اس خارجی نے حیرت زدہ ہو کر خنجر نکالا اور اسے توڑ دیا۔ اس کے بعد پوچھا: اس ظالم کی ولی عہدی قبول کرنے کی کیا وجہ تھی؟ آپ تو فرزند رسول اللہ ﷺ ہیں اور آپ کی نظر میں یہ لوگ تو کافر ہیں؟

امام نے فرمایا:

أَرَأَيْتَ هٰؤُلَاءِ أَكْفَرُ عِنْدَكَ أَمْ عَزِيزُ مِصْرَ وَأَهْلُ مَمْلَكَتِهِ أَلَيْسَ هٰؤُلَاءِ عَلَى حَالٍ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ مُوَحِّدُونَ وَأُولٰئِكَ لَمْ يُوَحِّدُوا اللّٰهَ وَلَمْ يَعْرِفُوهُ وَيُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ نَبِيٌّ ابْنُ نَبِيٍّ ابْنِ نَبِيٍّ يَسْأَلُ الْعَزِيزَ وَهُوَ كَافِرٌ فَقَالَ ﴿اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ﴾[1] وَكَانَ يُجَالِسُ الْفَرَاعِنَةَ. وَإِنَّمَا أَنَا رَجُلٌ مِنْ وُلْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ص أَجْبَرَنِي عَلَى هٰذَا الْأَمْرِ وَأَكْرَهَنِي عَلَيْهِ مَا الَّذِي أَنْكَرْتَ وَنَقَمْتَ عَلَيَّ.

تیری نظر میں یہ بڑے کافر ہیں یا عزیز مصر اور اس کی رعایا؟ یہ تو خود کو موحد جانتے ہیں جبکہ وہ تو خدا پر ایمان بھی نہیں رکھتے تھے اور اسے پہچانتے بھی نہیں تھے۔ باوجود اس کے کہ یوسف بن یعقوب پیغمبر ابن پیغمبر تھے، انہوں نے عزیز مصر سے کہا: مجھے زمین کے خزائن دے دے، کیونکہ میں علیم و امین ہوں۔ وہ تو فرعونوں کے ساتھ نشست و برخاست رکھتے تھے۔ میں تو اس کام پر مجبور کیا گیا ہوں اور اس میں دخالت کو برا سمجھتا ہوں تو پھر تو کس وجہ سے مجھ سے انتقام لینا چاہتا ہے؟

---

[1] سورۃ یوسف: ۵۵.

اس خارجی نے کہا:

آپ پر کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا، حق آپ کے ساتھ ہے اور آپ فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔[1]

[1] الخرائج والجرائح: ص ۱۲۵ طہند [ج ۲، ص ۷۶۷]

maablib.org

طلب باران

امام کی بیعت کے بعد بارش کم برسی۔ اکثر لوگوں نے اسے امام کی بیعت کے برے شگون کے طور پر لیا۔ مامون نے امام سے لوگوں کے لیے طلب باران کی درخواست کی۔

امام نے فرمایا:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ص فِي مَنَامِي يَقُولُ يَا بُنَيَّ انْتَظِرْ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَ ابْرُزْ إِلَى الصَّحْرَاءِ وَ اسْتَسْقِ فَإِنَّ اللهَ يَسْقِيهِمْ وَ أَخْبِرْهُمْ بِمَا يُرِيكَ اللهُ وَ هُمْ لَا يَعْلَمُونَ حَالَكَ لِيَزْدَادَ عِلْمُهُمْ بِفَضْلِكَ وَ مَكَانِكَ مِنْ رَبِّكَ.

میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: بیٹے سوموار کے دن تک انتظار کرو اور اس دن صحرا میں چلے جاؤ اور وہاں جا کر بارش کے لیے دعا کرو خدا ان کے لیے بارش نازل کرے گا اور انہیں اس چیز کی خبر دو جس کا خدا نے ارادہ فرمایا ہے۔ یہ تیری شان و منزلت نہیں جانتے۔ خدا کی بارگاہ میں تیری کیا قدر و منزلت ہے یہ ان کے لیے اس دعا کے وسیلے سے زیادہ روشن ہو جائے گی۔

امام سوموار کے دن منبر پر تشریف لے گئے اور خدا کی حمد و ستائش کے بعد اس طرح دعا فرمائی:

اللَّهُمَّ يَا رَبِّ أَنْتَ عَظَّمْتَ حَقَّنَا أَهْلَ الْبَيْتِ فَتَوَسَّلُوا بِنَا كَمَا أَمَرْتَ وَ أَمَّلُوا فَضْلَكَ وَ رَحْمَتَكَ وَ تَوَقَّعُوا إِحْسَانَكَ وَ نِعْمَتَكَ فَاسْقِهِمْ سَقْياً نَافِعاً عَامّاً غَيْرَ رَائِثٍ وَ لَا ضَائِرٍ وَ لْيَكُنِ ابْتِدَاءُ مَطَرِهِمْ بَعْدَ انْصِرَافِهِمْ مِنْ مَشْهَدِهِمْ هَذَا إِلَى مَنَازِلِهِمْ.

بار الہا! اے پالنے والے! تو نے ہم اہلبیتؑ کے حق کو عظمت بخشی اور جس طرح تو نے حکم دیا تھا لوگ بھی ہم سے متوسل ہوئے ہیں، یہ تجھ سے تیرے فضل و رحمت کی آرزو رکھتے ہیں اور تیری نعمت و احسان کے منتظر ہیں۔ پس ان پر فائدہ مند، وسیع، بے ضرر اور بلا تاخیر بارش نازل فرما۔ یہ بارش اس وقت تک شروع نہ ہو جب تک حاضرین اپنے اپنے گھروں کو نہ پہنچ جائیں۔

آسمان میں بجلیاں کوندنے لگیں، ہوائیں چلیں، لوگ اپنے گھروں کو جانے کے لیے جلدی کرنے لگے۔ امام نے ان سے فرمایا:

آرام سے بیٹھو، یہ بادل فلاں شہر کے لیے ہیں!

بادل کے دس ٹکڑے آئے اور چلے گئے، اس کے بعد آسمان میں بادل نمودار ہوئے، امام نے فرمایا: یہ بادل اور اس سے برسنے والی بارش تمہارے لیے ہے، اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ، جب تک تم اپنے گھروں کو نہیں پہنچو گے یہ بادل نہیں برسیں گے۔

لوگ امام کے ساتھ اپنے گھروں کو چلے گئے،[1] بادل برسنے لگے اور اس قدر برسے کہ تمام جگہیں، صحرا، آبگیرے اور تالاب پانی سے بھر گئے۔

[1] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۲، ص ۳۱۹۔ [ج ۴، ص ۳۷۰]

نماز عید فطر

ولی عہدی کے مراسم ۷ رمضان سن ۲۰۱ ھ میں واقع ہوئے تھے، عید فطر کے آتے ہی مامون نے امام سے چاہا کہ وہ نماز عید پڑھانے کے لیے تشریف لائیں۔ امام نے اسے منع کیا لیکن وہ نہ مانا اور کہا: میرا اس کام سے مطلب لوگوں کے نفوس کا طاہر ہونا اور آپ کی جانب ان کی توجہ دلانا ہے تاکہ اس طرح ان پر آپ کے کثیر فضائل اور علم آشکار ہو۔

امام نے فرمایا:

إِنْ لَمْ تُعْفِنِي خَرَجْتُ كَمَا خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ص وَأَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ:

اگر تو نہیں مانتا تو (ٹھیک ہے) پھر میں رسول اللہ ﷺ اور امیر المومنین کی طرح نماز پڑھانے کے لیے نکلوں گا۔

روز عید امام رضاؑ نے طلوع خورشید کے بعد غسل فرمایا، سر پر سفید عمامہ باندھا، اس کی ایک طرف اپنے سینے پر ڈالی اور دوسرا سرا دونوں شانوں کے درمیان لٹکا دیا، تلوار حمائل فرمائی، (یہ دیکھ کر) ان کے خادموں نے بھی ایسا ہی کیا۔ امام پابرہنہ ہوئے جبکہ آپ نے اپنی شلوار اپنی آدھی پنڈلی تک اوپر چڑھا رکھی تھی عصا پر تکیہ فرماتے ہوئے چلے اور جب دروازے پر پہنچے تو بلند آواز سے کہا: اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ عَلَى مَا هَدَانَا اللهُ أَكْبَرُ عَلَى مَا رَزَقَنَا مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى مَا أَبْلَانَا

وزراء اور بڑی حکومتی شخصیات نے امام کو دیکھا تو سواریوں سے نیچے اتر آئے، اپنے پیر برہنہ کیے اور بلند آواز سے تکبیر بلند کرنے لگے۔ امام کی ملکوتی اور قدسی آواز

نے شہر کی فضا میں ایسی روحانیت گھول دی تھی کہ اس عظمت کے باوجود بھی لوگوں بے اختیار ہو کر شوق گریہ و عبادت کے ساتھ نماز کی جانب لپک رہے تھے، ان کے رونے کی آوازیں آسمان کو چھو رہی تھیں اور مرو تمام کا تمام گریہ و شیون اور عشق خدا میں ڈوب چکا تھا۔ امام ہر دس قدم پر تین بار تکبیر پڑھتے اور لوگ بھی امام کی تاسی میں بلند آواز سے تکبیر بلند کرتے۔ لوگوں کا گمان یہ تھا کہ آسمان و زمین اور پہاڑ بھی امام کو جواب دے رہے ہیں۔

یہ حالت دیکھ کر مامون پریشان ہو گیا۔ فضل بن سہل ذوالریاستین نے اس سے کہا: اگر ایسے ہی امام مصلے تک پہنچ گئے تو لوگ ان کے فریفتہ ہو جائیں گے۔ ان سے کہہ کر واپس لوٹ جائیں۔ مامون نے امام کو (واپس) لوٹ جانے کا پیغام بھجوایا۔[1] کہ میں نے آپ کو بلاوجہ زحمت میں ڈالا، میں آپ کو مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ جو سال ہائے قبل میں نماز پڑھایا کرتا تھا وہی اس سال بھی پڑھا دے گا۔

امام نے اپنی نعلین طلب کی، پہننے کے بعد اپنی سواری پر سوار ہوئے اور واپس لوٹ گئے، اس دن لوگوں کا سارا لائحہ برباد ہو گیا اور ان کی نماز نہ ہو سکی۔[2]

---

[1] اصول کافی [ج ۱، ص ۴۸۹] در حاشیہ مرآۃ العقول: ج ۱، ص ۴۱۰.

[2] اعلام الوریٰ: ص ۱۹۵.

شہادت امام رضا علیہ السلام

فضیلت شہادت

ائمہ فضائل و مکارم کی بلند ترین چوٹی پر براجمان ہیں اس طور کہ کوئی موجود بھی وہاں تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ جس طرح خدا نے تمام فضائل کا حامل ہونے میں ان کی سبقت چاہی اسی طرح طبیعی موت کی جگہ ان کے لیے فضیلت شہادت منتخب فرمائی۔ یوں امت میں سے کوئی بھی ان پر کسی ایک فضیلت میں بھی برتری نہیں پا سکتا اور نہ کسی صفت میں ان کے مقابل کوئی امتیازی حیثیت حاصل کر سکتا ہے۔ مندرجہ ذیل روایات کی جانب توجہ فرمایئے:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ایک حدیث میں خدا کی جانب سے شہید ہونے والے شخص کے اجر و ثواب کے بارے میں ارشاد فرمایا:

فَوْقَ كُلِّ ذِي بِرٍّ بِرٌّ حَتَّى يُقْتَلَ الرَّجُلُ فِي سَبِيلِ اللهِ فَإِذَا قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللهِ فَلَيْسَ فَوْقَهُ بِرٌّ.

ہر نیکی سے برتر بھی ایک نیکی ہے مگر یہ کہ کوئی راہ خدا میں مارا جائے، پس جب کوئی راہ خدا میں مارا جائے تو اس سے برتر اور کوئی نیکی نہیں۔[1]

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی صدیقہ طاہرہؑ سے فرمایا:

---

[1] خصال: ج۱، ص۸ [ص۹]، باب اول؛ شرح صحیفہ سجادیہ، سید علی خان: ص۵۷. [الکافی: ج۲، ص۳۴۸]

إِنَّ أَهْلَ الْجِنَانِ هُمُ الشُّهَدَاءُ فِي الدُّنْيَا بَذَلُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْداً عَلَيْهِ حَقّاً [الحق] فَمَا عِنْدَ اللهِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا [وَمَا فِيهَا] قَتْلَةٌ أَهْوَنُ مِنْ مِيتَةٍ.

بے شک دنیا میں جتنے بھی افراد شہید ہونے والے ہیں؛ یہ وہ ہیں جنہوں نے راہ خدا میں اپنا مال و جان قربان کیا تاکہ بہشت کے حقدار قرار پائیں، یہ راہ خدا میں قتال کرتے ہیں اور خود قتل بھی ہو جاتے ہیں اس وعدے کے لیے جو خدا کی جانب سے تورات انجیل اور زبور میں آیا ہے، بے شک جو کچھ خدا کے پاس ہے وہ دنیا سے بہتر ہے اور قتل ہونا موت سے زیادہ آسان ہے۔[1]

۳۔ امیر المومنینؑ نے جنگ صفین میں ارشاد فرمایا:

اللهم ارزقني اشرف القتل في سبيلك انصرك و انصر رسولك اشتري به الحيوة الباقية بالحياة الدنيا.

بار الہا! مجھے اپنی راہ میں بہترین انداز میں قتل ہونے کا رزق عنایت فرما، اس حال میں کہ میں تیری اور تیرے رسول ﷺ کی مدد کر رہا ہوں تاکہ اس وسیلے سے میں دنیا کی پست زندگی کے بدلے حیات جاوید خرید سکوں۔[2]

۴۔ ایک جنگ میں امیر المومنینؑ نے فرمایا:

اللَّهُمَّ إِنَّكَ أَعْلَمْتَ سَبِيلاً مِنْ سُبُلِكَ جَعَلْتَ فِيهِ رِضَاكَ وَنَدَبْتَ إِلَيْهِ أَوْلِيَاءَكَ وَ

---

[1] تفسیر فرات، ط نجف۔ [ص ۱۷۲]

[2] صحیفہ علویہ: ص ۱۶۴۔ [ص ۳۱۲]

جَعَلْتَهُ أَشْرَفَ سُبُلِكَ عِنْدَكَ ثَوَاباً وَ أَكْرَمَهَا لَدَيْكَ مَآباً وَ أَحَبَّهَا إِلَيْكَ مَسْلَكاً ثُمَّ اشْتَرَيْتَ فِيهِ ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَ أَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَ يُقْتَلُونَ﴾ وَعْداً عَلَيْكَ حَقّاً فَاجْعَلْنِي مِمَّنِ اشْتَرَى فِيهِ مِنْكَ نَفْسَهُ ثُمَّ وَفَى لَكَ بِبَيْعِهِ الَّذِي بَايَعَكَ عَلَيْهِ غَيْرَ نَاكِثٍ وَ لَا نَاقِضٍ عَهْداً وَ لَا مُبَدِّلًا تَبْدِيلًا بَلِ اسْتِيجَاباً لِمَحَبَّتِكَ وَ تَقَرُّباً بِهِ إِلَيْكَ فَاجْعَلْهُ خَاتِمَةَ عَمَلِي وَ صَيِّرْ فِيهِ فَنَاءَ عُمُرِي.

بار الہا! تو نے اپنی راہوں میں سے ایک راہ کی پہچان کروائی اور اپنی رضایت اس میں قرار دی، اپنے اولیاء کو اس کی جانب دعوت دی اور اسے اپنے نزدیک ثواب حاصل کرنے کی بہترین راہ اور عاقبت کی برترین راہ قرار دیا۔ پھر تو نے مومنین کی جان ومال کو خریدا تا کہ جنت ان کی پاداش قرار پائے، جو لوگ راہ خدا میں قتال کرتے ہیں اور مارے جاتے ہیں (ان کے لیے) خدا کا وعدہ حق ہے جو اس نے کیا ہے۔ پس مجھے ان افراد میں سے قرار دے جن کی جانوں کو تو خرید چکا ہے۔ جو معاملہ ہم تجھ سے کر چکے ہیں اس میں وفادار رہیں نہ کہ وعدہ خلافوں اور پیمان شکنوں میں سے ہو جائیں۔ میں تیری نہ ختم ہونے والی محبت کا شاکر رہوں، تیری بارگاہ سے نزدیک تر ہو جاؤں، میری عاقبت اور عمر اسی راہ میں قرار دے۔[1]

امیر المومنین کو یقین تھا کہ وہ ان جنگوں میں شہید نہیں ہونگے اس کے باوجود بھی وہ ان جنگوں میں شہداء کے مقام ورتبے اور اجر وثواب کی جانب اپنی چاہت کا اظہار فرماتے تھے کیونکہ:

---

[1] شرح صحیفہ سجادیہ، سید علی خان: ص ۵۸. [الکافی: ج ۵، ص ۴۶]

مَنْ أَحَبَّ عَمَلَ قَوْمٍ أُشْرِكَ فِي عَمَلِهِمْ.[1]

جو بھی کسی گروہ کے کسی عمل کو پسند کرتا ہے وہ ان کے ساتھ اس عمل میں شریک ہے۔

اس دعا سے امیر المومنینؑ کا مقصود وقت شہادت میں طلب تعجیل نہیں تھا بلکہ مقصود یہ تھا کہ ان کی زندگی کا خاتمہ شہادت پر ہو اور یہ چیز اپنی شہادت کے وقت کے بارے میں امام کے علم سے منافات نہیں رکھتی۔ اس دعا میں امام نے اپنی رضا و خوشنودی کو خدا کی رضا میں ضم کرنے اور اس کی حتمی تقدیر کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا اظہار کیا ہے۔ اور یہ عمل اپنے مقام پر خود عبادت ہے اور امام جیسے شخص کا اس کی جانب مائل ہونا سزاوار ہے۔

سبط اکبر امام حسن مجتبیٰؑ ایک حدیث میں جنادہ کو مخاطب فرما کر اسی مطلب کی جانب اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

لَقَدْ حَدَّثَنِي جَدِّي رَسُولُ اللهِ ص[2] أَنَّ الْأَمْرَ يَمْلِكُهُ اثْنَا عَشَرَ إِمَاماً مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ وَصَفْوَتِهِ مَا مِنَّا إِلَّا مَقْتُولٌ أَوْ مَسْمُومٌ.

رسول اللہ ﷺ نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا کہ علی و بتول کی اولاد میں سے بارہ امام اس امر امامت کا بار اٹھانے والے ہونگے، ہم میں سے کوئی نہیں مگر یہ کہ یا تو قتل ہو گا یا مسموم کیا جائے گا۔[1]

بشارۃ المصطفیٰ: ص ۷۵۔

مؤلف نے یوں نقل کیا ہے: "لقد عھد الینا رسول اللہ..."

روایات شہادت امام رضاؑ

انہیں ائمہ میں سے ایک امام علی بن موسیٰ بن جعفر الرضا علیہ السلام ہیں، جن کی دشمنان خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کے ہاتھوں شہادت سے متعلق کثیر روایات وارد ہوئی ہیں۔ من جملہ:

۱۔ امام رضاؑ نے فرمایا: وَاللّٰهِ مَا مِنَّا إِلَّا مَقْتُولٌ شَهِيدٌ.

خدا کی قسم ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں مگر یہ کہ اسے قتل کر کے شہید کیا جائے گا۔

امام نے پوچھا گیا: یابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ! کون ہے جو آپ کو قتل کرے گا؟

امام نے فرمایا: شَرُّ خَلْقِ اللّٰهِ فِي زَمَانِي يَقْتُلُنِي بِالسَّمِّ ثُمَّ يَدْفِنُنِي فِي دَارِ مَضْيَعَةٍ وَبِلَادِ غُرْبَةٍ.

خدا کی بدترین مخلوق مجھے زہر سے قتل کرے گی، اور پھر مجھے ایک ویران گھر اور وطن سے دور ایک شہر میں دفن کیا جائے گا۔[2]

۲۔ حسن بن فضال ایک خراسانی شخص سے نقل کرتا ہے کہ اس نے کہا:

---

[1] کفایۃ الاثر، خزار: ص ۳۱۷. [ص ۱۶۲] ہم نے پانی یا دودھ میں زہر کا علم ہونے کے باوجود بھی اسے نوش فرمانے اور اقدام قتل کے حوالے سے امام حسنؑ سے مربوط کتاب میں مطالب بیان کیے ہیں. (یہ کتاب حرم حضرت عباس علیہ السلام کی جانب سے دو جلدوں میں بہترین تحقیق کے ساتھ شایع ہو چکی ہے. مترجم)

[2] امالی صدوق: مجلس ۱۵، ص ۳۹ [ص ۶۳] عیون اخبار الرضا: ص ۳۶۳. [ج ۲، ص ۲۵۶]

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا، انہوں نے مجھ سے فرمایا: تم کیا کرو گے جب میرے دل کا ایک ٹکڑا تمہاری سرزمین میں دفن ہو گا، میری امانت کی حفاظت کرو گے اور کیا ہو گا جب تمہاری خاک میں میرا ایک ستارہ پنہاں ہو گا۔ جب اس نے اپنا خواب امام رضاؑ کو سنایا تو آپ نے فرمایا:

أَنَا الْمَدْفُونُ فِي أَرْضِكُمْ وَأَنَا بَضْعَةٌ مِنْ نَبِيِّكُمْ وَأَنَا الْوَدِيعَةُ وَالنَّجْم.

میں تمہاری سرزمین میں دفن ہوں گا اور میں ہی ہوں جو تمہارے نبی کا ٹکڑا ہے اور میں ہی وہ امانت اور ستارہ ہوں۔

اس کے بعد امام نے اس کے خواب کی تائید میں فرمایا:

لَقَدْ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي عَنْ أَبِيهِ ع أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ص قَالَ مَنْ رَآنِي فِي مَنَامِهِ فَقَدْ رَآنِي لِأَنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ فِي صُورَتِي وَلَا فِي صُورَةِ أَحَدٍ مِنْ أَوْصِيَائِي وَلَا فِي صُورَةِ وَاحِدٍ مِنْ شِيعَتِهِمْ وَإِنَّ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةَ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءاً مِنَ النُّبُوَّةِ.[1]

میرے بابا نے اپنے اجداد کے توسط سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا کہ آپؐ نے فرمایا: جس نے بھی مجھے خواب میں دیکھا بے شک اس نے مجھے ہی خواب میں دیکھا ہے کیونکہ شیطان میری، میرے اوصیاء کی اور ان کے شیعوں میں سے کسی کی بھی صورت میں نہیں آسکتا، اور نبوت کے ستر اجزاء میں سے ایک جز سچا خواب ہے۔

۳۔ امیر المومنینؑ سے منقول ایک حدیث میں یوں وارد ہوا ہے:

سَيُقْتَلُ رَجُلٌ مِنْ وُلْدِي بِأَرْضِ خُرَاسَانَ بِالسَّمِّ ظُلْماً اسْمُهُ اسْمِي وَاسْمُ أَبِيهِ

---

1. عیون اخبار الرضا: ج ۲، ص ۲۵۷۔

اسْمُهُ اسْمِي وَاسْمُ أَبِيهِ اسْمُ ابْنِ عِمْرَانَ مُوسَى.[1]

بہت جلد میرے خاندان میں سے ایک مرد خراسان میں مظلومیت کے عالم میں زہر سے قتل کیا جائے گا، اس کا نام میرے نام پر اور اس کے بابا کا نام موسیٰ بن عمران کے نام پر ہو گا۔

۴۔ امام صادقؑ نے فرمایا:

يُقْتَلُ حَفَدَتِي بِأَرْضِ خُرَاسَانَ فِي مَدِينَةٍ يُقَالُ لَهَا طُوس.[2]

میرا پوتا خراسان کے طوس نامی شہر میں قتل کیا جائے گا۔

۵۔ امام صادقؑ کی ایک اور حدیث میں آیا ہے:

يُقْتَلُ لِهَذَا وَأَوْمَى بِيَدِهِ إِلَى مُوسَى ع وَلَدٌ بِطُوسَ وَلَا يَزُورُهُ مِنْ شِيعَتِنَا إِلَّا الْأَنْدَرُ فَالْأَنْدَرُ.[3]

آپ نے امام موسیٰ کاظمؑ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اس کا ایک بیٹا طوس میں قتل کیا جائے گا ہمارے شیعوں میں بہت کم افراد اس کی زیارت کریں گے۔

۶۔ سلیمان بن حفص مروزی کہتے ہیں: میں نے امام موسیٰ کاظمؑ سے سنا کہ آپ نے فرمایا:

إِنَّ ابْنِي علي [عَلِيّاً] مَقْتُولٌ بِالسَّمِّ ظُلْماً وَمَدْفُونٌ إِلَى جَنْبِ هَارُونَ بِطُوسَ مَنْ

---

[1] ایضاً: ص ۲۵۹۔

[2] ایضاً۔

[3] ایضاً۔

زَائِرُهُ كَمَنْ زَارَ رَسُولَ اللَّهِ ص.[1]

میرے بیٹا مظلومیت کے عالم میں زہر سے قتل کیا جائے گا اور اسے ہارون کے ساتھ طوس میں دفن کیا جائے گا۔ جو بھی اس کی زیارت کرے گا وہ ایسا ہے جیسے اس نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔

۷۔ امام رضاؑ نے حسن وشاء سے فرمایا:

إِنِّي سَأُقْتَلُ بِالسَّمِّ مَظْلُوماً فَمَنْ زَارَنِي عَارِفاً بِحَقِّي غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ.[2]

بہت جلد مجھے مظلومیت کے عالم میں زہر سے قتل کر دیا جائے گا جو کوئی بھی میرے حق کی معرفت کے ساتھ میری زیارت کرے گا خدا اس کے تمام سابقہ ولاحقہ گناہ بخش دے گا۔[3]

علت شہادت

امام رضاؑ کی شہادت کی علت کے حوالے سے شیخ مفید لکھتے ہیں:

امام رضاؑ کے قتل کے اقدام پر مامون کو اکسانے کی وجہ یہ تھی کہ امام مکرراً خلوت میں مامون کو نصیحت فرمایا کرتے اور گناہوں کے ارتکاب، محرمات کی انجام دہی اور حدود شرعی سے تجاوز کرنے کی جانب متوجہ کرتے تھے۔ ایک دن امام نے دیکھا کہ

---

[1] ایضاً: ص ۲۶۰.

[2] ایضاً: ص ۲۶۱.

[3] عیون اخبار الرضا: ص ۲۶۲، ۲۶۵، ۲۶۷.

ایک غلام مامون کے ہاتھوں پر وضو کے لیے پانی ڈال رہا ہے، امام نے فرمایا:

لَا تُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّكَ أَحَداً.

خدا کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کر!

مامون نے غلام کو بھیج دیا اور غصے کی حالت میں تنہا وضو کیا۔

اس کے علاوہ ایک دن امام سہل کے بیٹوں حسن اور فضل پر تنقید کر رہے تھے اور امور مملکت میں ان دونوں کی بے تدبیری اور ان کے ناپسندیدہ اعمال کا ذکر فرما رہے تھے اور مامون کو ان کی آراء پر عمل کرنے سے منع فرما رہے تھے۔ جب ان دونوں کو اس بارے میں علم ہوا تو انہوں نے امام پر جھوٹ باندھنے اور تہمتیں لگانے سے پرہیز نہیں کیا۔ یہاں تک کہ امام کے لیے مامون کے دل میں نفرت کی آگ بھڑکا دی۔ انھوں نے مامون کو امام کے لیے لوگوں کے دلوں میں پائے جانے والی محبت اور فضائل سے ڈرایا۔ ان کی امام کے بارے میں بدگوئی جاری رہی یہاں تک کہ انہوں نے مامون کے قلب کو امام کی دشمنی سے اور زیادہ بھر دیا۔ یہ بات اس قدر آگے بڑھ گئی کہ اس نے امام کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔[1]

واقعہ شہادت

ہرثمہ بن اعین کہتے ہیں: امام نے مجھے بلایا، میں ان کی خدمت میں پہنچا۔ فرمایا:

يَا هَرْثَمَةُ هٰذَا أَوَانُ رَحِيلِي إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى وَلُحُوقِي بِجَدِّي وَآبَائِي ع وَقَدْ بَلَغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ وَقَدْ عَزَمَ هٰذَا الطَّاغِي عَلَى سَمِّي فِي عِنَبٍ وَرُمَّانٍ مَفْرُوكٍ فَأَمَّا الْعِنَبُ فَإِنَّهُ يَغْمِسُ

---

[1] [روضۃ الواعظین: ج ۱، ص ۲۳۲]

السِّلْكَ فِي السَّمِّ وَ يَجْذِبُهُ بِالْخَيْطِ بِالْعِنَبِ وَ أَمَّا الرُّمَّانُ فَإِنَّهُ يَطْرَحُ السَّمَّ فِي كَفِّ بَعْضِ
غِلْمَانِهِ وَ يَفْرُكُ الرُّمَّانَ بِيَدِهِ لِيَتَلَطَّخَ حَبُّهُ فِي ذَلِكَ السَّمِّ وَ إِنَّهُ سَيَدْعُونِي فِي الْيَوْمِ الْمُقْبِلِ
وَ يُقَرِّبُ إِلَيَّ الرُّمَّانَ وَ الْعِنَبَ وَ يَسْأَلُنِي أَكْلَهَا فَآكُلُهَا ثُمَّ يَنْفُذُ الْحُكْمُ وَ يَحْضُرُ الْقَضَاءُ فَإِذَا
أَنَا مِتُّ فَسَيَقُولُ أَنَا أُغَسِّلُهُ بِيَدِي فَإِذَا قَالَ ذَلِكَ فَقُلْ لَهُ عَنِّي بَيْنَكَ وَ بَيْنَهُ إِنَّهُ قَالَ لِي لَا
تَتَعَرَّضْ لِغُسْلِي وَ لَا لِتَكْفِينِي وَ لَا لِدَفْنِي فَإِنَّكَ إِنْ فَعَلْتَ ذَلِكَ عَاجَلَكَ مِنَ الْعَذَابِ مَا
أُخِّرَ عَنْكَ وَ حَلَّ بِكَ أَلِيمُ مَا تَحْذَرُ فَإِنَّهُ سَيَنْتَهِي قَالَ فَقُلْتُ نَعَمْ يَا سَيِّدِي قَالَ فَإِذَا خَلَّى
بَيْنَكَ وَ بَيْنَ غُسْلِي حَتَّى تَرَى فَيَجْلِسُ فِي عُلْوٍ مِنْ أَبْنِيَتِهِ مُشْرِفاً عَلَى مَوْضِعِ غُسْلِي لِيَنْظُرَ
فَلَا تَتَعَرَّضْ يَا هَرْثَمَةُ لِشَيْءٍ مِنْ غُسْلِي حَتَّى تَرَى فُسْطَاطاً أَبْيَضَ قَدْ ضُرِبَ فِي جَانِبِ
الدَّارِ فَإِذَا رَأَيْتَ ذَلِكَ فَاحْمِلْنِي فِي أَثْوَابِيَ الَّتِي أَنَا فِيهَا فَضَعْنِي مِنْ وَرَاءِ الْفُسْطَاطِ وَ قِفْ
مِنْ وَرَائِهِ وَ يَكُونُ مَنْ مَعَكَ دُونَكَ وَ لَا تَكْشِفْ عَنِّي الْفُسْطَاطَ حَتَّى تَرَانِي فَتَهْلِكَ فَإِنَّهُ
سَيُشْرِفُ عَلَيْكَ وَ يَقُولُ لَكَ يَا هَرْثَمَةُ أَلَيْسَ زَعَمْتُمْ أَنَّ الْإِمَامَ لَا يُغَسِّلُهُ إِلَّا إِمَامٌ مِثْلُهُ
فَمَنْ يُغَسِّلُ أَبَا الْحَسَنِ عَلِيَّ بْنَ مُوسَى وَ ابْنُهُ مُحَمَّدٌ بِالْمَدِينَةِ مِنْ بِلَادِ الْحِجَازِ وَ نَحْنُ بِطُوسَ
فَإِذَا قَالَ ذَلِكَ فَأَجِبْهُ وَ قُلْ لَهُ إِنَّا نَقُولُ إِنَّ الْإِمَامَ لَا يَجِبُ أَنْ يُغَسِّلَهُ إِلَّا إِمَامٌ مِثْلُهُ فَإِنْ
تَعَدَّى مُتَعَدٍّ فَغَسَّلَ الْإِمَامَ لَمْ تَبْطُلْ إِمَامَةُ الْإِمَامِ لِتَعَدِّي غَاسِلِهِ وَ لَا بَطَلَتْ إِمَامَةُ
الْإِمَامِ الَّذِي بَعْدَهُ بِأَنْ غُلِبَ عَلَى غُسْلِ أَبِيهِ وَ لَوْ تُرِكَ أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ مُوسَى الرِّضَا ع
بِالْمَدِينَةِ لَغَسَّلَهُ ابْنُهُ مُحَمَّدٌ ظَاهِراً مَكْشُوفاً وَ لَا يُغَسِّلُهُ الْآنَ أَيْضاً إِلَّا هُوَ مِنْ حَيْثُ يَخْفَى
فَإِذَا ارْتَفَعَ الْفُسْطَاطُ فَسَوْفَ تَرَانِي مُدْرَجاً فِي أَكْفَانِي فَضَعْنِي عَلَى نَعْشِي وَ احْمِلْنِي فَإِذَا
أَرَادَ أَنْ يَحْفِرَ قَبْرِي فَإِنَّهُ سَيَجْعَلُ قَبْرَ أَبِيهِ هَارُونَ الرَّشِيدِ قِبْلَةً لِقَبْرِي وَ لَا يَكُونُ ذَلِكَ

أَبَداً فَإِذَا ضُرِبَتِ الْمَعَاوِلُ تَنْبُتْ عَنِ الْأَرْضِ وَلَمْ تَحْفِرْ لَهُمْ مِنْهَا شَيْءٌ وَلَا مِثْلُ قُلَامَةِ ظُفُرٍ فَإِذَا اجْتَهَدُوا فِي ذَلِكَ وَصَعُبَ عَلَيْهِمْ فَقُلْ لَهُ عَنِّي إِنِّي أَمَرْتُكَ أَنْ تَضْرِبَ مِعْوَلاً وَاحِداً فِي قِبْلَةِ قَبْرِ أَبِيهِ هَارُونَ الرَّشِيدِ فَإِذَا ضُرِبَتْ نَفَذَ فِي الْأَرْضِ إِلَى قَبْرٍ مَحْفُورٍ وَضَرِيحٍ قَائِمٍ فَإِذَا انْفَرَجَ الْقَبْرُ فَلَا تُنْزِلْنِي إِلَيْهِ حَتَّى يَفُورَ مِنْ ضَرِيحِهِ الْمَاءُ الْأَبْيَضُ فَيَمْتَلِئَ مِنْهُ ذَلِكَ الْقَبْرُ حَتَّى يَصِيرَ الْمَاءُ مُسَاوِياً مَعَ وَجْهِ الْأَرْضِ ثُمَّ يَضْطَرِبُ فِيهِ حُوتٌ بِطُولِهِ فَإِذَا اضْطَرَبَ فَلَا تُنْزِلْنِي إِلَى الْقَبْرِ إِلَّا إِذَا غَابَ الْحُوتُ وَأَغَارَ الْمَاءُ فَأَنْزِلْنِي فِي ذَلِكَ الْقَبْرِ وَأَلْحِدْنِي فِي ذَلِكَ الضَّرِيحِ وَلَا تَتْرُكْهُمْ يَأْتُوا بِتُرَابٍ يُلْقُونَهُ عَلَيَّ فَإِنَّ الْقَبْرَ يَنْطَبِقُ مِنْ نَفْسِهِ.

اے ہرثمہ! یہ دن وہ ہیں جب میں اپنے خدا کی جانب کوچ کروں گا اور اپنے جد اور آباء سے جاملوں گا۔ میری موت کا وقت آچکا ہے، اس ظالم نے ارادہ کیا ہے کہ مجھے زہر لگے ہوئے انار اور انگور دے۔ اس نے سوئی میں دھاگا پرو کر اسے زہر میں تر کر کے ہر ہر دانے میں سے سوئی گزاری ہے۔ اور رہی بات انار کی تو اس نے اپنے خادموں میں سے ایک کی ہتھیلی میں زہر دیا ہے تاکہ وہ انار کے دانوں میں زہر لگائے۔ بہت جلد وہ مجھے بلائے گا اور چاہے گا کہ میں وہ انار اور انگور کھاؤں۔ جیسے ہی میں وہ کھاؤں گا قضائے الٰہی جاری ہو جائے گی۔ جب میں اس دنیا سے چل بسوں گا تو مامون کہے گا: میں غسل دوں گا۔ اس وقت تو اسے مخفیانہ طور پر کہنا: اس کام سے اجتناب کر، اگر تو نے ایسا کیا تو تیرا عذاب جو مؤخر ہے، بہت جلد تجھ پر نازل ہو جائے گا۔

جب وہ منصرف ہو جائے گا تو ایک بلند مکان کی جانب جائے گا تاکہ غسل کی جگہ

کو دیکھ سکے۔ اس کے بعد تو دیکھے گا کہ گھر میں ایک خیمہ لگا ہو گا مجھے میرے بستر سے اٹھا کر غسل کے لیے اس خیمے میں رکھ دینا اور خیمے کے باہر ہی کھڑے رہنا، جب خیمہ لپٹ جائے گا تو تو مجھے کفن میں لپٹا ہوا پائے گا۔ مامون تجھ سے کہے گا: ہرثمہ تم نہیں کہتے کہ امام کو امام کے علاوہ اور کوئی غسل نہیں دیتا، تو پھر علی بن موسیٰ الرضاؑ کو کس نے غسل دیا، جبکہ ان کے بیٹے محمد مدینے میں ہیں اور ہم طوس میں؟

اس سے کہنا: ہر چند واجب ہے کہ امام کو امام ہی غسل دے، لیکن اگر تجاوز کرنے والا اپنی حد سے تجاوز کرے اور امام کو غسل دے تو اس سے امام سابق اور امام لاحق کی امامت باطل نہیں ہوتی۔ اگر امام رضاؑ مدینے میں دنیا سے رخصت ہوتے تو ان کے بیٹے محمد انہیں آشکار طور پر غسل دیتے اور اب بھی انہیں ان کے بیٹے محمد کے علاوہ کسی اور نے غسل نہیں دیا، لیکن وہ آنکھوں سے پنہاں تھے۔

وہ چاہے گا کہ اپنے باپ ہارون کی قبر کو میری قبر کے لیے قبلہ قرار دے لیکن ایسا کبھی ہو نہیں سکے گا۔ کیونکہ کدال اس حصے میں ایک ناخن کے برابر بھی کھدائی نہیں کر سکیں گے چاہے وہ کتنی ہی کوشش کیوں نہ کر لیں۔ اس سے کہنا: میں تیرے باپ کی قبر کے قبلے کی جانب ایک کدال مارنے پر مامور ہوں، وہاں سے ایک تیار قبر نمودار ہو گی جو پہلے سے بنی ہوئی ہو گی۔ مجھے اس وقت تک قبر میں نہ لٹانا جب تک اس میں سفید پانی نہ بھر جائے، پانی زمین کی سطح کے برابر ہو جائے گا تو اس میں قبر کے طول کے برابر ایک مچھلی پیدا ہو گی جب یہ مچھلی غائب ہو جائے اور پانی جذب ہو جائے تو مجھے قبر میں رکھ دینا، کوئی بھی قبر پر خاک نہ ڈالے کیونکہ قبر خود بخود بند ہو جائے گی۔

ہر ثمہ کہتا ہے: جب مجھے میرے سید و مولا نے ان پنہاں اسرار سے آگاہ فرمایا تو میں ان کے جد رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ان کی رحلت کے زمان اور اس ملعون کے ان کے ساتھ ظالمانہ رویہ کے بارے میں جان کر اپنا گریہ روک نہ سکا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی نے میرے منہ میں سیسہ پگھلا کر ڈال دیا ہے میں مامون کے ڈر اور اس کی قید کے عذاب کے خوف سے کسی سے یہ بات بیان نہیں کر سکتا تھا۔

اگلی شب مامون نے مجھے بلایا، اور مجھ سے کہا کہ میں امام رضاؑ کو اس کے پاس بلا کر لاؤں، جب امام اس کے پاس پہنچے تو مامون امام کے پاس آیا اور آپؑ سے معانقہ فرما کر امام کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا۔ اس نے امام کو اپنے پاس بٹھایا اور ان سے باتیں کرنا شروع کردیں۔

اس کے بعد حکم دیا کہ ایک غلام انگور اور انار لے آئے، (یہ سنتے ہی) میرے دل میں قیامت برپا ہوگئی، مجھے یقین ہوگیا کہ میرے مولا و آقا مظلومیت کے عالم میں قتل کردیے جائیں گے، میں مجبوراً وہاں سے لوٹ آیا تاکہ کوئی میرے دل کی بات نہ جان لے اور یہ میرے قتل کا باعث نہ بنے۔ وہ ظہر کے قریب کا وقت تھا جب امام مامون کے پاس سے اٹھ کر باہر آئے۔ میں امام کے پیچھے گیا لیکن لوگوں سے سنا کہ امام کے ساتھ کوئی حادثہ ہوگیا ہے۔[1]

۲۔ اباصلت کہتے ہیں: امام نے اس حالت میں کہ اپنے سر کو ڈھانپ رکھا تھا مامون کے پاس سے اٹھے اور گھر آگئے میں نے امام سے کوئی بات نہیں کی، کیونکہ امام نے مجھے

[1] عیون اخبار الرضا: ص ۳۵۵. [ج ۲، ص ۲۴۶]

منع فرمایا تھا کہ اگر وہ اس طرح مامون کے محل سے باہر آئیں تو ان سے بات نہ کروں۔ اس کے بعد فرمایا: دروازہ بند کر دو۔ امام اپنے بستر پر دراز ہو گئے اور زہر کے اثر کی وجہ سے تڑپنے لگے۔ میں دروازے پر کھڑا تھا اچانک میں نے گھر میں ایک خوبصورت نو جوان کو دیکھا جو بالکل امام رضاؑ کی شبیہ تھا۔ مجھے تعجب ہوا کہ گھر کے دروازے بند ہیں تو یہ اندر کیسے داخل ہوا۔ اس نے مجھ سے فرمایا:

اَلَّذِي جَاءَ بِي مِنَ الْمَدِينَةِ فِي هٰذَا الْوَقْتِ أَدْخَلَنِي الدَّارَ فَقُلْتُ وَ مَنْ أَنْتَ قَالَ أَنَا حُجَّةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ يَا أَبَا الصَّلْتِ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ.

جو اس وقت مجھے مدینے سے یہاں پہنچانے پر قادر ہے وہ بند دروازوں میں سے نکال کر مجھے گھر میں داخل کرنے پر بھی قادر ہے۔ اے ابا الصلت میں تجھ پر خدا کی حجت ہوں میں محمد بن علیؑ ہوں۔

اس کے بعد وہ اپنے بابا کے حجرے میں چلے گئے، امام رضاؑ نے انہیں اپنے سینے سے لگا لیا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا۔ امام تقیؑ نے بھی خود کو بابا کی آغوش میں گرا دیا، وہ ان کے بوسے لیتے جاتے تھے۔[1]

امام نے چند دن اس زہر کی تکلیف کے ساتھ گزارے، مامون دن میں دو بار امام کی عیادت کے لیے آتا تھا۔ آخری ایام میں امام ہر گھنٹے بعد غش کھا جاتے تھے امام نے یاسر خادم سے پوچھا: کیا باقی افراد نے بھی کچھ کھایا ہے؟ یاسر نے کہا: اہل خانہ پریشانی کے عالم میں گریہ وزاری کر رہے ہیں، آپ کو اس حالت میں دیکھ کر کیسے کچھ کھا سکتے

---

[1] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۲، ص 423. [ج ۴، ص 384]

ہیں؟

امام اسی حالت میں اٹھ کر بیٹھ گئے اور حکم دیا دستر خوان لگایا جائے، امام نے اپنے تمام خادمین سے محبت کا اظہار کیا۔ کھانا ختم ہونے کے بعد حکم دیا کہ ان کے گھر والوں کے لیے بھی غذا بھیجی جائے۔ اس تمام مدت میں امام نے کسی پر اپنا درد عیاں نہ ہونے دیا تا کہ وہ لوگ کھانا کھالیں۔[1]

اس کے بعد ۱۷ صفر سن ۲۰۳ ہجری کو غریب الوطنی کے عالم میں زہر کے اثر سے مظلومیت کے ساتھ شہید ہو گئے۔[2]

مامون نے ایک شب و روز امام کی شہادت کی خبر مخفی رکھی۔ اس کے بعد محمد بن امام صادقؑ اور آل ابو طالب کے ایک گروہ کے پیچھے کچھ افراد کو بھیجا، انہیں امام کا بدن دکھایا اور کہا: وہ سالم ہے اور اس پر نیزے یا کسی چوٹ کا کوئی اثر نہیں ہے۔ اس کے بعد

---

[1] عیون اخبار الرضا: ص ۳۵۲.

[2] امام کی شہادت کے حوالے سے متعدد اقوال ذکر کیے گئے ہیں. (۱۷ صفر ۲۰۳ھ) کفعمی نے مصباح: ص ۳۶۹، سید بحر العلوم کے جد نے رسالہ موالید الائمہ میں بھی یہی ذکر کیا ہے اور آیت اللہ مقرم کا بھی یہی نظریہ ہے. (آخر ذو الحجہ) مسعودی نے اثبات الوصیہ: ص ۱۸۰ میں لکھا ہے. یافعی نے مرآۃ الجنان: ج ۲، ص ۱۲ میں ۵ ذو الحجہ لکھی ہے. یافعی نے ہی ایک نظر کے عنوان سے ۱۳ ذو الحجہ بھی لکھی ہے. شیخ مفید نے مسار الشیعہ، فیض نے احسن التقویم اور مجلسی نے علامہ حلی کے بھائی سے عدد القویہ میں ۲۳ ذو الحجہ لکھی ہے. مجلسی نے جنات الخلود میں ۲۴ ذو الحجہ لکھی ہے. صدوق نے عیون: ص ۳۵۵ میں ۵ رمضان لکھی ہے. طبری نے تاریخ: ج ۱۰، ص ۱۵۱، ابن اثیر نے کامل: ج ۶، ص ۱۱۹ میں اور طبرسی نے اعلام الوریٰ: ص ۱۲۲ میں آخر صفر لکھی ہے.

(یہ منافق انسان) روتے ہوئے کہنے لگا: مجھ پر بہت سخت ہے کہ تجھے اس حال میں دیکھوں، میری تو خواہش تھی کہ آپ سے پہلے مر جاتا، لیکن خدا یہ نہیں چاہتا تھا۔ اس نے لوگوں کے سامنے بہت زیادہ بناوٹی بے تابی کا اظہار کیا۔[1]

ہرثمہ بن اعین کہتے ہیں: ماموں نے امام کے بدن کو غسل دینے کا ارادہ کیا، میں نے اسے اکیلے میں کہا: امام رضاؑ نے مجھے حکم دیا تھا کہ تجھے کہوں کہ امام کے غسل و تکفین و تدفین سے باز رہنا کیونکہ اگر ایسا نہیں کرتا تو جو عذاب تیرے انتظار میں ہے وہ جلد تجھ پر نازل ہو جائے گا۔ وہ منصرف ہو گیا اور غسل دینے کے مقام کے اوپر ایک بلندی پر جا بیٹھا تا کہ امام کو غسل دینے والے کو دیکھے۔ امام کے گھر میں ایک خیمہ لگا ہوا تھا، جیسا مجھے امام نے حکم دیا تھا میں امام کے بدن کو خیمے میں لے گیا۔ ماموں اور ہرثمہ کے درمیان وہی کچھ پیش آیا جس کی امام نے خبر دی تھی۔

مراسم تدفین

خیمہ ہٹنے کے بعد امام کا جسم مطہر حمید بن قحطبہ کی عمارت میں لے جایا گیا جہاں پہلے سے ہارون رشید دفن تھا۔[2] ماموں نے حکم دیا کہ ہارون کی پائنتی کی جانب قبر کھودی جائے، انہوں نے بڑی کوشش کی لیکن زمین کھدا کر نہ دی یہاں تک کہ وہ تنگ آ گئے۔

---

[1] مقاتل الطالبین: ص۳۹۶؛ ارشاد مفید؛ روضۃ الواعظین: ص۱۹۹۔

[2] امام کے حمید بن قحطبہ کی عمارت میں مدفون ہونے کی روایات بعض علماء نے نقل کی ہے، من جملہ: شیخ مفید نے ارشاد میں؛ مسعودی نے اثبات الوصیۃ: ص۱۸۰ میں؛ فتال نے روضۃ الواعظین:

ص ۲۰۰ میں؛ ابن شہر آشوب نے المناقب: ج ا، ص ۴۱۷ میں؛ ابن اثیر نے کامل: ج ۶، ص ۱۱۹ میں اور ابو الفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبین: ص ۱۹۶ میں.

یہ حمید بن قحطبہ بن شبیب بن خالد بن سعد بن ابی طائی طوسی ہے. وہ منصور دوانقی کی جانب سے مصر میں نماز جماعت برپا کرنے اور خراج وصول کرنے کا مسئول تھا. وہ سال ۱۴۳ ہجری ۵ رمضان کو بیس ہزار کے لشکر کے ساتھ وہاں گیا اور ۲۴ ذوالحجہ ۱۴۴ کو معزول کر دیا گیا. علی بن محمد بن عبد اللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب مصر میں وارد ہوئے اور لوگوں کو اپنے والد اور چچا نفس ذکیہ کی جانب دعوت دینے لگے. کندی اپنی کتاب قضات مصر: ص ۱۱۱ طبیروت میں لکھتا ہے: خفیہ سپاہیوں نے حمید کو علی بن محمد کے مصر میں آنے کی خبر دی لیکن حمید نے اسے جھٹلا دیا۔ اس نے بلا فاصلہ ایک شخص کو اس سید کے پاس بھیجا کہ خود کو مخفی رکھے. اگلے دن اس کی تلاش کا حکم دے دیا۔ جاسوسوں کو وہ نہ ملا۔ اس نے خفیہ سپاہیوں کے سربراہ کو کہا: کیا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ تیری خبر جھوٹی ہے؟ اس نے یہ بات منصور کو بتائی منصور طیش میں آگیا اور اس نے حمید کو معزول کر دیا. عباسیوں کی عطاؤں میں غرق ہونے کے باوجود بھی اس کا علویوں کے ساتھ ایسا برتاؤ بتاتا ہے کہ وہ ان سے محبت کرتا تھا. شاید ۱۸۲ ہجری میں اس کے والد کا عباسیوں کی دعوت کے آغاز میں ان کا ساتھ دینا محبت اہلبیت کی وجہ سے تھا. اس نے جنگ ابن ہبیرہ میں سالار لشکر کے عنوان سے شرکت کی تھی اور مارا گیا تھا. لوگوں نے بنو عباس میں ویسی فضیلتیں اور بزرگواری نہیں دیکھی تھی جیسی اہلبیت میں موجود تھیں۔ بنو عباس نے بنو امیہ کی حکومت گرانے اور قدرت حاصل کرنے کے لیے اہلبیت کو ان کا حق لوٹانے کا بہانا استعمال کر کے قیام کیا تھا. لیکن دنیا اور نفس عمارہ نے حمید پر غلبہ کیا اور وہ اجر رسالت کی ادائیگی بھول بیٹھا جو ان کا احترام کرنا، ان کی مدد کرنا اور ان کے حقوق کا دفاع کرنا تھا۔ تاریخ کی نقل اگر صحیح ہو تو اس کے اس برے عمل کے بعد جس میں اس نے ہارون کے حکم سے ایک ہی رات میں کئی

اس وقت ہرثمہ نے مامون سے کہا: امام رضاؑ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں ہارون کی قبر کے جانب قبلہ زمین پر ایک کھدال ماروں گا تو ایک تیار قبر ظاہر ہو گی۔

مامون نے کہا: یہ کیسا حیران کن قول ہے لیکن ابوالحسن سے ایسا صادر ہونا عجیب نہیں۔ اے ہرثمہ جو تجھے تیرے مولا نے حکم دیا ہے اس پر عمل کر۔

ہرثمہ نے اسی مقام پر ایک کھدال مارا جس کی نشاندہی امام نے فرمائی تھی۔ زمین شگافتہ ہوئی اور خلیفۃ اللہ اور حجت الہی کے لیے زمین میں تیار قبر ظاہر ہو گئی۔ مامون نے حکم دیا کہ امام کو قبر میں رکھ دیا جائے۔ لیکن ہرثمہ نے کہا کہ امام نے کہا تھا جب تک پانی اور مچھلی نہ آجائیں امام کے جسد خاکی کو قبر میں نہ اتارا جائے۔ مامون حیرت میں تھا اور حاضرین وحشت میں، ناگہاں سفید پانی برآمد ہوا اور قبر اس سے بھر گئی، اس کے بعد ایک مچھلی پیدا ہوئی اور اس کے بعد وہ بھی غائب ہو گئی اور پانی بھی خشک ہو گیا۔

سادات کو قتل کیا، تو اس کی حسن عاقبت کی بات نقش بر آب ہو جاتی ہے۔ وہ بارہ اماموں کی امامت کے اقرار کی توفیق قطعاً حاصل نہیں کر سکا۔ اس قدر سادات کا خون بہانے کی بھرپائی کس طرح ہو سکتی ہے؟ امالی صدوق: مجلس ۹۵، ص ۳۹۶ میں امیر المومنینؑ سے ایک حدیث نقل ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا: دنیا میں کوئی خیر نہیں مگر دو افراد کے لیے ایک وہ جو ہر روز اپنی نیکیوں کو بڑھائے اور دوسرا وہ جو توبہ کے ساتھ اپنے گناہوں کی تلافی کرے۔ لیکن وہ کیسے توبہ کرنے میں کامیاب ہو گا؟ خدا کی قسم اگر وہ اس قدر طویل سجدہ کرے کہ اس کی گردن سجدے میں ہی ٹوٹ جائے تو خدا ہم اہلبیتؑ کی ولایت کے بنا اس کی توبہ قبول نہیں کرے گا۔

حمید بن قحطبہ سن ۱۵۲ ہجری میں والی خراسان ہوا اور سال ۱۵۹ میں دنیا سے رخصت ہو گیا۔

امام کے بدن کو قبر کے ساتھ رکھ دیا، امام کے جسد پر سفید رنگ کا کپڑا تھا جسے کسی نے بھی انہیں نہیں پہنایا تھا اسکے بعد ایسا لگا جیسے جسد مبارک خود ہی قبر میں وارد ہو گیا۔ اس وقت مامون نے کہا: قبر پر خاک ڈالی جائے۔ ہرثمہ نے اسے پھر امام کے کہے سے آگاہ کیا کہ قبر خود بند ہو جائے گی اور زمین پر ایک مربع کی صورت اختیار کر لے گی۔ امام کے دفن ہونے کے بعد مامون امام کی امامت کی نشانیوں کو دیکھ کر حیرت زدہ واپس پلٹا، اس نے ہرثمہ کو بلایا اور چاہا کہ امام نے اسے جو دیگر اسرار بتائے ہیں مامون کو اس سے بھی باخبر کرے۔ اس نے انگور و انار والی بات سے پردہ اٹھا دیا اور ان میں کس طرح زہر لگایا گیا تھا، وہ بھی بیان کیا۔

ہرثمہ سے یہ اسرار سننے کے بعد یہ دشمن خدا اور منافق سمجھ گیا کہ اس کا جرم آشکار اور اس کا راز فاش ہو چکا ہے، اس کا ایک رنگ آتا اور ایک رنگ جاتا تھا، کبھی سرخ ہو جاتا، کبھی زرد تو کبھی سیاہ، وہ کہتا جاتا تھا:

وَيْلٌ لِلْمَأْمُونِ مِنَ اللّٰهِ وَيْلٌ لَهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ص وَيْلٌ لَهُ مِنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ع وَيْلٌ لِلْمَأْمُونِ مِنْ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ ع وَيْلٌ لِلْمَأْمُونِ مِنَ الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ وَيْلٌ لِلْمَأْمُونِ مِنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ وَيْلٌ لِلْمَأْمُونِ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ وَيْلٌ لِلْمَأْمُونِ مِنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَيْلٌ لَهُ مِنْ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ وَيْلٌ لِلْمَأْمُونِ مِنْ عَلِيِّ بْنِ مُوسَى الرِّضَا ع هٰذَا وَ اللّٰهِ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ.

مامون پر خدا کی لعنت ہو، مامون پر رسول اللہ ﷺ کی لعنت ہو، مامون پر علیؑ کی لعنت ہو، مامون پر فاطمہ، حسن و حسین، علی بن الحسین، محمد بن علی، جعفر بن محمد

موسیٰ بن جعفر کی لعنت ہو، ماموں پر علی بن موسیٰ الرضا کی لعنت ہو۔ خدا کی قسم یہ خسران مبین ہے۔

اس نے وہ دن ایسے ہی گزارا اس کے بعد ہرثمہ سے عہد و پیمان لیا کہ جو کچھ اس نے سنا اور دیکھا تھا اس کی خبر کسی کو نہیں دے گا۔[1]

اس کے بعد ابو الصلت ہروی کو بلایا اور ان سے کہا کہ امام نے جو اسے پانی اور مچھلی کے بارے میں مطالب بتائے تھے، اس سے باخبر کرے۔ ابو صلت سے کہا: مجھے اس وقت اس میں سے کچھ یاد نہیں۔ ماموں کو یقین نہ آیا، اس نے اسے زندان میں ڈلوا دیا۔ ایک سال یونہی گزرا، سختی و تنگی سہی پھر ایک دن دعا کے لیے ہاتھوں کو بلند کیا اور محمد و آل محمد ﷺ کے صدقے سے خدا سے اپنی رہائی کی دعا کی۔

ناگاہ سامنے اپنے امام، فریاد کرنے والوں کے دادرس اور صاحبان جستجو کی پناہ گاہ امام ابو جعفر محمد بن علی الجواد کو زندان میں پایا۔ امام نے انہیں زنجیروں سے آزاد کروایا اور اسے سپاہیوں اور چوکیداروں کے سامنے زندان سے باہر لے آئے۔ وہ نگہبان زندان نہ تو کچھ بولنے کی سکت رکھتے تھے نہ روک پانے کی توان۔ امام نے ابو صلت سے فرمایا: امْضِ فِي وَدَائِعِ اللّٰهِ فَإِنَّكَ لَنْ تَصِلَ إِلَيْهِ وَلَا يَصِلُ إِلَيْكَ أَبَدًا. جاؤ امان خدا میں دیا، اب تو اس کے شکنجے میں نہیں آئے گا اور نہ وہ تجھے پکڑ سکے گا۔[2]

---

[1] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۲، ص ۳۳۱ [ج ۴، ص ۳۷۳]؛ عیون اخبار الرضا: ص ۳۵۵. [ج ۲، ص ۲۴۹]

[2] روضۃ الواعظین: ص ۱۹۸ [ج ۱، ص ۲۳۲]؛ عیون اخبار الرضا: ص ۳۵۴. [ج ۲، ص ۲۴۵]

زہر سے شہادت

امام رضاؑ کا زہر سے شہید ہونا تاریخ کے مسلمات میں سے ہے، کوئی بھی چالاکی اس کی توجیہ نہیں کر سکتی کیونکہ صحیح تاریخ، معتبر روایات اور محققین کے اقوال اس پر گواہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ، امیر المومنینؑ اور امام صادقؑ سے منقول روایات حد تواتر تک اس مطلب کی تائید کرتی ہیں۔ امام رضاؑ نے بھی اپنے نزدیکی اور معتمد افراد کو اس بات کی خبر دی تھی، ایک بار اوائل امامت میں اجمالی طور پر اور دوسری بار تصریح کے ساتھ۔

۱۔ اباصلت امام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

وَاللّٰهِ مَا مِنَّا إِلَّا مَقْتُولٌ شَهِيدٌ... شَرُّ خَلْقِ اللّٰهِ فِي زَمَانِي يَقْتُلُنِي بِالسَّمِّ.[1]

ہم میں سے کوئی نہیں مگر یہ کہ قتل و شہید کیا جائے گا، میرے زمانے کی بدترین مخلوق مجھے زہر سے شہید کرے گی۔[2]

۲۔ مامون سے فرمایا تھا:

أَمَا إِنِّي لَوْ أَشَاءُ أَنْ أَقُولَ لَقُلْتُ مَنِ الَّذِي يَقْتُلُنِي.[3]

میں اگر چاہوں تو بتا سکتا ہوں کہ کون مجھے قتل کرے گا۔

۳۔ محمد بن جہم روایت کرتا ہے: امام رضاؑ انگور کی طرف میل رکھتے تھے، مامون

---

[1] امالی صدوق: ص ۹۳.

[2] امالی صدوق: مجلس ۱۵، ص ۳۹.

[3] عیون اخبار الرضا: ج ۲، ص ۱۴۰.

نے انگوروں کے خوشوں سے متصل ہونے کی جگہ پر زہریلی سوئیاں رکھی ہوئی تھیں، یہ سوئیاں کئی دن تک زہر میں پڑی رہی تھیں اور اس کے بعد اس نے انہیں نکال کر امام کے پاس رکھوا دیا تھا۔ امام نے ان انگوروں کو کھایا اور شہید ہو گئے۔[1]

[1] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۲، ص ۳۲۲.

maablib.org

٩

علماء کی کتب میں زہر سے شہادت کا واقع ہونا

علمائے تشیع

شیخ صدوق نے یہ بات اپنی کتاب عیون اخبار الرضاؑ اور امالی میں بیان کی ہے۔

شیخ مفید نے الارشاد میں اس کا ذکر کیا ہے۔

طبرسی نے اعلام الوریٰ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

فتال نیشاپوری نے روضۃ الواعظین: ص ۱۹۷ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

کفعمی نے جدول المصباح میں اس کا ذکر کیا ہے۔

سید نعمت اللہ جزائری نے انوار النعمانیہ: ص ۱۲۵ میں ذکر کیا ہے۔

سید ہاشم بحرانی نے مدینۃ المعاجز: ص ۹۲ میں ذکر کیا ہے۔

صاحب معالم الزلفیٰ: ص ۹۹ میں ذکر کیا ہے۔

امام رضاؑ کی زہر کے ذریعے سے شہید ہونے کے سلسلے میں کثیر روایات موجود ہیں۔ ہم موضوع کے طویل ہو جانے کے خوف سے ان میں سے کچھ کے نقل پر اکتفاء کرتے ہیں:

ابن امیر الحاج شرح قصیدہ میمیہ ابو فراس میں نقل کرتے ہیں۔

شیخ حر عاملی اپنی کتاب وسائل الشیعہ کے باب مزار میں شیعہ سنی روایات سے امام کی زہر کے ذریعے سے شہادت کے بارے میں روایات نقل کرتے ہیں اور پھر اپنے ایک منظومہ میں فرماتے ہیں:

قتلہ بسمہ المامون فی

نقل صحیح مستفیض فاعرف

ترجمہ: صحیح اور متواتر روایات کے مطابق مامون نے امام رضاؑ کو زہر سے شہید کیا۔
شیخ فتونی اپنے اشعار میں کہتے ہیں:

قد غاله المامون سماً بالعنب

وخان عهد الله في الزاكي الحسب

ترجمہ: مامون نے فریب و جل سے امام کو زہر لگے انگوروں کے ذریعے شہید کیا اور اس ذات پاک و نجیب کے حوالے سے خدا کے عہد و پیمان میں خیانت کا مرتکب ہوا۔

سوسی ابن شہر آشوب کے ہم نوا ہو کر المناقب: ج ۲، ص ۴۲۲ میں کہتا ہے:

بأرض طوس نائي الأوطان

إذ غره المأمون بالأماني

حين سقاه السم في الرمان

ترجمہ: طوس میں مامون جو اپنی خواہشات کی بنا پر مغرور ہو چکا تھا اس نے زہر آلود انار کے ذریعے سے امام کو قتل کیا۔ ابو فراس ہمدانی کہتے ہیں:

باؤا بقتل الرضى من بعد بيعته

وابصروا بعض يوم رشدهم فعموا

ترجمہ: امام رضاؑ کی بیعت کے بعد انہیں قتل کر دیا، وہ اپنے رشد کے بہت کم زمانے تک شاہد رہے لیکن اس کے بعد انہوں نے اسے کھو دیا اور اندھے ہو گئے۔

آیت اللہ سید محمد، جد علامہ بحر العلوم اپنے رسالے موالید الائمہ میں کہتے ہیں:

امامیہ میں مشہور ہے کہ امام رضاؑ کثیر روایات کی اساس پر زہر کے ذریعے سے شہید ہوئے اور اس قول کی جانب توجہ نہیں کرنی چاہیے کہ وہ اپنی طبیعی موت سے اس دنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔

علامہ شیخ محمد حسین اصفہانی کمپانی اپنے اشعار میں کہتے ہیں:

فاغتاله بالعنب المسموم — ویل لذاک الظالم الغشوم

لولا رضاه بالقضاء الجاری — لاسود وجه الدهر بالبوار

ومادت الارض بلا بتیها — وساخت الارض بمن علیها

قضی شهیدا صابرا محتسبا — وهو غریب بلا غریب الغربا

انہیں زہر آلود انگوروں کے ذریعے بزدلانہ طور پر قتل کیا، وہ بے حیا ظالم آتش جہنم میں جلے۔ اگر امام قضائے الٰہی کے جاری ہونے پر راضی نہ ہوتے تو زمانے کا چہرہ اس ظلم سے سیاہ ہو جاتا۔ زمین پر فغان و لرزہ تاری ہو جاتا اور اس پر جو کچھ تھا زمین اسے نگل جاتی۔ امام، صبر اور خدا کی رضایت پر راضی رہتے ہوئے شہید ہوئے، اس حالت میں کہ تمام غریب الوطنوں میں سب سے زیادہ تنہا اور غریب تھے۔

علمائے اہلسنت

اہلسنت علماء میں سے جن افراد نے امام رضاؑ کی زہر سے شہادت کی تائید کی ہے ان میں ان حضرات کے نام لیے جا سکتے ہیں:

خزرجی نے کتاب خلاصہ تہذیب الکمال: ص ۲۳۵ میں کہا ہے:

امام رضاؑ کو طوس میں زہر سے شہید کیا گیا۔

ابن حجر تھذیب التھذیب: ج ۷، ص ۳۸۸ میں کہتا ہے:

سناباد طوس میں شہید ہوئے۔

اس عبارت سے فقط شہید ہونا واضح ہوتا ہے، اس کے بعد سمعانی کی کتاب انساب سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے:

امام کو زہر آلودہ انار کے ذریعے سے شہید کیا گیا۔

تاریخ یعقوبی: ج ۳، ص ۱۸۰ میں آیا ہے:

علی بن ہشام نے امام کو زہر آلودہ انار کھلایا جس کی وجہ سے امام شہید ہو گئے، اس عمل پر علی بن ہشام سے کوئی پوچھ گچھ بھی نہ ہوئی۔

صواعق المحرقہ: ص ۱۲۲؛ مطالب السؤول: ص ۸۷؛ نور الابصار: ص ۱۴۵؛ فصول المہمہ: ص 277 میں امام رضاؑ کی زندگی کے حوالے سے مطالب بیان کیے گئے ہیں، من جملہ یہ کہ:

وفات سے پہلے انہیں دانے ہوئے انگور اور انار کھلائے گئے تھے جس کی وجہ سے وہ شہید ہوئے۔

یہ وہی حدیث ہرثمہ ہے ہر چند کہ کاملاً نقل نہیں کی گئی لیکن اس کے مفہوم سے امام کی زہر کے ذریعے سے شہادت کا استنباط کیا جا سکتا ہے۔

بعض مورخین اہلسنت کا کہنا ہے:

کہا گیا ہے کہ امام کو زہر کے ذریعے شہید کیا گیا۔

من جملہ: ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں، یافعی نے مرآۃ الجنان: ج ۲، ص ۱۲ میں، ابن عماد نے شذرات الذھب: ج ۲، ص ۶ میں۔

ان حضرات کا صیغہ مجہول استعمال کرتے ہوئے کہنا کہ "کہا گیا ہے" سے مراد ان روایات کو بے اعتبار گردانا نہیں بلکہ اس سے مقصود نقل کرنے والے کا وجود ہے، اور یہاں روایت کی قوت و ضعف پر بات نہیں کی گئی ہے۔ مسائل تاریخ میں یہ روش مستندات کے ذکر کے بغیر اور سلسلہ روایت کو اہمیت نہ دینے کے حوالے سے مرسوم ہے۔ اور یہ ان مقامات پر جاری ہوتا ہے جہاں تحقیق کی ضرورت نہ ہو۔ البتہ جن افراد کا نام لیا گیا ہے ان کے کلام میں دقت کرنے سے ہمارے استنباط کی تائید ہوتی ہے۔

مثال کے طور پر:

یافعی کہتا ہے: ایک نقل کے مطابق ان کی وفات کا سبب زیادہ انگور کھانا ہے۔ نیز کہتا ہے: انہیں زہر سے مسموم کیا گیا تھا۔

یہاں یافعی نے پہلے امام کی وفات کا سبب زیادہ انگور کھانا لکھا ہے اور اس پر اپنی کوئی نظر بھی پیش نہیں کی اس کے بعد کہتا ہے: کہا گیا ہے کہ انہیں زہر سے مسموم کیا گیا تھا۔ اس نے اس قول کو بھی مردود نہیں جانا۔ (البتہ دوسرا قول) تاریخ میں نقل ہونے والی بات سے تقویت پاتا ہے۔

ابن عماد کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے جو کہتا ہے: ان کی وفات بخار کی وجہ سے ہوئی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ زہر کے ذریعے سے ہوئی۔ (یہ بات واضح ہے کہ) بخار ہونے اور زہر دینے میں کوئی منافات نہیں (اور یہ دونوں قابل جمع ہیں)۔

ایک عجیب وغریب نظر کا اظہار

اس بارے میں طبری، ابن اثیر اور ابو الفداء کے اقوال بڑے ہی عجیب اور نادر ہیں۔ یہ اپنی تاریخ میں نقل کرتے ہیں:

امام نے انگور کھانے میں زیادہ روی دکھائی اور اس وجہ سے ناگہاں وفات پا گئے!!

اس اظہار نظر کے بارے میں چند نکات کی جانب توجہ کرنا لازم ہے:

ا۔ اس سے قبل نقل ہوئے مطالب کی جانب توجہ رکھتے ہوئے ان مورخین کے اقوال پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ در حقیقت ایک ہی قول ہے اور اسے طبری نے نقل کیا ہے اور الکامل تو ویسے بھی طبری کا خلاصہ ہے اور ابو الفداء نے ان دونوں کتابوں کا خلاصہ کیا ہے اور ان کتابوں کے سالہا بعد اپنی کتاب میں ان دو کتابوں سے مطالب بیان کیے ہیں۔

۲۔ وہ علماء جو طبری سے پہلے کے ہیں جیسے شیخ صدوق و مفید ان کی کتمان تاریخ سے پہلے اس کے حقائق تک دسترسی تھی، اور وہ امام کے زہر کے ذریعے سے شہید ہونے کے قائل ہیں، اس وجہ سے طبری کے قول کی جانب اعتناء نہیں کیا جا سکتا۔

۳۔ تاریخ طبری میں دقت کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اس مین مخالف ونقیض، ارزشمند وفاسد اور حق وباطل مطالب مخلوط کر کے بیان کیے ہیں۔ بالخصوص وہ چیزیں جو تشیع اور ان کے اصول کی جانب پلٹتی ہیں اس میں یا تو وہ اہلبیتؑ کی توہین کا موجب بنتی ہیں یا اس نے بہت ہی آسانی سے ان میں جھوٹی روایات کی آمیزش کر دی ہے۔ علامہ بزرگوار امینی نے اپنی کتاب الغدیر میں سات سو یا اس سے بھی زیادہ ایسے

جھوٹے مطالب نقل کیے ہیں جو براہ راست یا کسی واسطے سے طبری سے پہنچے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس روایت کے راوی یا تو زندیق و بے دین ہیں اور یا پھر جھوٹی حدیثیں گھڑنے والے لہذا اس کے لکھے پر اعتماد کرنا صحیح روایات کے ترک کرنے کا موجب بنے گا جو ہلاکت کا باعث ہے۔

۴۔ ائمہ کی احادیث میں دقت کرنے سے طبری کے دعوے کا جھوٹ ہونا روشن ہو جاتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے فرمایا ہے:

كَثْرَةُ الْأَكْلِ مَكْرُوهٌ.[1] وَأَبْغَضُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا امْتَلَأَ بَطْنُهُ.[2] وَأَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنَ اللهِ جَلَّ وَعَزَّ إِذَا خَفَّ بَطْنُه.[3] إِنَّ الْبَطْنَ إِذَا شَبِعَ طَغَا.[4] لَيْسَ لِابْنِ آدَمَ بُدٌّ مِنْ أَكْلَةٍ يُقِيمُ بِهَا صُلْبَهُ فَإِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ طَعَاماً فَلْيَجْعَلْ ثُلُثَ بَطْنِهِ لِلطَّعَامِ وَثُلُثَ بَطْنِهِ لِلشَّرَابِ وَثُلُثَ بَطْنِهِ لِلنَّفَسِ.[5]

زیادہ کھانا مکروہ ہے، اور خدا کے نزدیک اس کے بندے کی سب سے بری حالت وہ ہے جب اس کا پیٹ بھرا ہوتا ہے اور اس کے نزدیک اس کے عبد کی سب سے بہترین حالت وہ ہے جب اس کا شکم ہلکا ہوتا ہے، کیونکہ جب شکم بھر جائے تو انسان

---

[1] الکافی: ج ۲، ص ۲۴۶.

[2] الکافی: ج ۶، ص ۲۶۹.

[3] الکافی: ج ۶، ص ۲۶۹.

[4] مکارم الاخلاق: ص ۱۴۳.

[5] المحاسن: ج ۲، ص ۴۴۰.

سرکشی کرتا ہے، ہر انسان کو چاہیے کہ اپنے پیٹ کا ایک تہائی کھانے، ایک تہائی پانی اور ایک تہائی سانس کے لیے رکھے۔

زیادہ کھانے، معدے کو پر رکھنے اور ان کے نقصانات پر کثرت سے روایات نقل ہوئی ہیں۔ ان روایات کی جانب توجہ کرتے ہوئے کیا کوئی تصور کر سکتا ہے کہ ائمہ جو خدا کی حجتیں اور اپنے جد محترم کے دین و شرع کے ہادی ہیں وہ امت کو تو زیادہ کھانے کے نقصانات کے مد نظر اس سے پرہیز کا کہیں اور اس کے مفاسد کی جانب توجہ دلائیں اور جس چیز میں ان کے لیے خیر اور اچھائی ہے اس کی جانب رہنمائی کریں، لیکن خود جس چیز کی انہوں نے بنیاد رکھی ہے اسے اپنے ہی پیروں تلے روند دیں؟! ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہ بات وہی کر سکتا ہے جس کا ضمیر اور باطن فاسد اور وہ خود علم و عقل سلیم سے فاقد ہو۔ کیسے ممکن ہے کہ ایک ایسی عالیقدر ہستی جو طبیب آل محمد اور عالم آل محمد ﷺ کے لقب سے ملقب ہو وہ پرخوری کی وجہ سے سکتے کا شکار ہو اور اسی وجہ سے وفات پا جائے؟؟!!

ابن جریر طبری سے امام کی جانب اس قسم کی تہمت اور جھوٹ کی نسبت دینا، اس کا اپنی ہوا و ہوس کے چاہے پر عمل کرنا اور اس کے تعصب کا اسے ایک گہری کھائی میں پھینک دینا بعید نہیں۔ اس سے زیادہ تو تعجب آور اس مورخ کی داستان ہے جو حقائق تاریخ کی تحقیق و کشف کا مدعی ہے۔ اس نے کس طرح یہ جھوٹ اپنی کتاب مختصر تاریخ العرب: ص ۲۳۰ میں نقل کیا کہ امام ناگہانی طور پر فوت ہوئے۔

میں نہیں جانتا کہ اس نے کس طرح اس سلسلے میں طبری کی نقل پر اعتماد کیا؟ اس

نے زہر دینے کے بارے میں طبری سے زیادہ دقیق اور جستجو کرنے والے اور اہم بزرگان جیسے شیخ مفید کے اقوال کو ان دیکھا کر دیا۔ یہ مدعی تحقیق اپنی کتاب کے ص ۲۶۶ پر کہتا ہے:

القادر باللہ کے زمانے میں بلند مرتبہ علماء آسمان علم پر ستاروں کی مانند چمک رہے تھے اور انہوں نے تاریخ اسلام میں بہت سے آثار چھوڑے، ان میں سے سب سے بڑے شیعہ عالم و مجتہد شیخ مفید ہیں۔

جب اس محقق کی نظر میں شیخ مفید مسائل تاریخ میں ایک محقق انسان ہیں جو امام کی زہر سے شہادت کے قائل ہیں تو یہ کس طرح ان کی نظر کو قبول نہیں کرتا، وہ نظر جو اکثر بزرگ علماء کے یہاں بھی قابل قبول ہے کو چھوڑ کر کس طرح طبری جیسے ایک مورخ کے کہے پر اعتماد کرلیتا ہے؟ اس سے بدتر یہ کہ یہ شخص شیعہ کتب سے کوئی واقفیت نہیں رکھتا یہاں تک کہ آداب، تزکیہ اور تہذیب نفس سے متعلق شیعہ احادیث و روایات کو بھی نہیں دیکھا ورنہ اس کے لیے شریعت اسلام میں ائمہ کا مقام و منزلت روشن اور متجلی ہوتی۔

اس سے بھی عجیب تر یہ ہے کہ تحقیق کا یہ مدعی ص ۲۳۰ میں کہتا ہے: یہ جو کہا جاتا ہے کہ مامون فضل کو قتل کرنے اور امام رضا کو مسموم کرنے کا مشتاق تھا، تو یہ ایک ایسی داستان ہے جو گھڑی ہوئی اور صحیح بنیاد نہیں رکھتی۔

کاش تحقیق کا یہ جھوٹا دعویدار اس حوالے سے جو کچھ تاریخ میں نقل ہوا ہے اُسے بھی اپنی تحقیقی کتاب میں نقل کرتا اور پھر ہمیں وہ دلائل اور مستندات دکھاتا جو طبری

کی نظر کی تائید کرتے ہیں۔

imaablib.org

اولاد امام رضاؑ

شیخ مفید نے الارشاد میں اور حافظ گنجی نے کفایۃ الطالب: ص ۳۱۰ طبع نجف میں لکھا ہے:

امام رضاؑ کی ابو جعفر محمد (التقیؑ) کے علاوہ کوئی اور اولاد نہیں تھی۔ اس بات پر گواہ وہ روایت ہے جو کتاب دلائل حمیری میں حنان بن سریر سے نقل ہوئی ہے: وہ کہتے ہیں: میں نے امام رضاؑ سے عرض کی: کیا ایسا ممکن ہے کہ امام کا کوئی بچہ اور جانشین نہ ہو؟ امام نے فرمایا: أَمَا إِنَّهُ لَا يُولَدُ لِي إِلَّا وَاحِدٌ.[1] میرا بس ایک ہی بچہ ہو گا۔

شیخ فتونی حدیقۃ النسب میں کہتے ہیں: امام رضاؑ کے علی، حسن، حسین، موسیٰ اور امام جوادؑ نامی بیٹے تھے، امام کی نسل امام جوادؑ سے آگے چلی۔ انہوں نے باقی بیٹوں کے بارے میں کوئی بات بیان نہیں کی۔

شبراوی اتحاف میں اور ابن حجر نے صواعق: ص ۱۲۳ میں کہا ہے: امام کے پانچ بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔

ابن طلحہ مطالب السؤول: ص ۸۷ میں اور ابن صباغ فصول المہمہ: ص ۲۸۰ میں کہتے ہیں: امام کے بچوں کے نام، محمد قانع، حسن، جعفر، ابراہیم، حسین اور عائشہ تھے۔

سبط ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص: ص ۲۰۲ میں حسین نامی بیٹے کا ذکر کیے بغیر چار بیٹوں اور ایک بیٹی کے اسماء درج کیے ہیں۔

---

[1] کشف الغمہ: ج ۲، ص ۳۰۲.

اشعار مدحت و مرثیہ

شعر کہنے کے بارے میں روایات

ائمہ ہمیشہ سے لوگوں کو مدح و مرثیہ کے قالب میں شعر کہنے کی جانب تشویق دلاتے رہے ہیں، کیونکہ منظوم سخن روح اور نفسیات انسان میں بہتر اور سریع تر اثر ڈالتا ہے۔ انسانی طبیعت ان کی طرف مائل ہے، یہ دل اور تفکر میں جگہ بنا لیتے ہیں اور ایک نسل سے دوسری نسل تک سفر کرتے جاتے ہیں۔

۱۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں:

مَنْ قَالَ فِينَا بَيْتَ شِعْرٍ بَنَى اللهُ تَعَالَى لَهُ بَيْتاً فِي الْجَنَّةِ.[1]

جو کوئی بھی ہمارے بارے میں ایک شعر کہے گا خدا اس کے لیے بہشت میں ایک گھر بنائے گا۔

۲۔ ایک اور روایت میں آیا ہے:

مَا قَالَ فِينَا قَائِلٌ بَيْتاً مِنَ الشِّعْرِ حَتَّى يُؤَيَّدَ بِرُوحِ الْقُدُسِ.[2]

کوئی شاعر ہماری شان میں اس وقت تک شعر نہیں کہتا جب تک روح القدس اس کی تائید نہ کرے۔

۳۔ ایک اور روایت میں وارد ہوا ہے:

بَنَى اللهُ تَعَالَى لَهُ مَدِينَةً فِي الْجَنَّةِ أَوْسَعَ مِنَ الدُّنْيَا سَبْعَ مَرَّاتٍ يَزُورُهُ فِيهَا كُلُّ مَلَكٍ

---

1. عیون اخبار الرضا: ج ۱، ص ۷۔
2. عیون اخبار الرضا: ج ۱، ص ۷۔

مُقَرَّبٍ وَكُلُّ نَبِيٍّ مُرْسَلٍ.[1]

خدا شاعر کے لیے بہشت میں ایک ایسا شہر بنائے گا جو دنیا سے سات گنا بڑا ہو گا ہر پیغمبر اور ملک مقرب اس میں اس کی زیارت کرے گا۔[2]

۴۔ امام باقرؑ نے شاعر کمیت کے اس قصیدے پر جس کا مطلع یہ تھا: من لقلب متیم مستھام، ان سے فرمایا تھا:

لَا تَزَالُ مُؤَيَّداً بِرُوحِ الْقُدُسِ.

روح القدس کی تائید شامل حال رہے (جب تک تم ہماری شان میں شعر کہتے رہو)۔[3]

۵۔ ایام تشریق میں کمیت نے امام باقرؑ سے اپنا قصیدہ سنانے کی اجازت مانگی، امام کو ایسے ایام میں شعر پڑھنا اچھا معلوم نہیں ہوا۔ کمیت نے عرض کی: یہ شعر آپ اہلبیتؑ کے بارے میں ہیں۔ امام نے اجازت دے دی اور فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْكُمَيْتِ.

خدا کمیت کی مغفرت فرمائے۔[4]

۶۔ امام صادقؑ نے اپنے اہل خانہ کو جمع کیا تا کہ وہ اشعار سنیں جو ان کے امر کے

---

[1] ایضا.

[2] عیون اخبار الرضا: ص۵.

[3] رجال کشی: ص۱۳۶. [ص۲۰۸]

[4] اغانی: ج۱۵، ص۱۲۰. [کفایۃ الاثر: ص۲۴۹]

احیاء کا سبب بنتے ہیں۔ کمیت نے اپنا قصیدہ سنانا شروع کیا، اہل خانہ کے گریہ کرنے کی آواز بلند ہوئی، جب وہ اس مصرعہ پر پہنچا: یصیب به الرامون عن قوس وتر هم امام نے اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے اور فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْكُمَيْتِ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ وما اسروا اعلن واعطه حتى يرضى.

خدایا کمیت کی بخشش فرما اس پر جو اس سے سرزد ہو چکا یا جو اس سے سرزد ہو گا، جو اس نے آشکار انجام دیا یا پوشیدہ انداز میں، اور اس کو اپنی عطا سے نواز تاکہ وہ راضی ہو جائے۔[1]

ے۔ ابو طالب قمی نے کچھ اشعار امام تقیؑ کی خدمت میں ارسال کیے، ان میں امام رضاؑ کا تذکرہ بھی تھا، اس نے اجازت مانگی تاکہ امام کے بارے میں بھی کوئی کلام کہے۔ امام نے اس کا شعر جدا کاغذ کے اوپری حصے میں رقم فرمایا، (اور گویا ہوئے)

قَدْ أَحْسَنْتَ جَزَاكَ اللهُ خَيْراً.. انْدُبْنِي وَ انْدُبْ أَبِي.

شاباش، اچھے شعر کہے ہیں، خدا تجھے جزائے خیر دے،[2] میرے اور میرے والد کے حال کا مرثیہ بھی کہو۔[3]

---

[1] اغانی: ج ۱۵، ص ۱۱۱۸؛ معاهد التنصيص: ج ۲، ص ۲۷۔

[2] یہ دو حدیثیں ہیں جنہیں مؤلف نے تلفیقی طور پر بیان کیا ہے۔ مترجم۔

[3] رجال کشی: ص ۳۵۰۔ [ص ۵۶۸]

فرزدقؒ

یہی وجہ ہے کہ خدا کی بارگاہ میں تقرب حاصل کرنے، رضوان اکبر کسب کرنے کی غرض سے ان شعراء نے جنہوں نے جام ولا پیا تھا اور اہلبیتؑ کے خالص محبوں میں سے تھے، فضائل و مقامات اہلبیتؑ کو اشعار کے قالب میں بیان کر کے منتشر کرنے کی کوشش کی اور وہ اس راہ میں مال و متاع دنیا کی لالچ نہیں رکھتے تھے۔

یہاں ہم فرزدق جیسے عاشق اور شجاع شاعر کی جانب اشارہ کرتے ہیں، جب انہوں نے امام سجادؑ کی شان میں قصیدہ میمیہ کہا، امام کو اس کی خبر پہنچی کہ ہشام نے انہیں یہ قصیدہ کہنے کی وجہ سے زندان میں ڈال دیا ہے۔ امام نے ان کے لیے ۱۲۰۰۰ درہم بھجوائے، اور ساتھ میں یہ بھی کہلا بھیجا کہ فی الحال ان کے پاس اس سے زیادہ نہیں تھے، لیکن فرزدق نے یہ درہم امام کی خدمت میں واپس لوٹا دیے اور عرض کیا: میں نے یہ قصیدہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کے لیے کہا ہے اور اس کے مقابل میں کوئی چیز نہیں لونگا۔ امام نے ان کی پاک و صاف نیت کی قدردانی فرمائی اور انہیں سمجھایا کہ اہلبیتؑ کی عادت ہے کہ جب کسی کو کوئی چیز بخش دیتے ہیں تو اس سے واپس نہیں لیتے، (اس وقت) فرزدق نے وہ درہم قبول کر لیے۔[1]

کمیتؒ

کمیت نے اپنا قصیدہ امام صادقؑ کو سنایا، امام نے انہیں ایک ہزار درہم اور اپنا ایک لباس عطا کیا۔ کمیت نے عرض کی:

---

[1] شرح شواہد مغنی، سیوطی، ص ۲۵۰ ط مصر۔

میں آپ سے دنیا حاصل کرنے کے لیے محبت نہیں کرتا، اگر دنیا چاہتا تو اس کے پاس جاتا جس کے ہاتھ میں دنیا ہے۔ میں تو آپ سے (اپنی) آخرت کی وجہ سے محبت کرتا ہوں۔ جو لباس آپ کے جسم مبارک سے مس ہوتا رہا ہے میں اسے برکت کی غرض سے قبول کرتا ہوں، لیکن مجھے یہ مال نہیں چاہیے۔[1]

دعبلؒ

دعبل خزاعی نے اپنا قصیدہ تائیہ کہا اور امام رضاؑ کی خدمت میں شرفیاب ہونے کے لیے خراسان پہنچے اور امام سے عرض کی: میں نے قسم کھائی تھی کہ یہ قصیدہ سب سے پہلے آپ کے سامنے پڑھوں گا۔ امام نے فرمایا: سناؤ۔[2]

دعبل نے قصیدہ سنانا شروع کیا، اور جب اس بیت پر پہنچے:

أَرَىٰ فَيْئَهُمْ فِي غَيْرِهِمْ مُتَقَسِّماً

وَأَيْدِيَهُمْ مِنْ فَيْئِهِمْ صِفْرَاتٍ

میں دیکھتا ہوں کہ ان اہلبیتؑ کے اموال و املاک دوسروں میں تقسیم ہو گئے ہیں اور ان کے ہاتھ ان کے مال سے خالی ہیں۔

امام رونے لگے اور فرمایا: صَدَقْتَ يَا خُزَاعِي، اے خزاعی تو نے سچ کہا۔

جب دعبل نے یہ شعر پڑھا:

---

[1] انتقالی: ج ۱۵، ص ۱۱۸.

[2] کشف الغمہ: ص ۲۷۵.

إِذَا وُتِرُوا مَدُّوا إِلَى وَاتِرِيهِمْ   أَكُفّاً عَنِ الْأَوْتَارِ مُنْقَبِضَاتِ

جب ان پر ظلم و ستم ہوتا ہے تو یہ ظالم کی جانب اپنے ہاتھ پھیلاتے ہیں کہ ظلم و ستم سے ہاتھ بندھ چکے ہیں۔

امام نے اپنا ہاتھ الٹا کیا اور فرمایا:

أَجَلْ وَاللهِ مُنْقَبِضَاتِ: ہاں خدا کی قسم ہمارے ہاتھ بدلہ لینے کے سلسلے میں بندھے ہوئے ہیں۔ جب یہ شعر پڑھا:

لَقَدْ خِفْتُ فِي الدُّنْيَا وَأَيَّامِ سَعْيِهَا

وَإِنِّي لَأَرْجُو الْأَمْنَ بَعْدَ وَفَاتِي

ہم دنیا اور اسکی زندگی میں ہمیشہ ڈر اور خوف میں رہے ہیں لیکن مرنے کے بعد امان اور سکون کی امید رکھتے ہیں۔ امام نے ان کے حق میں دعا کی اور فرمایا:

آمَنَكَ اللهُ يَوْمَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ: خدا تجھے وحشت کے اس بڑے دن سے امان میں رکھے۔ جب یہ شعر پڑھا:

وَقَبْرٌ بِبَغْدَادَ لِنَفْسٍ زَكِيَّةٍ   تَضَمَّنَهَا الرَّحْمٰنُ فِي الْغُرُفَاتِ

بغداد میں ایک قبر ہے جو پاک نفس سے متعلق ہے خدا نے اس کے لیے بہشتی حجرے مہیا کر رکھے ہیں۔

امام رضاؑ نے فرمایا: کیا میں اس مقام پر دو بیتوں کا اضافہ کر کے اس قصیدے کو کامل نہ کر دوں؟

دعبل نے کہا: بالکل فرزند رسول ﷺ!

امام نے فرمایا:

وَقَبْرٌ بِطُوسٍ يَا لَهَا مِنْ مُصِيبَةٍ ۔۔۔ تَوَقَّدُ فِي الْأَحْشَاءِ بِالْحُرُقَاتِ

إِلَى الْحَشْرِ حَتَّى يَبْعَثَ اللهُ قَائِماً ۔۔۔ يُفَرِّجُ عَنَّا الْهَمَّ وَالْكُرُبَاتِ

ایک قبر طوس میں بھی ہے، اس کی مصیبت پر وائے کہ قیامت تک جان و دل کو یہ مصیبت اپنے شعلوں سے جلائے گی۔ یہاں تک کہ خدا قائمؑ کو بھیجے اور وہ ہمارے غم و اندوہ برطرف کرے۔

دعبل نے کہا: مولا یہ کس کی قبر ہے؟

امام نے فرمایا:

[هو] قَبْرِي وَلَا تَنْقَضِي الْأَيَّامُ وَاللَّيَالِي حَتَّى تَصِيرَ طُوسُ مُخْتَلَفَ شِيعَتِي وَزُوَّارِي أَلَا فَمَنْ زَارَنِي فِي غُرْبَتِي بِطُوسَ كَانَ مَعِي فِي دَرَجَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَغْفُوراً لَهُ یہ میری قبر ہے، بہت جلد طوس میرے شیعوں اور زائرین کی آمد و رفت کا مقام بن جائے گا جو کوئی بھی غریب الوطنی کے عالم میں طوس میں میری زیارت کرے گا روز قیامت میرے ساتھ میرے درجے میں ہو گا، اور اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

اس کے بعد امام اٹھے اور فرمایا: دعبل تم بیٹھو!

امام نے اپنے خادم یاسر کے ہاتھ ان کے لیے سو دینار بھجوائے جن پر امام کے نام کی مہر تھی۔ دعبل نے کہا: خدا کی قسم میں یہ مال لینے نہیں آیا تھا اور یہ قصیدہ میں نے کسی لالچ میں نہیں کہا۔ اس نے دینار کی تھیلی قبول نہیں کی لیکن امام کا ایک لباس مانگا

تاکہ اسے تبرکاً اپنے پاس رکھے۔ امام نے دینار کی تھیلی کے ساتھ انہیں خز سے بنا ایک جبہ بھیجا اور خادم سے کہا کہ دعبل سے کہو: بہت جلد تجھے اس تھیلی کی ضرورت پڑنے والی ہے، اسے واپس نہ کر اور رکھ لے۔

دعبل نے وہ تھیلی اور لباس لے لیا، اور مرو سے باہر آئے۔ واپسی پر ڈاکوں سے واسطہ پڑ گیا، انہوں نے سارا قافلہ لوٹ لیا اور دعبل سمیت سب کے ہاتھ باندھ دیے اور آپس میں مال تقسیم کرنے لگے۔ ڈاکوں میں سے ایک نے یہ شعر پڑھا:

أَرَى فَيْئَهُمْ فِي غَيْرِهِمْ مُتَقَسِّماً

وَأَيْدِيَهُمْ مِنْ فَيْئِهِمْ صِفْرَاتِ

دعبل نے پوچھا: یہ کس کا شعر ہے؟

اس نے کہا: ایک خزاعی مرد کا ہے جس کا نام دعبل بن علی ہے۔ دعبل نے اپنا تعارف کروایا اور بتایا کہ یہ قصیدہ اس نے کہا ہے۔ ڈاکوں نے جب اسے پہچانا تو سب کو آزاد کر دیا اور ان کا مال بھی انہیں لوٹا دیا۔ دعبل قم پہنچے، لوگوں نے اس سے قصیدہ سنانے کی فرمائش کی۔ جامع مسجد میں تمام لوگ ان کا قصیدہ سننے کے لیے جمع ہو گئے اور انہیں کئی لباسوں اور وافر مال سے نوازا۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ امام رضاؑ نے دعبل کو اپنا جبہ عنایت فرمایا ہے، انہوں نے اس کے بدلے ہزار دینار دینے کی فرمائش کی لیکن دعبل نے منع کر دیا۔ انہوں نے کہا ہم اس کا ایک ٹکڑا ہزار دنیار میں خریدنے کو تیار ہیں، دعبل نے پھر بھی قبول نہیں کیا۔ وہ اپنے وطن جانے کے لیے قم سے باہر نکلے، قمی جوان ان کے تعقب میں نکلے اور ان سے وہ جبہ چرا لیا۔ دعبل قم واپس لوٹے

اور قم کے بزرگان سے وہ جبہ طلب کیا، لیکن جوان نہیں مانے۔ جب وہ ناامید ہو گیا تو کہا: اچھا اس کا ایک ٹکڑا ہی دے دو! انہوں نے جبے کا ایک ٹکڑا ایک ہزار دینار میں دعبل کو دیا۔

جب دعبل وطن پہنچے تو انہوں نے امام کے نام کی مہر لگے سو دینار دس ہزار میں فروخت کیے اور یوں اپنی زندگی گزارنے کے لیے آسائش پیدا کی، کیونکہ ڈاکوں نے اس کا سب کچھ لوٹ لیا تھا۔ اس کی کنیز دونوں آنکھوں سے نابینا ہو گئی تھی اور اس کے صحیح ہونے کی امید بھی ختم ہو چکی تھی۔ انہوں نے اس کی آنکھوں سے امام رضاؑ کے جبے کا ٹکڑا مس کیا، اس کی بینائی لوٹ آئی اور وہ پہلے سے بھی بہتر ہو گئیں۔[1]

دعبل نے اپنا قصیدہ ایک جامے پر لکھ کر وصیت کی کہ اسے اس کے ساتھ دفن کیا جائے۔[2]

ان کے قصیدے کے ابیات کے بارے میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں: ۱۲۳، ۴۵، ۳۰، ۴۰ اور ۲۹ تک تعداد ابیات ذکر کی گئی ہے۔

دعبل کہتے ہیں: میں قم میں تھا جب مجھے امام رضاؑ کی شہادت کی خبر ملی، میں نے ان کے غم اور مصیبت میں اپنا قصیدہ رائیہ کہا:

أَرَى أُمَيَّةَ مَعْذُورِينَ إِنْ قَتَلُوا ۔۔۔ وَلَا أَرَى لِبَنِي الْعَبَّاسِ مِنْ عُذْرِ

أَوْلَادُ حَرْبٍ وَمَرْوَانَ وَأُسْرَتُهُمْ ۔۔۔ بَنِي [بَنُو] مُعَيْطٍ وُلَاةُ الْحِقْدِ وَالْوَغْرِ

---

[1] عیون اخبار الرضا: ص ۳۴۸۔

[2] معجم الادباء: ج ۱۱، ص ۱۰۳، ط مصر۔

قَوْمٌ قَتَلْتُمْ عَلَى الْإِسْلَامِ أَوَّلَهُمْ ... حَتَّى إِذَا اسْتَمْكَنُوا جَازُوا عَلَى الْكُفْرِ

اُرْبُعْ بِطُوسَ عَلَى قَبْرِ الزَّكِيِّ بِهِ ... إِنْ كُنْتَ تَرْبَعُ مِنْ دِينٍ عَلَى وَطَرٍ

قَبْرَانِ فِي طُوسَ خَيْرُ النَّاسِ كُلِّهِمُ ... وَقَبْرُ شَرِّهِمُ هَذَا مِنَ الْعِبَرِ

مَا يَنْفَعُ الرِّجْسُ مِنْ قُرْبِ الزَّكِيِّ وَلَا ... عَلَى الزَّكِيِّ بِقُرْبِ الرِّجْسِ مِنْ ضَرَرٍ

هَيْهَاتَ كُلُّ امْرِئٍ رَهْنٌ بِمَا كَسَبَتْ ... لَهُ يَدَاهُ فَخُذْ مَا شِئْتَ أَوْ فَذَرْ

اگر میں بنو امیہ کو اہلبیتؑ کے قتل میں معذور بھی سمجھوں تب بھی بنو عباس کے لیے تو اس بارے میں کوئی عذر نہیں ہے۔ ابو سفیان اور مروان اور ان کے رشتے دار سب کے سب نیز معیط کے بچے بھی اہلبیتؑ سے پرانی دشمنی رکھتے تھے۔ آپ نے ان کے اسلام لانے کے لیے جنگ لڑی لیکن انہیں جیسے ہی موقع ملا یہ اپنے کفر کی جانب پلٹ گئے۔ طوس میں اس امام طاہر و زکی کی قبر کے پاس مقیم ہو جا کیونکہ یہ اقامت تجھے سعادت سے ہمکنار کرے گی۔ طوس میں دو قبریں ہیں، ایک انسانوں میں بہترین انسان کی ہے اور دوسری انسانوں میں بدترین انسان کی ہے جو عبرت کا نشان ہے۔ اس نجس انسان کو اس پاک و طاہر شخص کی قبر کے ساتھ ہونے کا کوئی فائدہ نہیں ویسے ہی جیسے اس پاک انسان کو اس پست انسان کی قبر کے ساتھ ہونے کا کوئی نقصان نہیں۔ ہاں ہر کوئی اپنے اعمال کے ہاتھوں گروی ہے، پس جس چیز کو چاہے انجام دے یا چھوڑ دے۔[1]

---

[1] عیون اخبار الرضا: ص ۳۵۹.

ابو الفرج نے کتاب اغانی: ج۱۸، ص ۵۷ میں دوسرا اور تیسرا شعر نقل نہیں کیا لیکن اس کے شروع میں یہ ابیات نقل کیے ہیں:

لَمْ يَبْقَ حَيٌّ مِنَ الْأَحْيَاءِ نَعْلَمُهُ مِنْ ذِي يَمَانٍ وَلَا بَكْرٍ وَلَا مُضَرَ

إِلَّا وَهُمْ شُرَكَاءُ فِي دِمَائِهِمْ كَمَا تُشَارِكُ أَيْسَارٌ عَلَى جُزُرِ

قَتْلًا وَأَسْرًا وَتَحْرِيقًا وَمَنْهَبَةً فِعْلَ الْغُزَاةِ بِأَرْضِ الرُّومِ وَالْخَزَرِ

میرے جاننے والے قبیلوں میں سے کوئی قبیلہ بھی ذی یمان، بکر اور مضر جیسا نہیں۔ یہ سب کے سب اہلبیت کا خون بہانے میں شریک ہیں، ویسے ہی جیسے قمار باز ذبح ہوئے اونٹوں اور بھیڑوں کی تقسیم میں شریک ہوتے ہیں۔ انہوں نے اہلبیتؑ کے قتل، انہیں قیدی بنانے، انہیں جلانے اور غارت کرنے میں ایسا رویہ اپنایا ہے جیسا رومی اور خزری سپاہی اپناتے ہیں۔

رحلت دعبل

دعبل سن ۲۴۶ ہجری میں قصبہ طیب میں جو عراق کے واسط اور خوزستان کے درمیان میں ہے وفات پائی۔ خدا کی ان پر رحمت ہو۔ طیب ان دونوں شہر سے آٹھ فرسخ پر ہے۔ ان کی وفات کی علت کے بارے میں نقل ہوا ہے کہ:

ان کی موت کی وجہ ان کے پیر پر زہر آلود عصا کا زخم لگانا تھا، جس دن یہ ہوا اس کی اگلی صبح دعبل نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اسی گاؤں میں دفن ہوئے۔

ایک اور رائے کے مطابق وہ شوش میں دفن ہوئے، شوش عمر بن خطاب کے دور میں فتح ہوا تھا۔ دعبل سن ۱۴۲ ہجری میں متولد ہوئے تھے۔ ان کے متعدد نام جیسے کہ

محمد، حسن اور عبد الرحمن بھی ذکر کیے گئے ہیں۔ ان کی کنیت ابو جعفر، ابو علی اور لقب دعبل تھا۔

دعبل اہل یمن میں سے تھے اور ان کا نسب مزیقیا سے جاملتا ہے اور چونکہ ان کے جد رزین، طلحہ الطلحات عبد اللہ بن خلف خزاعی کے دوست و آشنا تھے اس لیے انہیں خزاعی کہا گیا ہے۔

(اس حوالے سے) درج ذیل کتب کی جانب رجوع فرمائیے:

تاریخ بغداد: ج ۸، ص ۳۸۲؛ اغانی: ج ۱۸، ص ۲۹ تا ۶۰؛ لسان المیزان: ج ۲، ص ۴۳۱؛ وفیات الاعیان ابن خلکان؛ معجم الادباء: ج ۱۱، ص ۹۹؛ رجال نجاشی۔

ایام فاطمیہ، ۲۰ جمادی اولیٰ، ۱۴۴۰ ہجری، بمطابق ۲۷ جنوری ۲۰۱۹، شہر مقدس مشہد، جوار امام رؤوف، عالم آل محمد علیہ السلام علی بن موسیٰ الرضا میں اس کتاب کے ترجمے سے فراغت حاصل ہوئی۔ خدا اس حقیر سی کاوش کو اس گناہگار سے قبول فرما کر فقیر کے گناہوں کی بخشش کا سہارا قرار دے۔ آمین۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم، بحق محمد و آله الطاهرين.

بندۂ ثقلین: سید سبطین علی نقوی امروہوی

maablib.org

maablib.org

سیرت امام محمد بن علی
التقی الجواد علیہما السلام

maablib.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ علی محمد خاتم النبیین و علی عترتہ الائمۃ المعصومین

واللعنۃ الدائمۃ علی اعدائھم اجمعین۔

ائمہؑ کے امر کو زندہ کرنا اور اس کے معنی

۱۔ فضیل بن یسار امام صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

مَا مِنْ مَجْلِسٍ يَجْتَمِعُ فِيهِ أَبْرَارٌ وَ فُجَّارٌ فَيَقُومُونَ عَلَى غَيْرِ ذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ إِلَّا كَانَ حَسْرَةً عَلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.[1]

کوئی نشست ایسی نہیں جس میں نیک یا بد افراد اکٹھے ہوں اور اس میں خدا کا ذکر نہ کریں مگر یہ کہ روز قیامت ایسی نشست صاحبان نشست کے لیے حسرت کا باعث بنے گی۔

۲۔ نوفلی امام صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا:

مَا مِنْ قَوْمٍ اجْتَمَعُوا فِي مَجْلِسٍ فَلَمْ يَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ لَمْ يُصَلُّوا عَلَى نَبِيِّهِمْ إِلَّا كَانَ ذَلِكَ الْمَجْلِسُ حَسْرَةً وَ وَبَالاً عَلَيْهِمْ.[2]

---

۱ الکافی: ج ۲، ص ۴۹۶.

۲ ایضاً: ص ۴۹۷.

کوئی گروہ ایسا نہیں جو ایک جگہ جمع ہو اور خدا کا ذکر اور اپنے نبی پر درود نہ بھیجے مگر یہ کہ وہ مجلس ان کے لیے حسرت و وبال بن جائے گی۔[1]

3۔ اباصلت ہروی کہتے ہیں: میں نے امام رضاؑ کو فرماتے سنا کہ آپ نے فرمایا:

رَحِمَ اللّٰهُ عَبْداً أَحْيَا أَمْرَنَا.

خدا اس شخص پر رحم کرے جو ہمارے امر کو زندہ کرتا ہے۔

میں نے پوچھا: آپ کا امر کیسے زندہ کیا جا سکتا ہے؟

فرمایا: يَتَعَلَّمُ عُلُومَنَا وَيُعَلِّمُهَا النَّاسَ فَإِنَّ النَّاسَ لَوْ عَلِمُوا مَحَاسِنَ كَلَامِنَا لَاتَّبَعُونَا.

ہمارے علوم کو حاصل کرو اور لوگوں کو ان کی تعلیم دو، کیونکہ اگر لوگ ہمارے کلام کے حسن سے آگاہ ہو جائیں گے تو خود ہی ہماری پیروی کرنے لگیں گے۔[2]

---

[1] وافی، ملا فیض کاشانی: ج۵، ص۲۱۶، باب ذکر اللہ فی کل مجلس. [حدیث نمبر ۸۴۹۵ و ۸۴۹۷]

[2] عیون اخبار الرضا: ص ۱۷۱. [ج۱، ص۳۰۷].

انوار ائمہ کی خلقت

ابن عیاش سلمان فارسی سے نقل کرتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا۔ جیسے ہی ان کی نظر مجھ پر پڑی آپ گویا ہوئے: یَا سَلْمَانُ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ لَمْ یَبْعَثْ نَبِیّاً وَلَا رَسُولاً إِلَّا جَعَلَ لَهُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيباً.

اے سلمان خدا نے کوئی رسول مبعوث نہیں کیا مگر یہ کہ اس کے لیے بارہ جانشین مقرر کیے۔

میں نے کہا: میں یہ بات اس سے قبل نازل ہونی والی آسمانی کتب تورات و انجیل کے توسط سے جانتا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یَا سَلْمَانُ فَهَلْ عَلِمْتَ نُقَبَائِي الاثْنَيْ عَشَرَ الَّذِينَ اخْتَارَهُمُ اللهُ لِلْإِمَامَةِ مِنْ بَعْدِي.

کیا تو میرے ان بارہ جانشینوں کو جانتا ہے جنہیں خدا نے میرے بعد امامت کے لیے منتخب فرمایا ہے؟

میں نے کہا: خدا اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یَا سَلْمَانُ خَلَقَنِي اللهُ مِنْ صَفَاءِ نُورِهِ فَدَعَانِي فَأَطَعْتُهُ وَ خَلَقَ مِنْ نُورِي عَلِيّاً فَدَعَاهُ إِلَى طَاعَتِهِ فَأَطَاعَهُ وَ خَلَقَ مِنْ نُورِي وَ نُورِ عَلِيٍّ ع فَاطِمَةَ فَدَعَاهَا فَأَطَاعَتْهُ وَ خَلَقَ مِنِّي وَ مِنْ عَلِيٍّ وَ مِنْ فَاطِمَةَ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ فَدَعَاهُمَا فَأَطَاعَاهُ فَسَمَّانَا اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ بِخَمْسَةِ أَسْمَاءٍ مِنْ أَسْمَائِهِ فَاللهُ الْمَحْمُودُ وَ أَنَا مُحَمَّدٌ وَ اللهُ الْعَلِيُّ وَ هَذَا عَلِيٌّ وَ اللهُ فَاطِرٌ وَ هَذِهِ فَاطِمَةُ وَ اللهُ الْإِحْسَانُ وَ هَذَا الْحَسَنُ وَ اللهُ الْمُحْسِنُ وَ هَذَا

الْحُسَيْنِ ثُمَّ خَلَقَ مِنْ نُوْرِ الْحُسَيْنِ تِسْعَةَ أَئِمَّةٍ فَدَعَاهُمْ فَأَطَاعُوْهُ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ اللّٰهُ سَمَاءً مَبْنِيَّةً أَوْ أَرْضاً مَدْحِيَّةً أَوْ هَوَاءً أَوْ مَاءً أَوْ مَلَكاً أَوْ بَشَراً وَ كُنَّا بِعِلْمِهِ أَنْوَاراً نُسَبِّحُهُ وَ نَسْمَعُ لَهُ وَ نُطِيعُ.

خدا نے مجھے منتخب کردہ نور سے خلق کیا، اس کے بعد مجھے آواز دی، میں نے اس کی اطاعت کی، خدا نے میرے نور سے علیؑ کو خلق کیا، پھر علیؑ کو پکارا تو اس نے بھی خدا کی اطاعت کی۔ خدا نے میرے اور علیؑ کے نور سے فاطمہؑ کو خلق کیا، اور پھر اسے آواز دی، وہ بھی اطاعت خدا میں مشغول ہو گئی۔ پھر خدا نے میرے، علیؑ اور فاطمہؑ کے نور سے حسنینؑ کو خلق کیا، پھر ان دونوں کو پکارا تو انہوں نے بھی اس کی اطاعت کی۔ پھر خدا نے ہم پانچوں کے نام اپنے اسماء سے مشتق کر کے رکھے۔ خدا محمود ہے اور میں محمدؐ؛ خداوند علی ہے اور یہ بھی علیؑ؛ خدا فاطر ہے اور یہ فاطمہؑ؛ خدا احسان ہے اور یہ حسنؑ؛ خدا محسن ہے اور یہ حسینؑ۔ پھر خدا نے حسینؑ کے نور سے بقیہ نو ائمہ کا نور خلق کیا اور انہیں پکارا، انہوں نے بھی خدا کی اطاعت کی۔ اس سے قبل کہ خدا بلند آسمان، وسیع زمین، ہوا، پانی، فرشتوں اور بشر کو خلق کرتا (ہم نے اس کی اطاعت کی)۔ ہم اس کی تسبیح و تقدیس کرتے اور اس سے سن کر اس کا حکم بجالاتے تھے۔[1]

---

[1] رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا: "کُنّا بعلمہ" یعنی ہم علم خدا میں موجود تھے سے ظاہراً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کا خدا کی تسبیح و تقدیس بجالانا اور خدا کی اطاعت کرنا، عالم انوار میں نہیں تھا؛ بلکہ عالم شہود میں قدم رنجا فرمانے کے بعد تھا۔ البتہ ایسی احادیث کثرت سے موجود ہیں جن کے مطابق معصومینؑ عالم نور میں بھی خدا کی تسبیح و تقدیس میں مشغول تھے۔ اصول کافی میں باب مولد النبی

سلمان نے عرض کی: جو آپ کے اوصیاء کی معرفت رکھتا ہو اسے کیا امتیاز حاصل ہوگا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: يَا سَلْمَانُ مَنْ عَرَفَهُمْ حَقَّ مَعْرِفَتِهِمْ وَ اقْتَدَى بِهِمْ فَوَالَى وَلِيَّهُمْ وَ تَبَرَّأَ مِنْ عَدُوِّهِمْ فَهُوَ وَ اللَّهِ مِنَّا يَرِدُ حَيْثُ نَرِدُ وَ يَسْكُنُ حَيْثُ نَسْكُنُ.

اے سلمان! جو ان کی ویسے معرفت رکھتا ہو جیسا کہ حق ہے اور ان کی اقتداء کرے، ان کے دوست کو دوست رکھے اور ان کے دشمن سے بیزاری اختیار کرے، پس وہ ہم میں سے ہے۔ ہم جہاں ہوں گے وہ ہمارے ساتھ ہو گا۔ جہاں ہم ساکن ہونگے وہ بھی وہیں ساکن ہو گا۔

میں آیا ہے کہ مفضل بن عمر نے امام صادقؑ سے سوال کیا: عالم اظلہ (عالم سایہ) میں آپ کیسے تھے اور کس کیفیت میں تھے؟ امام نے فرمایا: كُنَّا عِنْدَ رَبِّنَا لَيْسَ عِنْدَهُ أَحَدٌ غَيْرُنَا فِي ظُلَّةٍ خَضْرَاءَ نُسَبِّحُهُ وَ نُقَدِّسُهُ وَ نُهَلِّلُهُ وَ نُمَجِّدُهُ وَ مَا مِنْ مَلَكٍ مُقَرَّبٍ وَ لَا ذِي رُوحٍ غَيْرُنَا حَتَّى بَدَا لَهُ فِي خَلْقِ الْأَشْيَاءِ فَخَلَقَ مَا شَاءَ كَيْفَ شَاءَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ وَ غَيْرِهِمْ ثُمَّ أَنْهَى عِلْمَ ذَلِكَ إِلَيْنَا. ہم اپنے رب کی بارگاہ میں تھے اور اس وقت کوئی ایسا نہیں تھا جو اس کی بارگاہ میں ہوتا، ہم اس کی تسبیح و تہلیل و تمجید بیان کرتے، اس وقت ہمارے سوا کوئی فرشتہ اور صاحب روح نہیں تھا۔ یہاں تک کہ خدا نے اشیاء خلق کرنے کا آغاز فرمایا لہذا جس طرح اس نے چاہا اور جو اس نے چاہا خلق کیا اور پھر اس نے ان کا علم ہمیں عطا فرمایا۔ علامہ مجلسیؒ مرآۃ العقول کی جلد ۱، صفحہ ۳۶۵ میں کہتے ہیں: ائمہؑ عالم انوار میں مثالی بدن کے حامل تھے جس میں روح حیوانی نہیں تھی، روایت میں جو اشباح کا لفظ آیا ہے اس سے یہی مراد ہے۔ علامہ مجلسی کے بقول ان کا لبیک کہنا، خدا کی عبودیت کا اقرار اور اس کی اطاعت کرنا، نیز اس کی تسبیح و تہلیل بجالانا، حقیقت پر مبنی تھا اور اس میں مجاز کو راہ نہیں ہے۔

سلمان نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ کیا ان کے نام و نسب جانے بنا ان پر ایمان رکھنا ممکن ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں!

سلمان نے پوچھا: پس ہم انہیں کیسے پہچانیں اور ان پر کیسے ایمان رکھیں؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قَدْ عَرَفْتَ إِلَى الْحُسَيْنِ ثُمَّ سَيِّدُ الْعَابِدِينَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ ثُمَّ ابْنُهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ بَاقِرُ عِلْمِ الْأَوَّلِينَ وَ الْآخِرِينَ مِنَ النَّبِيِّينَ وَ الْمُرْسَلِينَ ثُمَّ ابْنُهُ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ لِسَانُ اللهِ الصَّادِقُ ثُمَّ مُوسَى بْنُ جَعْفَرٍ الْكَاظِمُ غَيْظَهُ صَبْراً فِي اللهِ ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ مُوسَى الرِّضَا لِأَمْرِ اللهِ ثُمَّ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَوَادُ الْمُخْتَارُ مِنْ خَلْقِ اللهِ ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ الْهَادِي إِلَى اللهِ ثُمَّ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الصَّامِتُ الْأَمِينُ الْعَسْكَرِيُّ ثُمَّ ابْنُهُ حُجَّةُ بْنُ الْحَسَنِ الْمَهْدِيُّ النَّاطِقُ الْقَائِمُ بِأَمْرِ اللهِ۔

تو حسین تک تو جانتا ہی ہے، اس کے بعد سید العابدین علی بن الحسینؑ ہونگے، ان کے بعد ان کے بیٹے محمد بن علی باقر العلم اولین و آخرین من النبیین والمرسلین ہونگے؛ ان کے بعد ان کے بیٹے جعفر بن محمد لسان صادقؑ ہونگے؛ ان کے بعد ان کے بیٹے موسیٰ بن جعفر کاظم غیظؑ ہونگے جو خدا کی راہ میں صبر کریں گے؛ ان کے بعد ان کے بیٹے علی بن موسیٰ رضا لامر اللہؑ ہونگے؛ ان کے بعد ان کے بیٹے محمد بن علی جوادؑ ہونگے جو خدا کی خلق میں سے منتخب شدہ ہونگے؛ ان کے بعد ان کے بیٹے علی بن محمدؑ ہونگے جو خدا کی جانب ہدایت کرنے والے ہونگے؛ ان کے بعد حسن بن علی صامت، امین و عسکریؑ ہونگے؛ ان کے بعد ان کے بیٹے حجت ابن الحسن المہدی الناطقؑ ہونگے جو اللہ کے امر

سے قائم ہو گئے۔

سلمان کہتے ہیں: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ دعا فرمایئے میں انہیں درک کروں!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا: یَا سَلْمَانُ إِنَّكَ مُدْرِكُهُمْ وَ أَمْثَالُكَ وَ مَنْ تَوَلَّاهُمْ بِحَقِيقَةِ الْمَعْرِفَةِ.

تو اور تجھ جیسے افراد اور ہر وہ شخص جو ان سے حقیقت معرفت کے ساتھ محبت کرے گا انہیں درک کرے گا۔

سلمان کہتے ہیں: میں خدا کی بہت حمد بجالایا اور اس کے بعد گویا ہوا: کیا میں انہیں جلد ہی درک کرلونگا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا: یَا سَلْمَانُ اقْرَأْ ﴿فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَفْعُولًا ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَاكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا﴾[1]

یہ آیہ شریفہ پڑھ: اور جب ان کا پہلا موعد آگیا، تو ہمارے ایسے بندے تھے جنہیں ہم نے سختی کے ساتھ ان کے خلاف کھڑا کر دیا۔ انہوں نے گھروں کے اندر تک تلاش کیا، اور یہ وعدہ انجام پاچکا تھا۔ اس کے بعد ہم نے تمہیں موقع دیا، اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کی اور تم میں سے بعض کو کثرت سے نوازا۔

سلمان کہتے ہیں: گریہ شوق نے مجھے آلیا، عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کیا یہ آپ کے زمانے میں ہو گا؟

---

[1] الاسراء ۵و۶۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إي والذي أرسل محمداً إنه بعهدي مني وعلي وفاطمة والحسن والحسين وتسعة أئمة وكل من هو منا ومظلوم فينا إي والله يا سلمان ثم ليحضرن إبليس وجنوده وكل من محض الإيمان محضاً ومحض الكفر محضاً حتى يؤخذ بالقصاص والأوتار [الأوتاب] والتراث ولا يظلم ربك أحداً ونحن تأويل هذه الآية ﴿وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ﴾[1][2]

ہاں اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، یہ میرے زمانے میں اتفاق پذیر ہو گا اور علی، فاطمہ، حسن، حسین اور بقیہ نو ائمہ (علیہم السلام) اور ہر وہ شخص جو ہم سے ہے اور جس نے ہماری راہ میں ظلم جھیلے ہیں (کے دور میں)۔ خدا کی قسم! جب ابلیس اور اس کا لشکر نیز ہر وہ شخص جو ایمان یا کفر میں خالص ہو گا، حاضر ہو جائے گا تا کہ اس کا قصاص ہو اور تیرا رب کسی ایک پر بھی ظلم نہیں کرے گا اور ہم اس آیت کی تاویل ہیں: "ہم نے ارادہ کیا ہے کہ زمین میں رہنے والے مستضعفین پر احسان کریں اور انہیں امام اور زمین کا وارث قرار دیں، اور انہیں

---

[1] القصص: ۵و۶.

[2] بحار الانوار: ج ۷، ص ۱۸۱ [ج ۲۵، ص ۶؛ مصباح الشریعۃ: ص ۶۳؛ الہدایۃ الکبریٰ: ص ۳۷۵؛ دلائل الامامۃ: ۴۴۸، ان تمام کتب میں حدیث متن میں جزوی اختلاف کے ساتھ نقل ہوئی ہے، ہم نے متن بحار سے نقل کیا ہے۔ مترجم]

زمین میں قدرت و توانائی سے نوازیں، اور فرعون، ہامان اور ان کے لشکری جس سے ڈرتے تھے وہ ہی کر دکھائیں"۔

ایک اور حدیث میں یونس بن ظبیان سے نقل ہوا ہے کہ امام صادقؑ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ إِذَا أَرَادَ خَلْقَ إِمَامٍ أَنْزَلَ قَطْرَةً مِنْ تَحْتِ عَرْشِهِ عَلَى بَقْلَةٍ مِنْ بَقْلِ الْأَرْضِ أَوْ ثَمَرَةٍ مِنْ ثِمَارِهَا فَأَكَلَ مِنْهَا الْإِمَامُ فَتَكُونُ نُطْفَةٌ مِنْ تِلْكَ الْقَطْرَةِ فَإِذَا مَكَثَ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْماً سَمِعَ الصَّوْتَ فَإِذَا تَمَّتْ لَهُ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ كُتِبَ عَلَى عَضُدِهِ الْأَيْمَنِ ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقاً وَعَدْلاً لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾[1] فَإِذَا وَضَعَتْهُ أُمُّهُ عَلَى الْأَرْضِ زُيِّنَ بِالْحِكْمَةِ وَجُعِلَ لَهُ مِصْبَاحٌ مِنْ نُورٍ يَرَى بِهِ أَعْمَالَهُمْ.[2]

جب خدا امام کو خلق کرنے کا ارادہ فرماتا ہے، تو بہشت سے سات پتے لائے جاتے ہیں اور بعد والے امام کے والد انہیں کھاتے ہیں اور ان کا نطفہ انہی پتوں سے وجود میں آتا ہے۔ شکم میں چالیس دن گزر جانے کے بعد یہ نطفہ آواز سن سکتا ہے اور چار ماہ گزرنے کے بعد ایک فرشتہ اس کے دائیں بازو پر یہ آیت لکھ دیتا ہے: "تیرے رب کا کلمہ صداقت و عدالت کے ساتھ تمام ہوا، اس کے کلمات میں تبدیلی نہیں ہوتی وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے"۔ جب وہ اپنی ماں کے رحم سے باہر آتا ہے، اسے حکمت سے نوازا جاتا ہے اور اس کے لیے ایک نوری چراغ قرار دیا جاتا ہے جس کے ذریعے سے وہ بندوں کے اعمال کا مشاہدہ کرتا ہے۔

---

[1] انعام:۱۱۵.

[2] بصائر الدرجات: ص۱۲۹ [ج۱، ص ۴۳۳]

إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَيَّدَنَا بِرُوحٍ مِنْهُ مُقَدَّسَةٍ مُطَهَّرَةٍ لَيْسَتْ بِمَلَكٍ لَمْ تَكُنْ مَعَ أَحَدٍ مِمَّنْ مَضَى إِلَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ص وَهِيَ مَعَ الْأَئِمَّةِ مِنَّا تُسَدِّدُهُمْ وَتُوَفِّقُهُمْ وَهُوَ عَمُودٌ مِنْ نُورٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ.[1]

اور اس روح کے توسط سے جو خدا کی جانب سے ہے اور بہت مقدس اور مطہر ہے مسلسل اس کی تائید ہوتی رہتی ہے۔ یہ روح ملائکہ میں سے نہیں ہے اور رسول اللہ ﷺ اور ان کی اولاد میں سے ہونے والے ائمہؑ کے علاوہ کسی کے ساتھ نہیں تھی۔ یہ روح انہیں ثابت قدم اور کامیاب رکھتی ہے، اور وہ نوری ستون ہے جو ان کے اور خدا کے درمیان ہوتا ہے۔

---

[1] بحار الانوار: ج ۷، ص ۱۹۱ [ج ۲۵، ص ۴۸] عیون اخبار الرضا: ص ۱۱۹ [ج ۲، ص ۲۰۰] مؤلف نے یہ حدیث پچھلی حدیث کے ساتھ تلفیقی طور پر نقل کی ہے، ہم نے اسے اس کے مصدر کی نشاندہی کے ساتھ جداگانہ نقل کیا ہے، یاد رہے کہ یہ حدیث امام رضاؑ سے مروی ہے۔

ولادت امام جواد علیہ السلام

امام تقیؑ کی والدہ ماجدہ رسول اللہ ﷺ کی کنیز ماریہ قبطیہ کے خاندان سے تھیں۔[1] ان کا اسم گرامی سبیکہ تھا۔[2] امام رضاؑ نے انہیں خیزران نام دیا۔[3] ان کی کنیت ام الحسن تھی۔[4] امام موسیٰ کاظمؑ نے انہیں مکہ میں خرید ا تھا اور یزید بن سلیط جو زید شہید کی اولاد میں سے تھے، اور ان کے ساتھ تھے، کو حکم دیا تھا کہ امام کا سلام خیزران کو پہنچا دیں۔[5]

رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا:

بِأَبِي ابْنُ خِيَرَةِ الْإِمَاءِ.... الطَّيِّبَةِ الْفَمِ. الْمُنْتَجَبَةِ الرَّحِمِ.[6]

میرے والد اس پاک کنیز کے بیٹے پر فدا، جس کا دہن پاک اور رحم منتخب شدہ ہے۔

امام رضاؑ نے بھی فرمایا: قُدِّسَتْ أُمٌّ وَلَدَتْهُ قَدْ خُلِقَتْ طَاهِرَةً مُطَهَّرَةً.[7]

وہ قداست کی حامل تھیں اور طاہرہ و مطہرہ خلق کی گئی تھیں۔

---

[1] اصول الکافی، مطبوعہ در حاشیہ مرآۃ العقول: ج۱، ص ۳۱۳.

[2] ارشاد: شیخ مفید، تحریر، علامہ حلی.

[3] روضۃ الواعظین: ص ۲۰۹.

[4] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۲، ص ۴۳۶ طایران.

[5] اصول الکافی: باب: النص علی الرضا.

[6] الکافی: باب النص علی الجواد [ج ۱، ص ۳۲۳]

[7] عیون المعجزات: ص ۱۰۸ ط نجف [ص ۱۱۹].

وہ تمام کمالات و شرف کی حامل تھیں اور ان کی ذات میں فضیلت کی اصل و فرع جمع تھی۔ بعید نہیں ہے کہ امام کی والدہ اوصیائے پیغمبر کی امہات کے طریق پر ہوں۔ رب العالمین نے انہیں پاک طینت سے خلق کیا اور ان کی آلودگیوں سے حفاظت فرمائی تاکہ لوگوں پر اپنے خلفاء کے مقام کو روشن کرے جو اس کے رسول امین ﷺ کے بعد اس کے وحی کے ترجمان ہیں، اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَمْ يَزَلِ اللهُ تَعَالَى يَنْقُلُنِي [و الاوصياء من ذريتي] [1] مِنْ أَصْلَابِ الطَّاهِرِينَ إِلَى أَرْحَامِ الْمُطَهَّرَاتِ [2] لَا يُصِيبُنَا نَجَسُ الشِّرْكِ. وَلَا سِفَاحُ الْكُفْرِ. [3] خدا نے مجھے اور میری نسل سے ہونے والے میرے اوصیاء کو پاک مردوں کے اصلاب اور طاہر خواتین کے رحم میں منتقل فرمایا، اس صورت سے کہ ہمیں شرک کی نجاست اور کفر کی تباہیوں نے چھوا تک نہیں۔

- جب جناب خیزران امید سے ہوئیں امام موسیٰ کاظمؑ کی بہن حکیمہ نے اپنے بھائی امام رضاؑ کو خط لکھ کر اس بات کی خبر دی۔ امام رضاؑ نے اپنے علم مخزون و مکنون امامت اور وصایت کے خزینہ علم سے استفادہ کرتے ہوئے ایک ایسی بات کہی کہ عقل حیران ہو جاتی ہے اور یہ ہر بیدار دل کے لیے بصیرت کا وسیلہ ہے۔ امام نے جو مطالب جناب حکیمہ خاتون کی خدمت میں ارسال کیے ان میں سے ایک یہ ہے کہ:

---

[1] یہ عبارت مصادر میں موجود نہیں۔ مترجم۔

[2] امالی طوسی: ص ۱۸۳۔

[3] دلائل الامامہ: ص ۱۵۸۔

علقت یوم کذا من شهر کذا. فإذا هي ولدت فالزميها سبعة أيّام.[1] وہ فلاں ماہ کے فلاں دن امید سے ہوئی ہیں، پس جب بچہ پیدا ہو تو سات دن تک ان کے ساتھ ان کی ہمدم بن کر رہیے گا۔

ولادت کا وقت نزدیک آگیا جس کے بارے امام رضاؑ نے اپنی بہن کو حکم دیا کہ جیسے ہی وقت آن پہنچے تو آپ ایک خوان کے ساتھ خیزران کے کمرے میں داخل ہو جایئے گا۔ جب انہیں درد حمل نے آلیا، تو حجرے میں روشن چراغ اچانک خاموش ہو گیا جس کی وجہ سے امام کی بہن جناب خیزران کو نہیں دیکھ پارہی تھیں اور انہیں ان کے حال کی کوئی خبر بھی نہیں ہو پارہی تھی۔ حکیمہ خاتون خوف و اضطراب میں ڈوبی جاتی تھیں۔[2] اور شاید (وہ اس افراتفری) میں یہ بھول گئیں تھیں کہ ائمہ ہدیٰ کو پاک و مقدس بہشتی حوروں کے علاوہ اور کوئی نہیں چھوتا۔ اچانک جناب حکیمہ نے دیکھا کہ آسمان کی جانب نور الہی اور جمال ربوبی ساطع ہوا جس نے تمام گھر کو روشن کر دیا۔ امام جوادؑ ایک طبق میں تھے اور ان کے بدن پر ایک نازک سالباس موجود تھا۔[3]

امام کی آنکھیں آسمان کی جانب بلند تھیں کیونکہ منادی حق انہیں عرش کے بلند ترین فراز سے ندا دے رہا تھا: اے فلان ابن فلاں میں تجھے اپنی مخلوقات میں سے

---

[1] انوار البہیہ، شیخ قمی: نقل از الدوا لتنظیم: [ص ۲۰۳] اثبات الوصیہ مسعودی: ص ۱۸۲ ط نجف. [ص ۲۱۷]

[2] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۲، ص ۴۳۷.

[3] ایضاً.

منتخب شدہ، خالص اور چنا ہوا لکھوں گا اور تجھے اپنے اسرار کا محل، علم کا گنجینہ، امین وحی اور زمین میں اپنا خلیفہ قرار دونگا۔ تیرے لیے اور جو بھی تجھ سے محبت کرے گا اور تیری ولایت قبول کرے گا اس پر اپنی رحمت کرنا واجب قرار دونگا، اسے اپنی جنتیں عطا کروں گا اور اسے اپنے جوار میں جگہ عنایت کرونگا۔ مجھے میرے عزت وجلال کی قسم! جو بھی تجھ سے دشمنی رکھے گا اسے میں اپنے شدید ترین عذاب میں مبتلا کرونگا چاہے میں نے اسے دنیا میں کثیر رزق سے فیضیاب ہی کیوں نہ کیا ہو۔ اس کے بعد صدا منقطع ہو گئی، امام جوادؑ نے اپنے ہاتھ سر پر رکھ کر جواب میں فرمایا: ﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾[1] خدا گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور ایسے ہی ملائکہ اور صاحبان علم جو قسط کے ساتھ قائم ہیں وہ بھی گواہی دیتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عزت والا اور حکیم ہے۔[2]

اس کے بعد امام علی رضاؑ نے بچوں کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ اور اپنے دیگر اجداد کی سنت کے مطابق اعمال انجام دیے، تحنیک کیا،[3] داہنے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی اور اس کے بعد انہیں گہوارے میں لٹا کر اپنی بہن حکیمہ خاتون سے

---

[1] آل عمران:۱۸۔

[2] بحار الانوار: ج ۷، ص ۱۹۱؛ نقل از بصائر الدرجات۔

[3] کھجور چبا کر اسے نومولد کے دہن کے نچلے اگلے حصہ پر ملنا۔ رسول اللہ ﷺ انصار کے بچوں کے بھی تحنیک فرمایا کرتے تھے۔ لسان العرب: ج ۱۰، ص ۳۱۶، مادہ حنک۔

فرمایا کہ گھورائے کے پاس ہی رہیں۔

maablib.org

کمسنی میں امام کے معجزات

جناب حکیمہ خاتون نے امام جوادؑ کے وجود سے آثار امامت اور کرامات اوصیاء کے ذیل میں جو کچھ مشاہدہ کیا ان میں سے ایک یہ تھا کہ امام جوادؑ اپنی نگاہیں آسمان کی جانب بلند فرماتے پھر دائیں بائیں نظر فرما کر فرمایا کرتے تھے:

اشهد ان لا اله الا اللہ و اشهد ان محمدا رسول اللہ۔

جناب حکیمہ یہ سب کچھ ایک تین دن کے بچے سے دیکھ کر حیرت و وحشت میں مبتلا تھیں۔ کیونکہ انہوں نے امام رضاؑ سے اس بارے میں کچھ نہیں سنا تھا کہ امام جوادؑ اپنے والد کے قائم مقام ہیں اور بچپنے میں ہی بڑوں کی طرح کلام کرسکتے ہیں اور ان کی زبان سے حکمت کے سوتے پھوٹ سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ سہمی ہوئی امام رضاؑ کی خدمت میں پہنچیں اور جس چیز کا مشاہدہ کر کے آرہی تھیں وہ ان کے سامنے نقل کیا۔ امام رضاؑ نے اپنی بہن کو اس بچے کا تعارف کرواتے ہوئے بتایا کہ اس کے بعد اس بچے سے اور بھی آیات و نشانیاں اور کرامات ظاہر ہونگی۔

امام جوادؑ مدینہ منورہ میں رجب کی ۱۰ تاریخ سن ۱۹۵ ہجری میں متولد ہوئے۔[1]

---

[1] ابن عیاش کی روایت کے مطابق شیخ طوسی نے مصباح المتہجد میں اور کفعمی نے المصباح میں فرمایا ہے: امام زمانہ کی توقیع مبارک جو ناحیہ مقدس سے ابو القاسم حسین بن روح کے ہاتھوں ہم تک پہنچی ہے، اس میں یوں وارد ہوا ہے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِالْمَوْلُودَيْنِ فِي رَجَبٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ الثَّانِي وَابْنِهِ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ الْمُنْتَجَبِ وَأَتَقَرَّبُ بِهِمَا إِلَيْكَ خَيْرَ الْقُرَبِ... بار الٰہا! ماہ رجب کے ان دو مولودین محمد بن علی دوم اور ان کے بیٹے

ان کے والد نے ان کا نام محمد رکھا، کیونکہ آسمان سے نازل ہونے والے صحیفے (لوح فاطمہ) میں انہیں اسی نام سے پکارا گیا تھا۔ ان کے لیے ان کے جد بزرگوار امام محمد باقرؑ کی کنیت کا انتخاب کیا گیا، امام ہمیشہ اپنے بیٹے کو اسی کنیت سے یاد کرتے اور انہیں لکھے جانے والے خطوط میں انہیں اسی کے ذریعے سے مخاطب فرماتے۔

محمد بن عباد جو فضل بن سہل کی جانب سے امام رضاؑ کی خدمت میں بطور کاتب بھیجا گیا تھا، کہتا ہے: میں نے کبھی بھی امام رضاؑ کو اپنے بیٹے کو محمد نام سے یاد فرماتے نہیں سنا بلکہ آپ ہمیشہ یہی فرماتے تھے کہ ابو جعفر کا خط آیا ہے یا میں نے ابو جعفر کو خط لکھا ہے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب امام جوادؑ مدینے میں تھے اور سن و سال کے لحاظ سے بہت چھوٹے تھے لیکن پھر بھی ان کے جو خطوط ان کے بابا کو ملتے تھے وہ نہایت حسین اور بلیغ ہوتے تھے۔

علی منتجب کے صدقے درخواست کرتا ہوں اور ان دونوں کے واسطے تجھ سے تیرے بہترین قرب کا سوال کرتا ہوں...

اس حوالے سے دیگر نظریات بھی موجود ہیں۔ مرحوم طبرسی اعلام الوریٰ: ص ۱۱۹ میں امام کی ولادت ۱۷ رمضان بتاتے ہیں؛ ابن شہر آشوب المناقب: ج ۲، ص ۴۲۱ میں ۱۹ رمضان بیان کرتے ہیں۔ فتال نیشاپوری روضۃ الواعظین: ص ۲۰۹ میں ۱۵ رمضان ذکر کرتے ہیں اور ابن خلکان وفیات الاعیان میں ۵ رمضان بیان کرتے ہیں۔

القاب امام تقی الجواد علیہ السلام

جو نص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اور امام علیؑ کے توسط سے پہنچی تھی اس کے مطابق امام رضاؑ نے اپنے بیٹے کو "جواد، تقی اور زکی" سے ملقب فرمایا۔ امام کا لقب جواد بقیہ القاب کی نسبت زیادہ مشہور ہے۔[1] امام شیعہ و سنی کے درمیان باب المراد کے لقب سے بھی مشہور ہیں، کیونکہ وہ لوگوں کی حاجات بہت زیادہ روا فرمایا کرتے اور ان سے بہت سی کرامات بھی صادر ہوئیں ہے۔ کوئی غمگین انسان ان کی پناہ حاصل نہیں کرتا تھا مگر یہ کہ اسے غم سے نجات ملتی۔ کوئی ان سے استغاثہ نہیں کرتا تھا مگر یہ کہ اس کی مدد فرماتے تھے اور کسی صاحب غم و اندوہ کا غم نہیں ہوتا تھا مگر یہ کہ ان کی طرف توجہ کرنے سے برطرف ہو جاتا ہو۔ امام تقیؑ بے پناہوں کے فریادرس، امیدواروں کے لیے باران رحمت الٰہی، فریاد کنانان کے لیے مددگار، طلبگاروں کی امید اور تشنگان کے لیے آب سرد تھے۔

امام کی ولادت کے دن جہان پر نور الٰہی جلوہ گر ہوا اور آنکھیں اس سے روشن ہو گئیں۔ لطف الٰہی نے امام رضاؑ کی مدت امامت پوری ہونے کے بعد انہیں امت اسلامیہ کی رہبری کے لیے مہیا کیا تا کہ ایک لمحے کے لیے بھی زمین حجت خدا اور خلیفہ الٰہی کے وجود سے خالی نہ رہے، یہ خلا پر ہو جائے اور غلطیوں اور خطاؤں کی اصلاح ہو۔ یہ خدا کی وہ سنت ہے جو اس سے قبل آنے والے ائمہ کے بارے میں بھی جاری رہی تھی اور خدا

maablib.org

---

[1] البتہ برصغیر پاک و ہند میں امام، تقی کے لقب سے زیادہ مشہور ہیں۔ مترجم۔

کی سنت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ خدائے مبین نے امر امامت سونپنے کے لیے ایک پاک ذات کو خلق فرمایا تاکہ اس کے وجود کے نور درخشاں سے، امت اسلامیہ بہرہ مند ہو اور اس کی صحیح سیرت، علم کے سمندر اور نجات بخش ہدایت سے استفادہ کرے۔

maablib.org

اتمام حجت

لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ایسے افراد بھی موجود تھے جن کے دل نفاق اور آتش دشمنی سے سیاہ ہو چکے تھے۔ وہ اپنی بساط کے مطابق امر امامت سے اعراض برتتے اور اسے سرے سے ختم کرنے کے لیے مختلف بہانے اور وسائل استعمال کرتے تاکہ امام کے گرد سے لوگوں کو پراگندہ کر کے انہیں تنہا کر دیں۔ ان بہانوں اور وسائل میں وہ شبہات بھی تھے جو عوام کو فریب دیتے ہیں اور یہ کینہ پرور افراد انہیں عوام میں منتشر کر دیتے تھے۔ انہیں اپنی پوشیدہ فکر ضالہ کو ظاہر کرنے کے لیے والد اور بیٹے میں عدم شباہت جیسے شبہے کو عوام میں منتشر کرنے کے سوا اور کوئی چیز نہ ملی، لہذا انہوں نے امام رضاؑ کو مجبور کیا کہ وہ قیافہ شناسوں[1] کو بلا کر اس بیٹے کو

---

[1] قیافہ شناس وہ ہیں جو شکل و صورت میں پائے جانے والی شباہت دیکھ کر باپ یا بھائی سے ان کی نسبت کا حکم لگاتے ہیں. عربوں کے نزدیک اس کی بڑی اہمیت تھی. علمائے امامیہ اس کی تعلیم حاصل کرنے یا دینے نیز اس کی اجرت لینا حرام جانتے ہیں. علمائے امامیہ میں یہ حرمت یا تو بطور مطلق ہے جیسے علامہ حلی نے منتہی، تذکرہ، قواعد، تحریر، ارشاد اور نہایہ میں، ابن ادریس نے السرائر میں، شہید نے لمعہ میں، سبزواری نے کفایہ میں، مقداد نے تنقیح میں اور سید نے ریاض میں بیان کیا ہے. اور یا یہ حرمت فعل حرام کے موجب بننے یا قطعی نظر کے اظہار کرنے سے مشروط بیان کی ہے، جیسے شہید ثانی نے مسالک اور روضہ میں، محقق ثانی نے جامع المقاصد میں، اردبیلی نے شرح ارشاد میں، میرزا کرباسی نے منابع میں اور شیخ حسن نے الجواہر میں بیان کیا ہے. صاحب حدائق نے جواہر میں آنے والی حدیث سے استناد کرتے ہوئے، عدم تحریم کا

استفادہ کیا ہے، وہ کہتے ہیں: روایت اجماع کے مقابل قاصر ہے، اور امام رضا کا یہ کہنا کہ "تم قیافہ شناسوں کے پاس بھیج دو" عدم مشروعیت کے لیے ہے، نہ کہ رفع تہمت کے لیے. امام کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس حوالے سے قیافہ شناسی کے صحیح ہونے کا علم رکھتے تھے بلکہ انہوں نے فقط ان افراد پر حجت قائم کرنے کے لیے یہ فرمایا تھا جنہوں نے اس کا مشورہ دیا تھا. کیونکہ جو انسان بھی ذرا سا متدین ہو، وہ اس کے عدم جواز اور اس کے استعمال کے جائز نہ ہونے کو مسلم جانتا ہے، چہ جائیکہ کہ اس کے ذریعے سے ارث اور نکاح سے مربوط مسائل حل کیے جائیں۔ ساتھ ہی مشروعیت لعان قیافہ شناسی کے عدم اعتبار پر واضح ترین دلائل میں سے ایک ہے.

البتہ اہلسنت فقہاء میں اس حوالے سے اختلاف پایا جاتا ہے. نووی شرح مسلم اور حاشیہ ارشاد الساری: ج۶، ص ۲۲۶ میں، اس مسئلے میں اہلسنت میں موجود اختلاف کو نقل کرتے ہیں. ابو حنیفہ، ثوری اور اسحاق اسے حرام جبکہ شافعی اور علماء کا ایک اور گروہ اسے جائز جانتا ہے. مالک اسے فقط کنیز کے معاملے میں جائز جانتے ہیں، لیکن ایک اور مقام پر انہوں نے کنیز اور آزاد دونوں کے لیے اس کے جواز کی بات کی ہے. وہ اس پر عمل کرنے کو اس وقت درست جانتے ہیں جب خریدار اور فروشندہ حالت طہر میں اور استبراء سے قبل کنیز کے ساتھ ہم بستری کریں، اور وہ دوسری ہم بستری کے چھ ماہ گزرنے کے بعد اور پہلا موقع کے چار سال گزرنے سے قبل بچہ پیدا کرے. ایسے موقع پر بچے کا الحاق قیافہ شناسی کی بنا پر طے پائے گا، لیکن اگر قیافہ شناس کے لیے تعین مشکل ہو، یا وہ دونوں مردوں سے بچے کے انتساب کی نفی کر دے، تو بچے کے بالغ ہونے تک صبر کیا جائے گا. اس وقت بچہ جس سے چاہے گا منسوب ہو جائے گا؛ چاہے قیافہ شناس نے اسے دوسرے سے ملحق کیا ہو۔ عمر بن خطاب، مالک اور شافعی کہتے ہیں: بچے سے بالغ ہونے کے بعد پوچھا جائے پھر وہ جس کی جانب میل رکھتا ہو اسے اس سے منسوب کر دیا جائے۔ ابو ثور اور

دکھائیں، تاکہ اس راہ سے یہ اپنے پلید عزائم تک رسائی حاصل کر سکیں اور اپنے خیال کے مطابق نور خدا کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں، لیکن خدا اپنے نور کو کامل کر کے رہتا ہے چاہے کفار کو برا ہی کیوں نہ لگے۔ اسی لیے ان کی آرزوں پر پانی پھر گیا اور ان کی محنتیں نقش بر آب ثابت ہوئیں نیز حجت خدا پہلے سے زیادہ درخشاں اور حق پہلے سے زیادہ روشن ہو گیا۔

علی بن جعفر سے نقل ہوا ہے کہ امام رضاؑ کے بھائی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا: ہمارے درمیان ایسا کوئی امام موجود نہیں رہا جس کا رنگ گندمی رہا ہو، جبکہ امام تقیؑ کا رنگ گندمی ہے۔ امام رضاؑ نے فرمایا: وہ میرا بیٹا ہے۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے قیافہ شناسی کو معتبر جانا تھا؛ ہمارے درمیان قیافہ شناس فیصلہ کریں گے۔ امام نے فرمایا: تم نے انہیں بلانا ہے تو بلاؤ میں تو یہ کام نہیں کرونگا، انہیں کس لیے بلایا ہے اس کی خبر نہ دینا بلکہ ہم باپ بیٹا جب باغ میں ہوں تو انہیں دکھا دینا۔

امام رضاؑ کے چچا، بہن اور بھائی سب ایک صحن میں بیٹھ گئے۔ امام ایک کشادہ جامہ پہنے، سر پر ٹوپی رکھے ہاتھ میں بیلچا پکڑے باغ میں کام کرنے میں مصروف ہو گے، ایسے جیسے کہ باغبان ہوں اور وہاں موجود حاضرین سے کوئی تعلق نہ رکھتے ہوں۔ اس وقت امام تقیؑ کو سامنے لایا گیا اور قیافہ شناسوں سے کہا گیا کہ اس بچے کے والد کے بارے میں بتائیں۔ انہوں نے بالاتفاق کہا کہ اس بچے کا والد اس مجمع میں تو موجود نہیں

سحنون کہتے ہیں: وہ دونوں کا بیٹا ہے. ماجشون اور محمد بن مسلم جو دونوں ہی مالکی ہیں کہتے ہیں: وہ جس سے زیادہ شباہت رکھتا ہے اسی سے ملحق ہوگا.

ہے؛ یہ شخص اس کے باپ کا چچا، یہ خود اس بچے کا چچا اور یہ اس کی پھوپی ہے، اگر اس کا والد یہاں ہے تو وہ وہی شخص ہو سکتا ہے جو باغ میں بیلچہ چلا رہا ہے۔ کیونکہ ان دونوں کی پنڈلیاں ایک سی ہیں۔ اس وقت امام رضاؑ ان کے درمیان تشریف لائے اور تمام قیافہ شناسوں نے بالاتفاق کہا کہ امام رضاؑ ہی اس بچے کے والد ہیں۔

علی بن جعفر کہتے ہیں: میں اپنی جگہ سے اٹھا اور امام جواد کا لعاب دہن چوس کر بولا: میں خدا کے سامنے گواہی دیتا ہوں کہ آپ میرے امام ہیں۔ امام رضاؑ گریہ فرما کر فرمانے لگے:

اے چچا جان! کیا آپ نے میرے والد کا قول نہیں سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: میرے بابا اس بچے پر قربان جو خاندان نوبیہ کی بہترین کنیز کا بیٹا ہوں گا اور وہ پاک دہن اور باعفت ہو گی؟[1] اس کے بیٹوں میں سے وہ راندہ اور پریشان حال امام بھی ہو گا جس کے والد اور جد کے خون کا انتقام نہیں لیا گیا ہو گا اور وہ صاحب غیبت ہو گا۔ اس کے بارے میں لوگ کہیں گے کہ یا تو وہ دنیا سے رخصت ہو گیا ہے یا کسی بیابان میں ہلاک ہو گیا ہے۔

علی بن جعفر نے کہا: میں آپ پر فدا! آپ نے درست کہا ہے۔[2]

محمد بن اسماعیل حسینی کی حدیث میں آیا ہے کہ امام حسن عسکریؑ سے منقول ہے کہ مشککین نے امام جوادؑ کے بارے میں کہا کہ (نعوذ باللہ) وہ امام کے نہیں بلکہ یا تو امام

---

[1] اصول الکافی: مطبوعہ در حاشیہ مرآۃ العقول: ج ۱، ص ۲۳۷۔

[2] کشف الغمہ: ص ۲۸۵۔

رضاؑ کے سیاہ غلام سنیف کے بیٹے ہیں یا لؤلؤ کے۔ اسی وجہ سے ان دونوں اماموں کو مامون کے پاس لے جایا گیا اور مکہ کے قیافہ شناسوں سے ان کے بارے میں سوال کیا تاکہ وہ اظہار نظر کریں۔ جب امام تقیؑ کو مسجد الحرام میں لایا گیا تاکہ قیافہ شناس انہیں دیکھیں، اس وقت امام کی عمر پندرہ ماہ تھی، تمام افراد ان کے گرد جمع ہو گئے اور ان کی پیشانی سے ساطع ہونے والے نور الٰہی کا مشاہدہ کرنے میں مگن ہو گئے۔ قیافہ شناسوں نے جیسے ہی اس بچے کو دیکھا جس نے جامہ امارت اور ردائے امامت پہن رکھی تھی، بلانے والوں کے سر ہو کر کہنے لگے: وائے ہو تم پر ایسے درخشاں ستارے اور تابندہ نور کو ہمارے سامنے پیش کرتے ہو؟ خدا کی قسم یہ پاک نسل کا حامل اور مہذب و پاکیزہ نسب کا مالک ہے: خدا کی قسم یہ پاک مردوں کے اصلاب اور پاکیزہ خواتین کے ارحام میں رہا ہے، خدا کی قسم وہ رسول اللہ ﷺ اور علیؑ کی اولاد کے سوا کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا، واپس لوٹ جاؤ اور جو کچھ کر بیٹھے ہو اس کے لیے خدا سے مغفرت طلب کرو۔ اس وقت امام جوادؑ نے اس انداز میں کہ تمام حاضرین سن سکیں فصیح زبان میں کلام کرنا شروع کیا:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَنَا مِنْ نُورِهِ بِيَدِهِ، وَ اصْطَفَانَا مِنْ بَرِيَّتِهِ، وَ جَعَلَنَا أُمَنَاءَهُ عَلَى خَلْقِهِ وَ وَحْيِهِ. مَعَاشِرَ النَّاسِ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الرِّضَا بْنِ مُوسَى الْكَاظِمِ بْنِ جَعْفَرٍ الصَّادِقِ ابْنِ مُحَمَّدٍ الْبَاقِرِ بْنِ عَلِيٍّ سَيِّدِ الْعَابِدِينَ بْنِ الْحُسَيْنِ الشَّهِيدِ بْنِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، وَ ابْنِ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ، وَ ابْنِ مُحَمَّدٍ الْمُصْطَفَى (عَلَيْهِمُ السَّلَامُ)، فَفِي مِثْلِي يُشَكُّ! وَ عَلَيَّ وَ عَلَى أَبَوَيَّ يُفْتَرَى! وَ أُعْرَضُ عَلَى الْقَافَةِ! وَ قَالَ: وَ اللّٰهِ، إِنَّنِي

لَأَعْلَمُ بِأَنْسَابِهِمْ مِنْ آبَائِهِمْ. إِنِّي وَ اللهِ لَأَعْلَمُ بَوَاطِنَهُمْ وَ ظَوَاهِرَهُمْ. وَ إِنِّي لَأَعْلَمُ بِهِمْ أَجْمَعِينَ. وَ مَا هُمْ إِلَيْهِ صَائِرُونَ. أَقُولُهُ حَقّاً. وَ أُظْهِرُهُ صِدْقاً. عِلْماً وَرَّثَنَاهُ اللهُ قَبْلَ الْخَلْقِ أَجْمَعِينَ. وَ بَعْدَ بِنَاءِ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرَضِينَ. وَ ايْمُ اللهِ. لَوْ لَا تَظَاهُرُ الْبَاطِلِ عَلَيْنَا. وَ غَلَبَةُ دَوْلَةِ الْكُفْرِ. وَ تَوَثُّبُ أَهْلِ الشُّكُوكِ وَ الشِّرْكِ وَ الشِّقَاقِ عَلَيْنَا. لَقُلْتُ قَوْلاً يَتَعَجَّبُ مِنْهُ الْأَوَّلُونَ وَ الْآخِرُونَ.

حمد اس خدا کی جس نے ہمیں اپنے نور سے خلق کیا اور اپنی تمام مخلوقات میں سے منتخب فرمایا اور ہمیں اپنی مخلوق اور وحی پر اپنا امین قرار دیا۔ اے لوگو! میں محمد بن علی الرضا بن موسیٰ الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی سید العابدین بن الحسین الشہید بن امیر المومنین علی بن ابی طالب (علیہم السلام) ہوں۔ میں فاطمۃ الزہراؑ اور رسول اللہ ﷺ کا بیٹا ہوں۔ کیا تم میرے جیسے شخص پر شک کرتے ہو اور میرے والدین پر تہمت لگاتے ہو اور مجھے قیافہ شناسوں کے سامنے پیش کرتے ہو؟ خدا کی قسم میں ان سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں اور جس حد تک یہ پہنچے ہوئے ہیں اس سے آگاہ ہوں؛ میں حق کے ساتھ کلام کرتا ہوں اور سچائی اور علم کے ساتھ اسے آشکار کرتا ہوں۔ خدا نے تمام مخلوقات اور آسمانوں اور زمینوں کے خلق کرنے سے پہلے ہمیں وارث بنایا۔ خدا کی قسم اگر ہم پر اہل باطل کا ستم نہ ہوتا، اور فرزندان کفر کی گمراہی نہ ہوتی، نیز مشرکین، مشککین اور منافقین کا ہم پر ظلم نہ ہوتا تو میں وہ کلام کرتا کہ اولین و آخرین اسے سن کر حیرت زدہ ہو جاتے۔

اس وقت امام نے اپنا ہاتھ اپنے دہن مبارک پر رکھ کر خود سے ارشاد فرمایا:

یَا مُحَمَّدُ. اِصْمُتْ کَمَا صَمَتَ آبَاؤُكَ ﴿فَاصْبِرْ کَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ کَاَنَّهُمْ یَوْمَ یَرَوْنَ مَا یُوْعَدُوْنَ لَمْ یَلْبَثُوْا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ بَلَاغٌ فَهَلْ یُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُوْنَ﴾[1]

اے محمد بس اب چپ رہو، ویسے ہی جیسے اس سے قبل تمہارے اجداد خاموش رہے ہیں اور انہوں نے صبر کیا ویسے ہی جیسے اولی العزم انبیاء نے صبر کیا، ان کے لیے جلد بازی سے کام نہ لے تاکہ یہ اُس دن وہ دیکھ لیں جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے....

اس کے بعد اپنے ساتھ کھڑے ہوئے شخص کا ہاتھ تھام لیا، لوگ ان کے لیے راستہ چھوڑتے جاتے تھے اور وہ لوگوں کی صفوں کے پاس سے گزرتے جاتے تھے۔ جب بنی ہاشم کے بزرگان نے امام سے ایسا کلام سنا اور یہ ماجرا دیکھا تو کہنے لگے: خدا بہتر جانتا ہے کہ اس نے اپنی رسالت کو کہاں رکھنا ہے۔

جب اس نشست کی خبر امام رضاؑ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا: اس خدا کی حمد جس نے مجھے اور میرے بیٹے محمد کو رسول اللہ ﷺ اور ان کے بیٹے ابراہیمؑ کی شبیہ قرار دیا، اس وقت امام نے موجود شیعوں کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا: کیا تم اس تہمت کے بارے میں علم رکھتے ہو جو جناب ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ کی ولادت کے بعد ان کی والدہ ماریہ قبطیہ پر لگائی گئی تھی؟ انہوں نے کہا: نہیں آپ ہم سے بہتر جانتے ہیں یا بن رسول اللہ ﷺ، ہمیں اس خبر سے آگاہ کیجیے!

امامؑ نے فرمایا: ماریہ قبطیہ کنیزوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو ہدیہ کے طور

---

[1] احقاف:۳۵

پر پیش کی گئی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بقیہ کو تو اپنے اصحاب کے درمیان تقسیم کر دیا لیکن ماریہ کو اپنے لیے منتخب فرمایا۔ جریح نامی مرد ماریہ کا غلام تھا اور اس نے انہیں معاشرت اور بادشاہوں کے آداب و رسوم سکھائے تھے۔ ماریہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں پر اسلام لے آئیں اور جریح بھی اس کے ساتھ مسلمان ہو گیا۔ ماریہ کا حسن ایمان اس درجہ بلند ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی بعض ازواج ان سے حسد کرنے لگیں اور ان میں سے دو نے اپنے اپنے والد کو رسول اللہ ﷺ کی شکایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ماریہ کی جانب تمایل رکھتے ہیں اور ان پر ماریہ کو ترجیح دیتے ہیں، اس وقت ان کی ہوا و ہوس نے انہیں مجبور کیا اور انہوں نے کہا کہ ماریہ کے یہاں جو ابراہیم متولد ہوا ہے وہ جریح کا بیٹا ہے! (نعوذ باللہ)

ان دونوں ازواج کے پدران رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور عرض کی: آپ پر جو ظلم ہوا ہے ہم اسے چھپانا جائز نہیں سمجھتے، جریح نے ماریہ کے ساتھ عظیم فحشاء انجام دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا، آپ نے فرمایا: وائے ہو تم پر، یہ کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا: یہی حقیقت ہے! جریح مشربہ میں ماریہ کے ساتھ مذاق اور کھیل کود کرتا ہے اور اس سے وہی تقاضا کرتا ہے جو مرد خواتین سے کرتے ہیں، کسی کو بھیج کر تحقیق کروالیجیے اور اس کے بعد اس کے بارے میں حکم جاری کیجیے۔[1]

---

[1] زوجہ رسول ﷺ اور مادر جناب ابراہیم پر لگائی گئی اس تہمت کی قلعی شیخ جلیل علی بن ابراہیم قمی اپنی تفسیر کے صفحہ ۵۳۰ میں قابل اعتماد بزرگان کے توسط سے زرارہ سے نقل کرتے ہوئے کھولتے ہیں، وہ لکھتے ہیں: زرارہ نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام باقرؑ سے سنا: جب جناب ابراہیم بن

رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو رسول اللہ ﷺ ان کے لیے بہت زیادہ غمزدہ تھے۔ عائشہ نے کہا: آپ کیوں اس کے لیے جان ہلکان کرتے ہیں؟ وہ تو جریح قبطی کا بیٹا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے جناب امیر المومنین کو حکم دیا کہ جریح کو قتل کر دیں۔ وہ ڈر کے مارے بھاگ کھڑا ہوا اور باغ میں کھجور کے ایک درخت پر چڑھ گیا۔ اسی اثناء میں اس کا لباس ایک طرف کو ہو گیا اور معلوم ہوا کہ وہ مخنث ہے۔ امام علیؑ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور ماجرے سے آگاہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا: حمد ہے اس خدا کی جس نے ہم سے برائی دور رکھی، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم﴾ بے شک انہوں نے آپ پر تہمت لگائی ہے، کیا تم سوچتے ہو کہ ان کا کام تمہارے لیے شر کا موجب بنا...

ایسے ہی ان کی تفسیر کے صفحہ ۶۴۰ میں امام صادقؑ سے نقل ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جانتے تھے کہ یہ خبر جھوٹی ہے لیکن وہ جریح کو قتل ہونے سے بچانا چاہتے تھے نیز یہ بھی کہ وہ خاتون اپنے گناہ پر پشیمان ہو۔

ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ: ج ۲، ص ۴۵۷ میں کہتے ہیں: عائشہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے بہت زیادہ جسارت کیا کرتی تھی، اس کی جملہ بے ادبیوں میں سے ایک ماریہ کے بارے میں تھی۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کی ایک اور زوجہ کو پنہاں طور پر ایک داستان سنائی اور یہ دونوں مل گئیں یہی وجہ ہے کہ قرآن میں ان دونوں کے بارے میں آیہ افک نازل ہوئی۔ یہ آیت جو جنگوں میں پڑھی جاتی ہے ایک سخت وعید سے خبردار کرتی ہے جو وقوع گناہ کی تصریح کے بعد ہوتی ہے۔

ہر چند کہ یہ مطالب اس آیت کے نزول کی اصل وجہ ہیں لیکن دشمنیوں اور کینوں نے اسے مخفی کر دیا۔ اہلسنت نے آیہ افک کے نزول کے سلسلے میں وہ روایات نقل کی ہیں جن سے عائشہ اور دوسری زوجہ کو بچنے کی راہ فراہم کی جا سکے۔ یہ روایات نقل کرنے والوں میں بخاری ہے جس نے

اپنی صحیح: ج ۳، ص ۳۳ میں، مسلم نے اپنی صحیح: ج ۲، ص ۴۵۵ میں، خازن نے اپنی تفسیر: ج ۳، ص ۳۶ میں، بغوی نے حاشیے میں، ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر: ج ۳، ص ۶۷ میں یہ روایت نقل کی ہے. یہ روایت عروہ بن زبیر اور عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود، علقمہ بن وقاص سے ہے اور یہ عائشہ سے نقل کرتے ہیں. اہلسنت کے یہاں اس حوالے سے نقل ہوئی تمام روایات عائشہ سے نقل ہوئی ہیں اور ان میں کل سعی اسے پاک اور بے قصور ثابت کرنے پر صرف کی گئی ہے. وہی خاتون جس نے جنگ جمل برپا کی اور صاحبۃ الجمل کے نام سے مشہور ہوئی. مجھے نہیں معلوم کہ مسلمانوں کی ایک جماعت کی جانب سے رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینے کے اس واقعہ کو نقل کرنے سے کیوں خودداری برتی گئی ہے؟ انہوں نے اسے قوی نہیں ساکت چھوڑ دیا ہے. کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے اس مقام قداست کے پیش نظر، ان کی ساختہ وپرداختہ داستان کا وجود رکھنا محال ہے. نتیجہ یہ ہوا کہ اس تہمت کے لگانے والوں کو طشت از بام کرنے کے لیے آیت نازل ہوئی اور جو کچھ عائشہ نے بتایا تھا وہ مسلمانوں میں سے اس کے والد کے سوا کسی اور سے نقل نہیں ہوا اور فقط ان باپ بیٹی نے ہی یہ واقعہ نقل کیا ہے. جبکہ مسلمانوں کی تو یہ حالت تھی کہ وہ تمام مطالب لکھنے کے رسیا تھے چاہے وہ مطالب کوئی اہمیت ہی نہ رکھتے ہوں، اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ تمام مسلمان اس داستان کو مخفی رکھنے کے درپے تھے؟ مسلمانوں کی معمول کے مطابق روش کو دیکھتے ہوئے یہ بعید معلوم نہیں ہوتا. لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ اس داستان کے حوالے سے عائشہ سے نقل ہونے والے مطالب کے علاوہ بھی حقائق موجود ہیں جنہیں ہم نے علمائے امامیہ سے نقل کیا ہے اور اہلسنت میں سے ابن ابی الحدید نے بھی ان کا ذکر کیا ہے.

رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ جناب امیر المومنینؑ ان کے طرف جائیں، اگر ویسا ہی پائیں جیسا بتایا گیا ہے تو ان دونوں کو قتل کر دیں۔ جناب امیرؑ نے شمشیر اٹھائی اور فرمایا: یا رسول اللہ ﷺ میں آگ میں سرخ ہوئے لوہے کی طرح رہوں یا ایسے گواہ کی طرح جو اسے دیکھتا ہے جسے غائب نہیں دیکھتا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گواہ کی طرح رہو!

امیر المومنینؑ مشربہ میں داخل ہوئے اور اس مقام پر کھڑے ہو گئے جہاں سے یہ دونوں قابل مشاہدہ تھے۔ ماریہ اور جریح بیٹھے ہوئے تھے اور جریح انہیں بادشاہوں کے یہاں پائے جانے والے آداب سکھا رہا تھا۔ امام علیؑ نے سنا کہ وہ ماریہ سے کہہ رہا ہے: رسول اللہ ﷺ کے حق کا پاس رکھ، انہیں ان کی کنیت سے پکارا کر، ان کی تکریم و احترام کر، اور اسی طرح کی دیگر باتیں۔ اسی اثناء میں جریح کی نگاہ جناب امیر المومنینؑ پر پڑی، اس نے جب ان کے ہاتھ میں برہنہ تلوار دیکھی تو ڈر کر بھاگا، وہ مشربہ میں موجود کھجور کے درخت کی طرف لپکا اور اس سے اوپر چڑھ گیا۔ جب جناب امیرؑ دار مشربہ میں داخل ہوئے، تو ہوا سے جریح کا لباس ایک طرف ہو گیا اور معلوم ہوا کہ وہ مخنث ہے۔ اس وقت جناب امیرؑ نے اس سے فرمایا: نیچے آجا کہ تو امان میں ہے۔ جریح نیچے آگیا۔

امام علیؑ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور بتایا کہ جریح مخنث ہے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے دیوار کی جانب چہرہ کر کے فرمایا: اے جریح تو ان دونوں کے لیے حلال ہے، اپنے آپ کو ظاہر کر تا کہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے اور خدا اور اس کے

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جو جسارت کی ہے اس کا نادرست ہونا ثابت ہو۔ جریح نے اپنا لباس ایک جانب کیا تو آشکار ہو گیا کہ وہ ایک مخنث خادم ہے، ویسے ہی جیسے جناب امیرؑ نے فرمایا تھا۔[1]

اس کے بعد سے وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظروں سے گر گئیں اور خوار اور بے قدر ہو گئیں۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم توبہ کرتی ہیں خدا سے ہمارے لیے مغفرت طلب فرمایئے، ہم آئندہ ایسا نہیں کریں گے۔ حضرت نے فرمایا: خدا تمہاری توبہ قبول نہیں کرے گا اور جبکہ تمہاری خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جسارت اس قسم کی تھی تو تمہارے لیے میری استغفار کا بھی کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر ہمارے لیے ایمان پر طلب مغفرت فرمائیں تو ہم خدا کی بخشش کی امید رکھتے ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿إِن تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ﴾[2]. اگر تم ان کے لیے ستر بار بھی استغفار کرو گے تو خدا انہیں معاف نہیں فرمائے گا۔

امام رضاؑ فرماتے ہیں: خدا کی حمد ہے جس نے مجھے اور میرے بیٹے محمد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے بیٹے ابراہیم کی شبیہ قرار دیا۔[1]

---

1 معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دو سے مخصوص تھا اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تم دونوں کے لیے حلال ہے۔ (مترجم)

2 توبہ: ۸۰۔

نصِ امامت

امام رضاؑ نے امام تقیؑ کے لیے امر امامت کو اپنے اصحاب پر آشکار فرمایا اور اس کی ان کے لیے توضیح دی اور ان کی سبیل ہدایت کی جانب رہنمائی فرمائی؛ لیکن اُن افراد کو اِس کا کوئی فائدہ نہ ہوا جن کی دید بصیرت نابینا ہو چکی تھی اور جو نور حق کا مشاہدہ کرنے کی قدرت نہیں رکھتے تھے اور دنیاوی لذتوں کے رسیا ہو چکے تھے۔

حسین بن قیاما امام رضاؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوئے اور کہا: کیا ایسا ممکن ہے کہ کسی زمانے میں زمین پر امام اور حجت خدا نہ ہو؟ امام نے فرمایا: نہیں ایسا ممکن نہیں ہے۔ اس نے کہا: کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک ہی زمانے میں دو امام ہوں؟ امام نے فرمایا: (ہاں ہو سکتا ہے) اس صورت میں ایک امامت کے امر کے بارے میں ساکت رہتا ہے اور کلام نہیں کرتا۔ اس نے کہا: میں جانتا ہوں کہ آپ امام نہیں ہیں؟ امام نے فرمایا: تجھے یہ خبر کہاں سے ہوئی؟ کہنے لگا: کیونکہ آپ کا کوئی بچہ نہیں ہے اور لازم ہے کہ ایک کے بعد دوسرا امام ہو۔ امام نے فرمایا: فَوَاللّٰهِ إِنَّهُ لَا تَمْضِي الْأَيَّامُ وَ اللَّيَالِي حَتّٰى يُولَدَ لِي ذَكَرٌ مِنْ صُلْبِي يَقُومُ بِمِثْلِ مَقَامِي. يُحْيِي الْحَقَّ وَ يَمْحِي الْبَاطِلَ. خدا کی قسم کچھ شب و روز نہیں گزریں گے کہ میرے صلب سے ایک بیٹا متولد ہو گا، وہ میری طرح قیام کرے گا، حق کو زندہ اور باطل کو نابود کرے گا۔[2]

---

[1] دلائل الامامۃ: ص ۲۰۱ [ص ۳۸۳]؛ مدینۃ المعاجز: ص ۵۱۶ [ج ۷، ص ۳۶۶] اور اختصار کے ساتھ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۲، ص ۳۳۱ [ج ۴، ص ۳۸۷] میں۔

[2] رجال کشی: ص ۳۲۲. [ص ۵۵۳]

جب امام تقیؑ متولد ہوئے تو امام رضاؑ نے حسین بن قیاما سے فرمایا: خدا نے مجھے ایک ایسا بچہ عنایت فرمایا ہے جو مجھ سے اور آل داؤد سے ارث پائے گا۔[1]

بزنطی کہتے ہیں: ابن نجاشی نے امر امامت میں ہونے والے جانشین کے بارے میں سوال کیا: امام رضاؑ نے فرمایا: میرا بیٹا امام ہو گا۔ امام رضاؑ مشکلات قضاو قدر اور علوم مکنون وصایت کے عالم تھے۔ اسی سال امام جوادؑ متولد ہوئے اور وہی حجت خدا تھے۔ امام رضاؑ نے بزنطی سے کہا: کوئی یہ کہنے کے جرأت کیسے کر سکتا ہے کہ میرا بیٹا (امام ہے) جبکہ اس کا بیٹا ہی نہ ہو؟[2]

امام جوادؑ کی ولادت کے بعد علی بن اسباط اور عباد بن اسماعیل امام رضاؑ کی خدمت میں پہنچے، وہاں ان کے بیٹے امام جوادؑ بھی موجود تھے۔ امام نے ان دونوں کی جانب رخ کر کے فرمایا:

هَذَا الْمَوْلُودُ الَّذِي لَمْ يُولَدْ مَوْلُودٌ أَعْظَمُ عَلَى شِيعَتِنَا بَرَكَةً مِنْهُ. یہ وہ مولود ہے کہ ہمارے شیعوں کے درمیان اس سے زیادہ بابرکت بیٹا پیدا نہیں ہوا۔[3]

صفوان بن یحییٰ نے امام رضاؑ کی خدمت میں عرض کیا: اس سے پہلے کہ خدا آپ کو امام جوادؑ سے نوازتا ہم آپ کے لیے دعا کیا کرتے تھے۔ امام نے فرمایا: خدا نے مجھے ایسے بچے سے نوازا ہے جس سے ہماری آنکھیں روشن ہو گئی ہیں۔ راوی نے کہا: اگر کوئی

---

[1] بصائر الدرجات.

[2] اعلام الوری: ص ۲۰۰.

[3] ارشاد: ج ۲، ص ۲۷۹.

maablib.org

حادثہ ہو گیا تو امام کون ہو گا؟ امام رضاؑ نے امام جوادؑ کی جانب اشارہ کیا جو اس وقت مجلس میں تشریف فرما تھے۔ راوی کو ان کا سن و سال کم معلوم ہوا، اس نے امام سے کہا: میں آپ پر فدا! یہ تو تین سال کے بچے ہیں۔ امام نے اس کے لیے تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جب امامت کا محافظ خود خدا ہو تو وہ اس کی تدبیر اپنے ہاتھوں میں رکھتا ہے اور یوں کسی کا یہ کہنا کہ ان کا سن و سال کم ہے، امر امامت کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔ جب جناب عیسیٰؑ نے حجیت قائم کرنے کی ذمہ داری کو نبھانے کے لیے قیام فرمایا اس وقت ان کی عمر تین سال سے بھی کم تھی۔ جب حاضرین جانے لگے تو امام نے ان کی جانب رخ کر کے فرمایا: خدا رحمت کرے مفضل بن عمر پر کہ وہ تو اس سے کم تفصیل پر بھی قانع ہو جاتا ہے۔[1]

پھر امام نے عمرو بن خلاد سے فرمایا: هَذَا أَبُو جَعْفَرٍ قَدْ أَجْلَسْتُهُ مَجْلِسِي وَ صَيَّرْتُهُ مَكَانِي وَقَالَ إِنَّا أَهْلُ بَيْتٍ يَتَوَارَثُونَ أَصَاغِرُنَا عَنْ أَكَابِرِنَا الْقُذَّةَ بِالْقُذَّةِ.

یہ ابو جعفر محمد الجوادؑ ہیں جنہیں میں نے اپنی نشست پر بٹھا دیا ہے اور اپنی جگہ انہیں سونپی ہے، ہم اہل بیت ہیں، ہمارے چھوٹے بھی ہمارے بڑوں سے پے در پے ارث پاتے ہیں۔[2]

---

[1] روضۃ الواعظین: ص ۲۰۳.

[2] اعلام الوریٰ: ص ۲۰۰. [ص: ۳۴۶]

امام رضاؑ نے حسین بن جہم کو حکم دیا کہ امام جوادؑ کا کرتا اتارے۔ جب اس نے امام کا کرتا اتارا تو اس نے ان کے شانوں کے درمیان مہر نما ایک چیز کا مشاہدہ کیا جو ان کی کھال اور گوشت میں داخل تھی۔ امام رضاؑ نے فرمایا: اسی مقام پر ایسا ہی نشان میرے بابا کے بھی تھا، ان پر خدا کا درود و سلام ہو۔[1]

. امام موسیٰ کاظمؑ نے محمد بن سنان اور یزید بن سلیط زیدی جو زید بن علی کی اولاد سے تھے کے سامنے بھی امام تقی الجوادؑ کی امامت کے بارے میں بیان فرمایا تھا کہ وہ اپنے والد کے بعد زمام امر امامت اپنے ہاتھ میں لیں گے۔

محمد بن سنان کہتے ہیں: واقعہ عراق سے ایک سال پہلے میں امام موسیٰ کاظمؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، ان کے بیٹے امام رضاؑ بھی ان کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ امام نے مجھ سے کہا: محمد بے قرار نہ ہو اس سال ایک واقعہ رونما ہوگا! پھر امام نے بتایا کہ وہ اس زمانے کے طاغوت کے پاس جائیں گے لیکن فی الوقت وہ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ لیکن مسئلہ امامت اور امام کاظمؑ کی جانشینی نے محمد بن سنان کو بہت پریشان کر دیا۔ لہذا انہوں نے کہا: میں آپ پر قربان آپ کے بعد امام کون ہوگا؟ امام نے فرمایا: جو کوئی بھی میرے اس بیٹے کے بارے میں ظلم کرے اور اس کی امامت کا انکار کرے وہ ایسا ہے جیسے اس نے امیر المومنینؑ پر ظلم روا رکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کے حق کا انکار کیا۔ محمد بن سنان کہتے ہیں: اگر خدا نے مجھے زندگی دی تو میں ان کی امامت کا اقرار اپنے اوپر انکا حق سمجھتے ہوئے کرونگا۔ امام نے فرمایا: اے محمد! تو نے سچ

---

[1] اصول الکافی: باب النص علی الجواد.

کہا خدا تجھے لمبی عمر سے نوازے گا اور تو خود پر ان کے حق کو تسلیم کرے گا اور ان کی امامت کا اور اس کے بعد جو امام ہو گا اس کی امامت کا بھی اقرار کرے گا۔ محمد نے پوچھا: اور ان کے بعد امام کون ہو گا؟ فرمایا: ان کا بیٹا محمد! محمد نے کہا: میں اس بات سے راضی اور ان کے مقابل تسلیم ہوں۔[1]

یزید بن سلیط کی حدیث میں یوں وارد ہوا ہے: عمرے پر جاتے ہوئے میں امام موسیٰ کاظمؑ سے ملا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا: اس سال یہ لوگ مجھے گرفتار کر لیں گے، میرے بعد امام میرا بیٹا علیؑ ہے جو دو علیوں کا ہم نام ہے۔ پہلے علی سے میری مراد علی ابن ابی طالبؑ ہیں اور دوسرے سے مراد علی بن حسینؑ ہیں۔ انہیں علی بن ابی طالبؑ کے فہم، حلم، کامیابی، محبت اور دین سے نوازا گیا ہے اور انہیں محنت اور مشکلات پر صبر بھی عطا کیا گیا ہے۔ وہ ہارون کے مرنے کے چار سال بعد سامنے آئیں گے، اے یزید اس مقام سے گزرتے وقت تو بہت جلد اس سے ملاقات کرے گا، اسے بشارت دینا کہ اس کے یہاں ایک امین، امان والا اور بابرکت بیٹا پیدا ہو گا۔ وہ (یہ خبر سن کر) تجھ سے کہے گا کہ (تو نے یقیناً) مجھ سے ملاقات کی ہے۔ اس وقت تو اس سے کہنا کہ جس کنیز سے اس کا یہ بیٹا متولد ہو گا وہ رسول اللہ ﷺ کی کنیز ماریہ قبطیہ کے خاندان سے ہو گی، اور اگر ہو سکے تو اس کنیز کو میرا سلام پہنچا دینا، پس تو ایسا ہی کرنا۔

یزید کہتا ہے: جب امام موسیٰ کاظمؑ شہید ہو گئے تو میں ان کے بیٹے امام رضاؑ سے ملا۔ انہوں نے فرمایا: تو عمرے پر جانا چاہتا ہے؟ میں نے عرض کی: میرے ماں باپ

---

[1] الغیبہ، طوسی: ص ۴۷۔

آپ پر قربان، جیسے آپ چاہیں، یہ آپ سے مربوط ہے، میرے پاس نفقہ اور رستے کے اخراجات کے لیے رقم نہیں ہے۔ امام نے فرمایا: سبحان اللہ، ہم اس وقت تک تجھے تکلیف میں نہیں ڈالیں گے جب تک تیرا خرچہ نہ اٹھالیں، پھر فرمایا: اے یزید تو نے اس مقام پر اپنے بہت سے ہمسایوں اور بچوں سے ملاقات کی ہے۔ میں نے کہا: جی ایسا ہی ہے۔[1] اس وقت میں نے ان سے وہ واقعہ بیان کیا۔ امام نے فرمایا: وہ کنیز اب تک نہیں پہنچی، جب وہ آجائے گی تو امام کاظمؑ کا سلام اس تک پہنچا دینا۔

ہم مکہ پہنچ گئے، امام نے وہ کنیز خریدی اور کچھ عرصے بعد وہ کنیز امید سے ہو گئی، اور پھر وہ بچہ (جس کا ذکر کیا گیا تھا) متولد ہوا۔ یزید کہتا ہے: امام رضاؑ کے بھائی یہ امید رکھتے تھے کہ بعد امام وہ امامت کے حقدار ہو نگے، یہی وجہ ہے کہ وہ مجھے بنا کسی گناہ کے اپنا دشمن سمجھتے تھے۔ اسحاق بن جعفر نے ان سے کہا: خدا کی قسم! وہ امام موسیٰ کاظمؑ کی خدمت میں اس طرح بیٹھتا ہے کہ میں بھی ایسے نہیں بیٹھ سکتا۔[2]

علی بن سیف امامیہ میں سے کسی ایک قابل اعتماد شخص سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے امام جوادؑ کی خدمت میں عرض کی: لوگ آپ کی جوانی کو لے کر باتیں بناتے ہیں۔ امام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ أَوْحىٰ إِلىٰ دَاوُدَ أَنْ يَسْتَخْلِفَ سُلَيْمَانَ وَهُوَ صَبِيٌّ يَرْعَى الْغَنَمَ فَأَنْكَرَ ذٰلِكَ عُبَّادُ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَعُلَمَاؤُهُمْ فَأَوْحَى اللهُ إِلىٰ دَاوُدَ أَنْ خُذْ عَصَا الْمُتَكَلِّمِينَ

. . . .

---

[1] یزید اس مقام پر امام صادق، امام کاظم اور امام رضا علیہم السلام سے ملاقات کر چکے تھے۔

[2] اصول الکافی مطبوعہ در حاشیہ مرآۃ العقول: ج ۱، ص ۲۳۲

وَ عَصَا سُلَيْمَانَ وَ اجْعَلْهَا فِي بَيْتٍ وَ اخْتِمْ عَلَيْهَا بِخَوَاتِيمِ الْقَوْمِ فَإِذَا كَانَ مِنَ الْغَدِ فَمَنْ كَانَتْ عَصَاهُ قَدْ أَوْرَقَتْ وَ أَثْمَرَتْ فَهُوَ الْخَلِيفَةُ فَأَخْبَرَهُمْ دَاوُدُ.[1]

خدا نے جناب داوؑد پر وحی فرمائی کہ سلیمانؑ جو ایک بچے تھے اور ریوڑ چرایا کرتے تھے کو اپنا جانشین مقرر فرمائیں۔ بنی اسرائیل کے بڑوں نے یہ بات قبول نہ کی۔ خدا نے داوؑد پر وحی کی عصائے سلیمان اور ان کے عصا لے کر ایک حجرے میں رکھ دو اور ان پر ان کی مہریں لگا دو، ایک دن بعد جس کے عصا پر پتے کھلے ہوں وہ خلیفہ اور جانشین ہو گا۔ داوؑد نے انہیں خبر دی اور انہوں نے بھی اسے قبول کیا۔[2] البتہ سلیمان کے علاوہ کسی کے عصا پر پتے نہیں کھلے۔[3]

محمد بن حسن بن عمار، علی بن جعفر کے ساتھ مسجد میں تھے۔ وہ اس وقت وہ باتیں لکھ رہے تھے جو انہوں نے اپنے بڑے بھائی امام کاظمؑ سے سن رکھی تھیں، اسی وقت امام جوادؑ داخل ہوئے۔ علی بن جعفرؑ بنا جوتوں اور عبا کے ان کی جانب لپکے اور ان کے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔

امام نے ان سے فرمایا: عمو! خدا آپ پر رحمت فرمائے۔ بیٹھیے! علی بن جعفر نے کہا: قبلہ میں کیسے بیٹھ سکتا ہوں جبکہ آپ کھڑے ہوئے ہیں! جب علی بن جعفر وہاں لوٹ آئے جہاں پہلے بیٹھے ہوئے تھے تو انہیں ان کے دوستوں نے سرزنش کی اور کہا:

---

[1] الکافی: ج ۱، ص ۳۸۳

[2] مدینۃ المعاجز: ص ۵۱۸، باب ۵ [ج ۷، ص ۲۷۸]

[3] یہ عبارت اصل مصدر میں موجود نہیں۔ مترجم۔

تو اس کے باپ کا بھی چچا ہے پھر اس کے ساتھ اس طرح سے کیوں پیش آتا ہے؟ انہوں نے کہا: خاموش ہو جاؤ! انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے محاسن پر رکھ کر فرمایا: جب خدا نے اس سفید داڑھی کو شائستہ نہیں جانا لیکن اس جوان کو یہ اہلیت بخشی اور سے وہ مقام دیا جس پر اس وقت وہ ہے تو پھر میں کس طرح اس کی فضیلت کا انکار کر سکتا ہوں؟ جو کچھ تم کہتے ہو اس سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں، میں تو اس کا غلام ہوں۔[1]

حسین بن موسیٰ بن جعفر کہتے ہیں: میں مدینے میں امام جوادؑ کے پاس تھا، وہاں علی بن جعفر اور ایک اعرابی بھی موجود تھا۔ اعرابی نے ان سے ایک سوال پوچھا۔ علی بن جعفر نے اس سے کہا: یہ وصی رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اعرابی نے کہا: سبحان اللہ! رسول خدا ﷺ کو اس دنیا سے رخصت ہوئے ۲۰۰ سال گزر چکے ہیں اور ان کی عمر فلاں تھی جبکہ یہ شخص جوان ہے، یہ کیسے رسول اللہ ﷺ کا وصی و جانشین ہو سکتا ہے؟ علی بن

اصول کافی کے اس باب میں جہاں امام رضاؑ نے اپنے بیٹے امام جوادؑ کو وصیتیں فرمائی ہیں، نقل ہوا ہے: علی بن جعفر ایک مرد جلیل القدر ہیں جو مقام رفیع کے حامل ہیں. وہ متقی اور علمائے رجال کے یہاں ثقہ ہیں. ان سے منقول احادیث پر اعتماد کیا جاتا ہے. وہ ہمیشہ اپنے بھائی موسیٰ کاظمؑ کے ساتھ رہتے اور ان سے احادیث سن کر لکھا کرتے تھے. کوفہ یا قم میں ان کے محل سکونت کے حوالے سے کوئی چیز ثابت نہیں ہو سکی. وحید بہبہانی نے اس حوالے سے جو خبر اپنے جد مجلسی اول سے نقل کی ہے مجلسی دوم نے اسے بعید شمار کیا ہے، قطعی طور پر وہ مدینے میں مدفون ہیں، عریض میں ان کا محل سکونت تھا اس میں کوئی اشکال نہیں، کیونکہ ان کے اولاد کو عریضی کہتے ہیں. وقت وفات ان کی عمر تقریباً ۱۲۰ سال تھی. (رجال مامقانی)

جعفر نے کہا: یہ علی بن موسیٰ کے جانشین ہیں اور وہ موسیٰ بن جعفر کے جانشین تھے اور وہ جعفر بن محمد کے جانشین تھے اور وہ محمد بن علی کے جانشین تھے اور وہ علی بن الحسین کے جانشین تھے اور وہ حسین بن علی کے جانشین تھے اور وہ حسن بن علی کے جانشین تھے اور وہ امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کے جانشین تھے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے جانشین تھے۔

اس وقت طبیب آن پہنچا تاکہ امام کی حجامت کرے یا ان کی رگ سے خون نکالے۔ اس وقت علی بن جعفر اٹھے اور عرض کی۔ اے میرے آقا و مولا اگر اجازت دیجیے تو یہ مجھ سے آغاز کرے تاکہ آپ سے پہلے اس لوہے کی دھار مجھے محسوس ہو؟ امام جوادؑ نے فرمایا: خدا آپ کو مبارک فرمائے! اس کے بعد اس نے امام کی حجامت کی، جب امام جانے کے لیے اپنی جگہ سے بلند ہوئے تو علی بن جعفر آگے بڑھے اور ان کے جوتے ملا کر سیدھے کر کے رکھے تاکہ امام انہیں پہن لیں۔[1]

---

[1] رجال کشی: ص۴۲۹. [ص۴۲۹]

دلائل امامت

اپنے اجداد طاہرین کی طرح جو ائمہ دین تھے، امام جوادؑ بھی ہر اس چیز پر احاطہ رکھتے تھے جو مقام امامت کے لیے ضروری تھی۔ چونکہ خدا نے امامت کو احکام، حدود، فرائض، سنن دین، اخلاق کریمہ اور جو کچھ نجات اور مصلحت کا باعث ہے، اس کا محور قرار دیا ہے اور اسے اُن ناپسندیدہ صفات سے دور رکھا ہے جو سقوط و عذاب کا موجب بنتی ہیں۔ جو کچھ بھی اسرار ہستی اور خلقت سے مربوط ہے، دلائل، عالم بالا اور عالم ناسوت کے عجائبات، تمام کشف شدہ اور غیر کشف شدہ اسرار، تغیرات اور حرکات عوالم جو خدا کی مقدارت سے مربوط ہیں، اس ہستی سے چھپی نہیں ہوتیں جو مسند امامت پر جلوہ فگن ہوتا ہے۔ خدا اسے امور تکوینی و تشریعی سے مربوط تمام جہات میں کلی و جزئی احاطہ عطا فرماتا ہے، اور اس وجہ سے امام بین خدا اور اجزائے عالم حلقہ اتصال ہوتا ہے، وہ اجزائے عالم جو مبداء الٰہی سے فیض الٰہی دریافت کرنے کی استعداد رکھتے ہیں۔ اس بنا پر محال ہے کہ فیض الٰہی مبداء سے منتہیٰ تک بنا امام کے پہنچ جائے، کیونکہ فرض یہ ہے کہ امام اس فیض الٰہی کے اجزاء میں سے ہے۔ یہ مفہوم ان احادیث میں نقل ہوا ہے، جن میں وارد ہوا ہے کہ جب امام متولد ہوتا ہے تو اس کے لیے ایک

نورانی ستون قائم کر دیا جاتا ہے جس میں وہ لوگوں کے اعمال، جو کچھ ہو چکا ہوتا ہے اور جو ہونے والا ہوتا ہے ان سب کا مشاہدہ کرتا ہے۔

امام جوادؑ عمر بن فرج زنجی کے ساتھ دجلہ کے کنارے پر موجود تھے، آپ نے اس کے سوال کے جواب میں جس میں اس نے کہا تھا کہ آپ کے شیعہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جو کچھ دجلہ میں موجود ہے آپ اس کا وزن بھی جانتے ہیں، اسی مطلب کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: کیا خدا اس بات پر قادر ہے کہ وہ اس امر کا علم ایک مچھر کو عنایت فرمائے یا نہیں؟ عمر نے کہا: ہاں بالکل قادر ہے! امام نے فرمایا: میں خدا کے نزدیک ایک مچھر بلکہ بہت سی مخلوقات کے مقابل زیادہ محترم ہوں۔[1]

نیز جب مامون کی بیٹی کے وقت سے پہلے حیض آجانے کے سلسلے میں ام جعفر کو خبر دی تھی اور اس نے امام سے عرض کی تھی کہ: خدا کے سوا کوئی علم غیب نہیں رکھتا، تو امام نے اس کے جواب میں فرمایا تھا:

وَ أَنَا أَيْضاً أَعْلَمُهُ مِنْ عِلْمِ اللَّهِ. اور میں اسے خدا کے (دیے) ہوئے علم سے جانتا ہوں۔[2]

آئمہؑ کے علم غیب سے واقف ہونے کے بارے میں تردید کا شکار ہونا یا توفیض پروردگار کے سلسلے میں بخل کا اعتقاد رکھنے پر منتہی ہوتا ہے اور یا ان کے عدم قابلیت پر، خدا کی بارگاہ میں بخل راہ نہیں رکھتا، دوسری جانب خدا قرآن میں فرماتا ہے:

---

[1] عیون المعجزات: شیخ عبد الحسین: ص ۱۱۳۔

[2] بحار الانوار: ج ۱۲، ص ۱۲۹ [ج ۵۰، ص ۸۴] نقل از مشارق انوار الیقین۔

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾

اس طرح ان ذوات مقدسہ کے لیے اخذ علم غیب میں کوئی مانع موجود نہیں، کیونکہ وہ مشمول کرم الہی ہیں اور اس وسیلے سے اولین و آخرین کے تمام امور اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے ان سب سے مطلع ہیں، اس صورت سے کہ یہ سب ان کی آنکھوں کے سامنے اور ان کے قبضہ قدرت میں ہے۔[1]

اس بنا پر جب امام تقیؑ سے ایسے امور صادر ہوتے ہیں جو عقول کو متحیر کر دیتے ہیں جبکہ انہوں نے کسی عالم کے سامنے درس بھی نہیں پڑھا تو ہمارے پاس انہیں قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں کیونکہ یہ میراث رسول اللہ ﷺ ہے۔[2]

جیسا کہ امام صادقؑ فرماتے ہیں: ہم نے رسول اللہ ﷺ سے ارث پایا ہے اور ہمارے اور ان کے درمیان نبوت اور تعدد ازواج کے علاوہ اور کوئی فرق نہیں۔

راتوں میں شبانی جو کچھ کرتا تھا امام جوادؑ اس سے باخبر تھے، اس نے عرض کی یہ آپ کو کہاں سے معلوم ہوا: امام نے فرمایا: «نحن خزّان الله علی علمه و غیبه و حکمته، و أوصیاء أنبیائه، و عباد مکرمون». ہم خدا کے علم کے خزینہ دار، اس کی حکمت کے گنجینہ دار اور اس کے انبیاء اور مکرم بندوں کے جانشین ہیں۔[3]

---

[1] مختصر البصائر: ص ۱۰۱، نقل از امام صادقؑ.

[2] ایضا: ص ۲۰.

[3] مدینۃ المعاجز: ص ۵۳۵.

اب ہم وہ امور نقل کرتے ہیں جو امام کی امامت پر دلیل ہیں اور انہیں ہم نے مختلف کتب میں پایا ہے:

◆ بنان بن نافع کہتے ہیں: میں نے امام رضاؑ سے ان کے بعد آنے والے امام کے بارے میں سوال کیا، امام نے فرمایا: (اب) جو بھی اس دروازے سے داخل ہوگا وہ حجت خدا ہے، میں نے دیکھا کہ اسی وقت امام جوادؑ وہاں سے داخل ہوئے اور فرمایا:

إِنَّا مَعَاشِرَ الْأَئِمَّةِ إِذَا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ يَسْمَعُ الصَّوْتَ مِنْ بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْماً فَإِذَا أَتَى لَهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ رَفَعَ اللَّهُ تَعَالَى لَهُ أَعْلَامَ الْأَرْضِ فَقَرَّبَ لَهُ مَا بَعُدَ عَنْهُ حَتَّى لَا يَعْزُبُ عَنْهُ حُلُولُ قَطْرَةِ غَيْثٍ نَافِعَةٍ وَلَا ضَارَّةٍ وَإِنَّ قَوْلَكَ لِأَبِي الْحَسَنِ مَنْ حُجَّةُ الدَّهْرِ وَ الزَّمَانِ مِنْ بَعْدِهِ فَالَّذِي حَدَّثَكَ أَبُو الْحَسَنِ مَا سَأَلْتَ عَنْهُ هُوَ الْحُجَّةُ عَلَيْكَ.

اے ابن نافع! ہم ائمہ کا حساب یہ ہے کہ جب ہماری ماں کو امید سے ہوئے چالیس دن گزر جاتے ہیں تو ہم ان کے رحم میں آوازیں سنتے ہیں اور جب ہم چار ماہ کے ہو جاتے ہیں تو خدا اعلام ارض ہمارے لیے بلند کرتا ہے اور دوریوں کو نزدیک کر دیتا ہے، یوں بارش کے برسنے والے قطرے بھی ہم سے پوشیدہ نہیں رہتے چاہیے وہ نافع ہوں یا مضر۔ اور یہ جو تو نے میرے بابا سے پوچھا ہے کہ ان کے بعد حجت خدا کون ہو گا، تو جس کے بارے میں میرے بابا نے فرمایا ہے وہی (میرے بابا کے بعد) تجھ پر حجت ہو گا۔

اس وقت امام رضاؑ نے فرمایا: ابن نافع! اس کے سامنے تسلیم ہو جا اور اس کی پیروی کا اعتراف کر، اس کی روح میری روح اور میری روح، رسول اللہ ﷺ کی روح ہے۔[1]

◆ علی بن اسباط امام جوادؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت امام کا قد پانچ وجب تھا۔[2] وہ امام کے ظاہر پر غور کرنے میں غرق ہو گئے اور ان کے سروپا کا مشاہدہ کرنے لگے تاکہ مصر میں موجود اپنے دوستوں کے سامنے بیان کر سکیں۔ امام نے ان کے باطن کو درک کر لیا اور ان کے لیے حقیقت کو برہان و استدلال کے ساتھ روشن کرتے ہوئے فرمایا:

یَا عَلِیُّ إِنَّ اللّٰهَ أَخَذَ فِي الْإِمَامَةِ كَمَا أَخَذَ فِي النُّبُوَّةِ وَقَالَ ﴿وَ لَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَ اسْتَوَى آتَيْنَاهُ حُكْماً وَ عِلْماً﴾ وَقَالَ ﴿وَ آتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيّاً﴾ اے ابن اسباط خدا نے امامت کے سلسلے میں عہد و پیمان لیا ہے؛ ویسے ہی جیسے نبوت کے لیے لیا ہے۔ جیسا کہ خداوند متعال یوسف کے بارے میں فرماتا ہے: اور جب وہ سن رشد تک پہنچے تو ہم نے انہیں

---

[1] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۲، ص ۴۳۵ [ج ۴، ص ۳۸۸].

[2] مؤلف نے کلمہ خماسی سے استفادہ کرتے ہوئے یوں توضیح پیش کی ہے کہ کتاب تاج العروس: ج ۴، ص ۱۴۱ میں ابن شمیل سے نقل ہوا ہے کہ جس کا قد چار وجب ہو اسے رباعی کہتے ہیں. لیث کا کہنا ہے کہ خماسی اور خماسیہ صفات میں سے ہے اور جس شخص کا قد پانچ وجب تک ہو اس کے لیے استعمال ہوتا ہے، لیکن اگر کسی مذکر کا طول قد سات وجب تک ہو جائے تو اسے سداسی اور سباعی نہیں کہتے.

علم و حکمت سے نوازا؛ اور ایسے ہی جناب یحییٰ کے بارے میں فرماتا ہے: ہم نے اسے بچپن میں ہی حکمت سے نوازا۔[1]

◆ محمد بن میمون کہتے ہیں: اس سے پہلے کہ امام رضاؑ خراسان تشریف لے جاتے میں مکہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: میں مدینے جانے کا قصد رکھتا ہوں، کوئی نامہ لکھ دیجیے تاکہ امام جوادؑ کی خدمت میں پیش کر دوں۔ امام نے تبسم فرمایا، اور اپنے بیٹے کے لیے ایک خط لکھ دیا۔ جب محمد بن میمون مدینے پہنچے اور امام کے گھر میں داخل ہوئے تو امام جوادؑ کے غلام موفق نے انہیں گہوارے سے اٹھایا اور انہیں محمد کے سامنے لے آیا تاکہ وہ خط ان کے حوالے کر دے۔ امام نے غلام کو حکم دیا کہ خط اسی کے سامنے کھولا جائے۔ اس کے بعد ان کی نظریں اس کی جانب متوجہ ہوئیں۔ پھر محمد سے فرمایا: تیری آنکھیں کیسی ہیں؟ محمد کہتے ہیں کہ بیماری کی وجہ سے اس کی آنکھیں چلی گئیں ہیں۔ امام نے اس سے کہا: نزدیک آ! امام نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور اس وقت اس کی آنکھوں کا نور لوٹ آیا اور وہ پہلے سے بھی زیادہ بہتر ہو گئیں۔[2]

[1] بحار الانوار: ج ۷، ص ۲۰۷ [ج ۲۵، ص ۱۰۳] نقل از کنز الفوائد الکراجکی۔ [ص ۱۵۱]

[2] الخرائج والجرائح: ص ۵۳ [ج ۱، ص ۳۷۲]۔

◆ اسماعیل بن عباس ہاشمی مالی تنگی کی وجہ سے امام جوادؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان مشکلات کی شکایت کی۔ انہوں نے اپنے سجادہ ہٹا کر مٹی سے سونے کا ایک ٹکڑا اٹھا کر انہیں مرحمت فرمایا جس کا وزن ۱۶ مثقال تھا۔[1]

◆ محمد بن حمزہ ہاشمی امام جوادؑ کی خدمت میں تشریف فرما تھے، انہیں پیاس محسوس ہوئی۔ امام نے ان کی جانب دیکھ کر فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ تجھے پیاس لگ رہی ہے! عرض کیا: جی ایسا ہی ہے۔ امام نے خادم کو حکم دیا کہ انہیں پانی پلایے۔ ہاشمی نے جب یہ دیکھا تو غمگین ہو گئے کیونکہ بعض افراد پانی میں زہر ملا کر امام کو مسموم کرنا چاہتے تھے (اور جو پانی امام سے متعلق تھا اس کا پینا خطرے سے خالی نہ تھا) جب غلام پانی لایا تو پہلے امام جوادؑ نے اس میں سے پیا اس کے بعد ہاشمی کو دیا۔ کچھ دیر بعد اسے پھر پیاس لگ گئی، امام نے پھر خادم کو پانی لانے کا حکم دیا اور اس بار بھی پہلے خود نوش فرمایا اور اس کے بعد ہاشمی کو دیا۔ جب یہ واقعہ ہو چکا تو ہاشمی کا کہنا تھا: جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں مجھے لگتا ہے امام جوادؑ جو کچھ دلوں میں ہوتا ہے اسے بھی جان لیتے ہیں۔[2]

◆ ابوہاشم جعفری کہتے ہیں کہ میں امام جوادؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، میرے پاس تین خط تھے جن پر عنوان موجود نہ تھے، ان خطوط کے خلط ہونے یا مشتبہ ہونے کے سلسلے میں میں غمگین تھا۔ امام نے ان میں سے ایک خط لے کر فرمایا: یہ ریان بن شبیب کا خط ہے، دوسرا خط لیا اور فرمایا: یہ محمد بن حمزہ کا خط ہے، تیسرے کا بھی بتایا کہ یہ فلاں کا

---

[1] ایضاً: ص ۱۰۵ [ج ۱، ص ۳۸۲]

[2] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۲، ص ۴۳۵. [ج ۴، ص ۳۹۰].

خط ہے۔ میں یہ دیکھ کر دریائے حیرت میں غرق ہوا جاتا تھا اور امام مجھے دیکھ کر تبسم فرما رہے تھے۔[1]

◆ ابو ہاشم کہتے ہیں: مجھ سے ایک ساربان نے کہا کہ امام جوادؑ سے کہیں کہ مجھے اپنے کسی کام پر لگا دیں۔ میں امام کی خدمت میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ امام بعض افراد کے ساتھ غذا تناول کرنے میں مصروف ہیں۔ میں نے اس وجہ سے کوئی بات نہ کی، مجھے بھی ساتھ کھانے میں ساتھ شامل ہونے کا حکم فرمایا۔ اس کے بعد اپنے خادم سے فرمایا: وہ شتربان جس کے لیے ابو ہاشم ہمارے پاس آیا ہے اسے اپنے ساتھ (اندر) لے آ! ابو ہاشم کو مٹی کھانے کی بہت عادت تھی۔ انہوں نے امام سے درخواست کی کہ وہ ان کے اس فعل سے منصرف ہونے کی دعا فرمائیں۔ امام نے کچھ دیر کے لیے سکوت فرمایا اور اس کے بعد ارشاد فرمایا: خدا نے تجھے اس مشکل سے نجات عطا فرمائی۔[2] (ابو ہاشم کہتے ہیں اس کے بعد سے مجھے سب سے زیادہ جس چیز سے نفرت تھی وہ مٹی کھانا تھا)

◆ عمران بن محمد اشعری کہتے ہیں: میں امام جوادؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: ام الحسن نے آپ کو سلام بھجوایا ہے اور آپ کے ایک لباس کا تقاضا کیا ہے تاکہ اسے اپنے کفن کے طور پر استعمال کرے۔ امام نے فرمایا: وہ ہمارے لباس سے بے

[1] الخرائج والجرائح: ج ۲، ص ۶۶۳.

[2] اعلام الوریٰ: ص ۲۰۲. [ص ۳۳۹]

نیاز ہو چکی ہے۔ عمران امام کا مطلب نہیں سمجھ سکے۔ یہاں تک کہ اس خاتون کے مرنے کی خبر ان تک پہنچی۔[1]

◆ حسن بن علی کہتے ہیں: ایک شخص امام جوادؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یابن رسول اللہ ﷺ! میری مدد کیجیے، میرے والد ناگہاں دنیا سے گزر گئے ہیں، مرتے وقت ان کے پاس ہزار دینار تھے۔ میں ایک عیالدار شخص ہوں لیکن مجھے نہیں معلوم کہ وہ یہ رقم کہاں رکھ کر گزر گئے ہیں؟ امام نے اس سے فرمایا: جب نماز شب پڑھ لو تو محمد و آل محمد ﷺ پر سو بار درود بھیج تاکہ تیرا والد خود تجھے اس کی خبر دے۔ اس مرد نے امام کے کہے کے مطابق عمل کیا۔ اس نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا، اس نے اسے اس جگہ کی نشاندہی کی جہاں مال رکھا ہوا تھا۔ جب اس نے خواب میں وہ مال اٹھایا تو اس کے باپ نے کہا: بیٹا! یہ مال امام کی خدمت میں لے جا کر میرا قصہ سنانا۔ انہوں نے خود مجھے اس بات کا حکم دیا ہے۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوا تو مال لے کر امام کی خدمت میں پہنچا، اس کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے: حمد ہے اس خدا کی جس نے آپ کو عظمت سے نوازا اور منتخب فرمایا۔[2]

◆ علی بن خالد کہتے ہیں کہ میں عسکر (سامرا) میں تھا، وہاں اہل شام میں سے ایک شخص کو لایا گیا، اس کے بارے میں بتایا گیا کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اس سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو اس نے کہا:

---

[1] عیون المعجزات: ص ۱۱۳. [ص ۱۲۴]

[2] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۲، ص ۴۳۵.

میں راس الحسین میں مشغول عبادت تھا، آدھی رات کا وقت تھا کہ میں نے ایک شخص کو اپنے سامنے پایا۔ اس نے مجھ سے کہا: اٹھ! میں اٹھا اور اس کے ساتھ کچھ دور ہی چلا ہونگا کہ خود کو مسجد کوفہ میں پایا۔ ہم نے اس جگہ نماز پڑھی اور وہاں سے باہر آ گئے۔ ہم تھوڑا سا ہی چلے ہونگے کہ خود کو مسجد نبوی میں پایا، جب ہم وہاں سے باہر آئے تو میں نے خود کو مکے میں پایا۔ ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا اور باہر آ گئے، اس وقت میں نے خود کو شام میں پایا۔ وہ مرد بھی غائب ہو گیا جبکہ میں مبہوت و حیران تھا کہ وہ کون تھا۔ ایک سال بعد پھر وہی شخص میرے پاس آیا اور اس نے ویسا ہی کیا جیسا پہلی بار ہوا تھا۔ جب وہ مجھ سے جدا ہونے والا تھا تو میں نے اسے اس ذات کے حق کی قسم دی جس نے اسے یہ قدرت بخشی تھی کہ اپنا تعارف کروا۔ اس نے کہا: میں محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام ہوں۔

میں نے لوگوں کو یہ واقعہ سنایا یہاں تک کہ محمد بن عبدالملک زیات[1] اس سے

---

[1] محمد بن عبدالملک بن ابان بن حمزہ زیات جیلان کے قصبے دسکرہ کا رہنے والا تھا. اسے زیات کہتے تھے کیونکہ اس کا جد اباب اطراف سے زیتون کی خریداری کر کے بغداد لایا کرتا تھا. وہ ادیب و شاعر انسان تھا اور معتصم، واثق اور متوکل کا وزیر رہا تھا. سنگدل اور بد خو انسان تھا. اس نے ایک لوہے کا تندور بنا رکھا تھا جس میں اندر کی جانب نیزے کے مانند چھوٹی مگر تیز میخیں لگی ہوئی تھیں. جب کسی پر غضبناک ہوتا تو اسے اس تندور میں جھونکوا دیتا تھا. متوکل اس پر غضبناک ہوا تو اس نے اسے اپنی سپاہ کے رئیس ایتاخ کے حوالے کر دیا اور اس نے اسے اسی تندور میں ڈلوا دیا. اس کے چند دن بعد اسے باہر نکلوایا اور حکم دیا کہ اس کی کمر اور پیٹ پر کوڑے برسائیں تا کہ

باخبر ہوا۔ اب جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو اس نے مجھے زندان میں ڈالنے کا حکم دے دیا ہے اور اس بات کا مدعی ہے کہ میں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔

علی بن خالد نے یہ ماجرا سننے کے بعد عبد الملک زیات کو خط لکھا اور اسے اصل بات سے باخبر کیا۔ لیکن عبد الملک نے اسی خط کی پشت پر اس کے لیے لکھ بھیجا: اس سے کہہ جس نے تجھے ایک شب میں شام سے کوفہ، کوفے سے مدینہ، مدینے سے مکہ اور پھر مکہ سے شام پہنچایا تھا، وہی آکر تجھے قید سے رہائی دلا دے۔

علی، عبد الملک کی دشمنی دیکھ کر بہت دکھی ہوا اور اگلے دن صبح سویرے زندان گیا تاکہ اس مرد کو کشائش پانے تک صبر کی تلقین کرے۔ جب وہ زندان پہنچا تو دیکھا کہ داروغہ ڈرے اور سہمے کھڑے ہیں اور کہتے ہیں: جس مرد کو شام سے یہاں لایا گیا تھا وہ زندان میں موجود نہیں، معلوم نہیں اسے زمین نگل گئی یا کوئی پرندہ اچک گیا۔ علی بن خالد جو زیدی مذہب کا پیرو تھا اس واقعے کے بعد امامت کا معترف ہو گیا اور اس کا اعتقاد درست ہو گیا۔[1]

وہ مر جائے. کہتے ہیں کہ اس کا جسم جلا دیا گیا تھا اور ایک قول کے مطابق اس کا جسد اس کے بچوں کو دے دیا گیا تھا تاکہ وہ اسے دفن کر دیں. یہ واقعہ ۱۱ ربیع الاول ۲۳۳ ہجری میں رونما ہوا. اس کا زندگی نامہ ان کتابوں میں دیکھا جا سکتا ہے: بدایہ: ج ۱۰، ص ۳۱۱؛ نجوم الزاھرہ: ج ۲، ص ۲۷۱؛ فہرست ابن ندیم: ص ۱۷۷؛ مروج الذہب: ج ۲، ص ۳۷۰.

[1] یہ معجزہ علمائے امامیہ کے درمیان مشہور ہے اور اسے بہت سی کتابوں میں نقل کیا گیا ہے، من جملہ: بصائر الدرجات: ج ۱، ص ۴۰۲؛ ثاقب المناقب: ص ۳۳۵؛ الکافی: ج ۱، ص ۴۹۲؛ مدینۃ

◆ عبد اللہ بن رزین کہتے ہیں: میں مدینہ رسول ﷺ میں تھا۔ ہر روز امام جواد کو دیکھتا کہ وہ ظہر کے وقت مسجد میں تشریف لاتے، صحن میں رسول اللہ ﷺ کی قبر کی طرف جاتے اور پھر جناب فاطمہؑ کے گھر کی جانب واپس آتے، اپنے پیروں سے نعلین اُتارتے اور نماز کے لیے کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ میں نے سوچا کہ اب جب امام تشریف لائیں گے تو ان کے پیروں کی خاک اٹھالونگا۔ ایک دن میں انتظار میں بیٹھ گیا تاکہ اپنے مقصود تک رسائی حاصل کروں۔ ظہر کے قریب امام کی سواری داخل ہوئی۔ لیکن جس جگہ وہ ہر روز سواری سے اترا کرتے تھے، اس دن وہاں نہیں اترے۔ انہوں نے اپنا قدم مسجد کے در میں لگے پتھر پر رکھا اور سواری سے نیچے اتر آئے۔ اس کے بعد وہی کیا جو روز کیا کرتے تھے۔ میں نے خود سے کہا: یہاں تو میں اپنا مقصود حاصل نہیں کر سکتا۔ حمام جاؤں گا اور وہاں امام کی خاک پا اٹھالونگا۔ میں نے یہاں وہاں سے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ امام اولاد طلحہ میں سے ایک کے حمام میں جو بقیع میں واقع تھا تشریف لاتے ہیں۔ میں نے امام کے حمام جانے کے دن کے بارے میں بھی پوچھ گچھ کی۔ میں اسی دن حمام گیا اور حمام کے مالک کے پاس بیٹھ کر اس سے باتیں کرتے ہوئے امام کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ اس مرد نے کہا: اگر حمام جانا چاہتا ہے تو ابن الرضاؑ کے آنے سے پہلے چلا جا، کیونکہ جب وہ حمام جاتے ہیں تو کسی اور کو اجازت نہیں ہوتی۔ میں

المعاجز: ج ۷، ص ۲۹۵؛ الاختصاص: ص ۳۲۰؛ الارشاد: ج ۲، ص ۲۸۹؛ روضۃ الواعظین: ج ۱، ص ۲۴۳؛ اعلام الوریٰ: ص ۳۴۷؛ الخرائج: ج ۱، ص ۳۸۰؛ دلائل الامامۃ: ص ۴۰۵؛ مناقب ابن شہر آشوب۔

نے پوچھا: ابن الرضا کون ہیں؟ اس نے کہا: آل محمد ﷺ میں سے ایک شخص ہیں جو بڑے ہی متقی اور صالح انسان ہیں۔ اسی وقت امام داخل ہوئے اور انہوں نے قدم ایک چٹائی پر رکھا جسے ان کے آنے سے پہلے چند غلاموں نے بچھایا تھا۔ میں نے اس مرد کی جانب دیکھ کر کہا: کیا یہ وہی شخص ہے جس کے تقویٰ اور صلاح کی تو تعریف کر رہا تھا؟ اس نے کہا: بات سن! انہوں نے کبھی ایسا نہیں کیا تھا، میں جان گیا کہ یہ کام امام نے میرے قصد کی وجہ سے کیا ہے اور میں نے ان کے حق میں جفا کی ہے۔ میں نے خود سے کہا: میں امام کے باہر آنے تک کا انتظار کرتا ہوں، شاید اس وقت میں اپنے مقصود تک پہنچ جاؤں! امام باہر تشریف لائے اور لباس زیب تن فرمایا اور حکم دیا کہ سواری لائی جائے۔ وہ چٹائی کے اوپر سے ہی اس پر سوار ہوئے، اور تشریف لے گئے۔ میں نے خود سے کہا: خدا کی قسم میں نے انہیں اذیت پہنچائی ہے، اب میں یہ کام دوبارہ نہیں کرونگا، مجھے اپنے اس قصد سے ہاتھ اٹھالینا چاہیے۔ میں نے پکی نیت کر لی تھی کہ اب ایسا نہیں کروں گا، میں نے امام کو وقت ظہر مسجد میں دیکھا کہ وہ اسی مقام پر سواری سے اترے جہاں وہ ہمیشہ اترا کرتے تھے اور اس کے بعد وہ حرم میں داخل ہوگئے، رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرنے کے بعد حجرہ فاطمہؑ میں تشریف لائے اور جوتے اتار کر نماز پڑھنا شروع کر دی۔[1]

◆ اسماعیل بن مہران کہتے ہیں: جب امام جوادؑ پہلی بار مدینے سے باہر تشریف لے گئے، میں نے ان سے عرض کی: میری جان آپ پر قربان! مجھے آپ کے اس سفر کی

---

[1] اصول الکافی: باب مولد الجواد، ح ۲۔ [ج ۱، ص ۴۹۳]

عاقبت سے ڈر لگتا ہے، آپ کے بعد امام کون ہو گا؟ امام نے مسکراتے ہوئے میری جانب دیکھا اور فرمایا: جو تو سوچ رہا ہے تو اس سال میں میرے ساتھ ایسا کوئی حادثہ پیش نہیں آئے گا۔ پھر جب امام دوبارہ معتصم کے پاس جانے کے لیے مدینے سے خارج ہونے والے تھے، میں ان کی خدمت میں پہنچا اور عرض کی: آپ مدینے سے باہر جا رہے ہیں، آپ کے بعد امام کون ہو گا؟ امام نے اتنا گریہ فرمایا کہ ان کے محاسن تر ہو گئے، اس وقت میری جانب دیکھ کر فرمایا: اس سفر میں میرے ساتھ ایک حادثہ ہو گا اور میرے بعد امام میرا بیٹا علیؑ (نقی) ہے۔[1]

◆ عمر بن زید کہتے ہیں: میں نے امام جوادؑ سے امام کی نشانی کے بارے میں پوچھا۔ آپؑ نے فرمایا: جو بھی یہ کام کرنے پر قادر ہو (وہ امام ہے)۔ یہ کہہ کر امام نے اپنا ہاتھ ایک پتھر پر رکھا اور اس پر ان کے ہاتھ کا نشان پڑ گیا۔ عمر کہتے ہیں: میں نے دیکھا ہے کہ امام جوادؑ لوہے کو گرم کیے بنا کھینچ کر اسے لمبا کر دیا کرتے تھے اور اپنی انگوٹھی سے پتھر پر مہر لگا دیا کرتے تھے۔[2]

◆ ابو صلت ہروی کو امام رضاؑ کی شہادت کے بعد مامون نے زندان میں ڈلوا دیا۔ ایک سال یونہی گزرا، اور ان پر اس کا جھیلنا سنگین ہو گیا۔ انہوں نے خدا کو رسول اللہ ﷺ اور ان کے اہلبیتؑ کا واسطہ دیا تا کہ وہ انہیں آزادی بخشے۔ اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ زندان میں امام جوادؑ ان کے سامنے کھڑے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: اے اباصلت تجھ پر

---

[1] اصول الکافی: باب النص علی الجواد: ح ۱. [ج ۱، ص ۳۲۳]

[2] مدینۃ المعاجز: ص ۵۳۴.

یہ مشکل سنگین ہو گئی ہے اور تو دل تنگ ہو رہا ہے اٹھ اور باہر آ جا۔ اس وقت امام نے زنجیروں پر ہاتھ مس کیا تو وہ کھل گئیں اور امام نے زندان بان کے سامنے انھیں آزاد کر دیا اور وہ کچھ نہ کہہ سکے۔ اس کے بعد امام نے ان سے فرمایا: خدا کی حفظ و امان میں ہو جاؤ اب تمہارے ساتھ ایسا نہیں ہو گا اور تو دوبارہ ان کے ہاتھ نہیں لگے گا۔[1]

---

[1] عیون اخبار الرضا: ص ۳۵۳؛ روضۃ الواعظین: ص ۱۹۸؛ کشف الغمہ: ص ۲۷۸.

جیسا کہ تاریخ بغداد: ج ۱۱، ص ۴۶ میں آیا ہے، ابوصلت، عبد السلام بن سلیمان بن ایوب بن میسرہ عبد الرحمن بن سمرہ قریشی ہیں. انہوں نے اہلبیتؑ سے احادیث اخذ کرنے کے لیے بصرہ، کوفہ، حجاز، یمن اور بغداد کا سفر کیا. کتاب تہذیب التہذیب: ج ۶، ص ۳۱۹ میں آیا ہے: وہ نیشاپور میں سکونت پذیر ہو گئے تھے اور امام رضاؑ کی خدمت کیا کرتے تھے. وہ ایک مالدار انسان تھے اور ان لوگوں کا احترام کرتے تھے جو ان کے لیے احادیث نقل کرتے تھے۔ ان احادیث میں یہ حدیث صحیح بھی ہے جو تواتر تک پہنچی ہوئی ہے: "انا مدینۃ العلم و علی بابھا". ابوصلت کہتے ہیں: ایک سید علی کے گھر کا کتا تمام بنو امیہ اور ان کے کارندوں سے بہتر ہے. ان نے کہا گیا: لیکن عثمان بھی تو بنو امیہ میں سے ہے؟ اس نے کہا: ہوا کرے۔

اہلبیتؑ سے شدید محبت اور تشیع کی وجہ سے بعض علمائے اہلسنت نے ان پر ملامت بھی کی ہے۔ البتہ یہ ان کے یہاں رسم ہے ان افراد کے لیے جو امیر المومنینؑ اور ان کی اولاد کے علاوہ کسی سے محبت نہ کرتے ہوں اور حق پر قائم رہنے کے سوا جن کا کوئی گناہ نہ ہو۔ انہی میں سے ایک ابن عدی ہیں. جیسا کہ تہذیب التہذیب میں نقل ہوا ہے کہ ابوصلت باب فضائل اہلبیتؑ میں غیر معروف مطالب نقل کیا کرتے تھے اور جو احادیث کو نقل کرتے تھے ان میں متہم ہیں. ابو زرعہ نے ان افراد کو مردود شمار کیا ہے جو ان سے حدیث نقل کرتے ہیں. نسائی انہیں قابل اعتماد

نہیں جانتے. سمعانی کہتے ہیں کہ وہ رافضیوں کے مذہب کا رئیس ہے. دار قطنی اور عقیلی صراحت سے کہتے ہیں کہ وہ ایک خبیث شیعہ ہے.

ان لوگوں کا قصد ایک ولی خدا اور امام رضاؑ کے صاحب سر کی قدر و منزلت کم کرنا تھا لیکن قسمت نے ان کا ساتھ نہیں دیا. ایسا کیسے ہو سکتا ہے جبکہ خدا کلمہ حق کے مقام کو بلند و رفیع اور صدائے باطل کے نابود ہونے کو حتمی کر چکا ہے. یہی وجہ ہے کہ خدا نے منحرفین کی زبان پر بھی حق جاری کروایا تا کہ ان کے دلائل باطل ہو جائیں:

ابن حجر کہتا ہے کہ ابن معین کا کہنا ہے: ابو صلت سچے اور قابل اعتماد ہیں، لیکن وہ مذہب تشیع رکھتے تھے. خطیب بغدادی ان کی صداقت اور وثاقت کے بارے میں کوئی علامت خیز جملہ نہیں کہتے. حافظ خزرجی نے اپنی کتاب تذہیب تہذیب الکمال: ص ۲۰۱ میں ان کی بدگوئی نہیں کی. ذہبی میزان الاعتدال میں کہتے ہیں: وہ ایک صالح مرد تھا مگر شیعہ تھا. خطیب تاریخ بغداد: ج ۱، ص ۴۶ میں یوں راقم ہیں: وہ ایسے زاہد تھے جن کا شمار کم نظیر زہاد میں ہوتا تھا. مامون کے زمانے میں مرو آئے. مامون نے ان کی تکریم کی اور ان کے لیے ایک نشست کا اہتمام کیا تا کہ وہ بشر المریسی سے مباحثہ کریں جس میں ابو صلت نے اس پر اور مرجئہ، جہمیہ، زندقہ اور قدریہ کے پیروکاروں پر غلبہ پا لیا. وہ اصحاب پیغمبر کا ہمیشہ ادب سے نام لیتے تھے، لیکن ان کے پاس ایسی حدیثیں تھیں جنہیں وہ فلاں فلاں اور ان کی برائیوں کے بارے میں نقل کرتے تھے.

شیعہ علماء اور محققین پر یہ امر پوشیدہ نہیں: شہید ثانی کتاب الخلاصہ پر اپنے حواشی میں لکھتے ہیں: وہ اہلسنت کے ساتھ معاشرت رکھتے تھے اور ان کی احادیث بھی نقل کیا کرتے تھے. یہی وجہ ہے کہ شیخ پر ان کا حال مشتبہ ہو گیا اور انہوں نے اپنی کتاب رجال میں انہیں اہلسنت میں سے شمار کیا. علامہ حلی نے بھی خلاصۃ الاقوال میں انہی کے قول کی پیروی کی. ابن اسحاق صاحب کتاب سیرت اور اعمش نیز دیگر افراد نے بھی ان کے بارے میں اسی نظر کا اظہار کیا ہے. ابو عمر کشی،

◆ ابن ارومہ کہتے ہیں: ایک خاتون میرے پاس کچھ زیورات، رقم اور لباس لے کر آئی تاکہ میں انہیں امام جوادؑ کی خدمت میں پہنچا دوں۔ چونکہ مجھے یقین تھا کہ یہ سب مال اسی کا ہے لہٰذا کسی دوسرے شریک کے بارے میں اس سے سوال نہ کیا۔ میں اسے باقی شیعوں کے دیے ہوئے مال کے ساتھ مدینے لے گیا اور امام کی بارگاہ میں لکھا

سید ابن طاؤوس، تفریشی اور مجلسی نے ان کی شیعت کا اعتراف کرتے ہوئے ان کی وثاقت کو بعید نہیں جانا. وحید بہبہانی کہتے ہیں: کتاب عیون اخبار الرضاؑ اور امالی میں نقل شدہ احادیث اس امر پر صراحت رکھتی ہیں کہ وہ خاص شیعوں میں سے تھے. سید حسن صدر عیون الرجال میں کہتے ہیں: اباصلت ثقہ اور صحیح الحدیث ہیں. ابو علی حائری اپنی کتاب رجال میں کہتے ہیں: ابن شہر آشوب کا کہنا ہے کہ ابوصلت شیعہ تھے. شیخ الطائفہ محمد طہ نجف کتاب اتقان المقال میں انہیں ثقات میں شمار کرتے ہیں. وہ کہتے ہیں کہ احمد بن سعید رازی کا کہنا ہے: وہ ثقہ اور نقل حدیث میں قابل اعتماد ہیں، وہ آل رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتے تھے اور ان کا دین و مذہب اہلبیت علیہم السلام کی محبت تھا. ہمارے استاد شیخ عبد اللہ مامقانی تنقیح المقال میں کہتے ہیں: وہ امام رضاؑ کے صاحب سر اور ان کے خاص اصحاب میں سے تھے. انہوں نے ان کی شیعت پر دلالت کرنے والی احادیث بھی نقل کی ہیں. شیخ عباس قمی سفینۃ البحار: ج ۲، ص ۳۹ میں ان کے نیک حال، تشیع اور ائمہؑ کے بارے میں درست اعتقاد کے بارے میں مطالب نقل کرتے ہیں. اباصلت سن ۲۲۶ ہجری میں دنیا سے رخصت ہوئے. (نقل از خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال: ص ۲۰)

سفینۃ البحار کی نقل کے مطابق ان کی قبر مشہد میں امام رضاؑ کی قبر کے نزدیک ہے اور شیعہ وہاں ان کی زیارت کو جاتے ہیں اور ان کی قبر سے برکت اخذ کرتے ہیں. ایسے ہی قم میں ایک علاقہ بنام دروازہ رے کو بھی ان سے نسبت دی جاتی ہے.

کہ میں نے فلاں کی جانب سے فلاں اور فلاں خاتون کی جانب سے فلاں مال بھیجا ہے۔ امام کا جواب یوں موصول ہوا: جو کچھ تو نے فلاں اور ان دو خواتین کی جانب سے بھیجا ہے مجھ تک پہنچ گیا ہے خدا قبول فرمائے، خدا تجھ سے راضی ہو اور دنیا و آخرت میں ہمارے ساتھ قرار دے۔ کیونکہ جواب میں دو خواتین کی جانب اشارہ کیا گیا تھا اس لیے میں نے اس خط کے امام معصوم کی جانب سے ہونے میں تردید کا اظہار کیا۔ کیونکہ مجھے یقین تھا کہ یہ تمام مال ایک ہی خاتون کا ہے۔ جب میں اپنے شہر واپس لوٹا تو وہ خاتون میرے پاس آئی اور اپنے اور اپنی بہن کے مال کے وصول ہونے کے بارے میں سوال کیا اور جو کچھ فقط اس کی جانب سے تھا اس سے بھی آگاہ کیا۔ میں نے اس وقت خدا کی حمد کی کیونکہ مجھے جو شک ہوا تھا وہ رفع ہو چکا تھا۔[1]

◆ محمد بن سہل یسع نقل کرتے ہیں: میں کچھ عرصے مکے میں مقیم رہا اس کے بعد مدینے گیا اور امام جواد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ چاہتا تھا کہ امام سے ان کے ایک لباس کا تقاضا کروں لیکن ہمت نہ ہوئی۔ میں نے سوچا کہ امام کو ایک نامہ لکھتا ہوں اور اسی میں ان سے لباس کا تقاضا کرونگا۔ میں مسجد گیا اور دو رکعت نماز پڑھی تاکہ استخارہ کروں۔ اگر خوب آیا تو خط بھیج دونگا نہیں تو اسے پھاڑ دونگا، پھر میں اس سے بھی منغرض ہو گیا اور مدینے سے باہر نکل گیا۔ راستے میں ایک شخص کو دیکھا جس کے پاس ایک رومال میں ایک لباس تھا، وہ اونٹوں کے قافلے کے درمیان سے گزر رہا تھا اور ہر ایک سے محمد بن یسع قمی کا پوچھ رہا تھا۔ جب اس نے مجھے ڈھونڈ لیا تو بولا: امام نے یہ

---

[1] الخرائج: ج۱، ص۳۸۶.

لباس تیرے لیے بھیجا ہے۔ احمد بن محمد بن عیسی کہتے ہیں: ان کے مرنے کے بعد میں نے انہیں غسل دینے کے بعد اسی لباس کا کفن دیا۔[1]

صالح بن محمد بن صالح بن داؤد یعقوبی روایت کرتے ہیں: جب امام جوادؑ مامون کے استقبال کے لیے شام کی جانب جانے کا ارادہ رکھتے تھے، اس وقت امام نے حکم دیا کہ ان کے گھوڑے کی دم میں گرہ لگا دیا جائے۔ چونکہ ان دنوں مطلع صاف تھا اور کوئی رطوبت موجود نہیں تھی لہٰذا ان میں سے ایک شخص جو امام کی خدمت پر مامور تھا اس نے کہا: امام اس علاقے سے آگاہ نہیں ہیں اور یہاں گھوڑے کی دم میں گرہ لگانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ ہم ابھی کچھ ہی آگے بڑھے ہونگے کہ راستہ گم کر بیٹھے اور دلدل میں دھنس گئے۔ اس قدر کیچڑ میں دھنس گئے کہ ہمارے تمام لباس پر کیچڑ لگی ہوئی تھی، ہم میں سے سوائے امام جوادؑ کے کوئی سالم نہیں رہا تھا۔[2]

ابراہیم بن سعید کہتے ہیں: میں امام کی خدمت میں حاضر تھا کہ اتنے میں ہمارے سامنے سے ایک گھوڑی گزری۔ امام نے فرمایا: یہ گھوڑی آج رات بچہ دے گی جس کی پیشانی سفید ہوگی اور اس کا چہرہ بھی ذرا سا سفید ہوگا۔ میں نے امام سے اجازت کی اور اس کے مالک کے ساتھ چلا گیا، رات تک اس کے ساتھ باتوں میں مصروف رہا، اور بالاخر وہی ہوا جو امام نے فرمایا تھا۔ گھوڑی کا بچہ ہوا۔ میں امام کی خدمت میں واپس پہنچا تو انہوں نے فرمایا: اے سعید کے بیٹے! جو میں نے کل کہا تھا اس میں تجھے تردد تھا؟ وہ جو

---

[1] ایضا: ج ۲، ص ۲۲۸.

[2] ایضا: ص ۲۶۹.

تیرے گھر میں ہے اس کے یہاں ایک آنکھ والا بچہ ہو گا۔ ابراہیم کہتے ہیں: میری بیوی کے یہاں بچہ ہوا خدائے محمد ﷺ کی قسم اس کی ایک آنکھ تھی۔[1]

موسیٰ بن قاسم کہتے ہیں: شیعوں میں سے ایک شخص جس کا نام اسماعیل تھا نے مجھ سے امام رضاؑ کے بارے میں بحث ومباحثہ کیا اور کہا: امام پر واجب تھا کہ وہ مامون کو خدا کی اطاعت کی دعوت دیتے۔ میں اس کے جواب میں کچھ کہہ نہ سکا۔ اس کے پاس سے اٹھ کر گھر آگیا اور بستر پر لیٹ گیا۔ خواب میں دیکھا کہ امام جوادؑ تشریف لائے ہیں۔ میں نے عرض کی: اسماعیل نے مجھ سے کہا کہ آپ کے والد پر مامون کو خدا کی اطاعت کی جانب دعوت دینا واجب تھا لیکن میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ امام نے فرمایا: بالکل ویسے ہی جیسے امام تجھ جیسوں اور تیرے دوستوں کو جو ان کے سامنے تقیہ نہیں کرتے خدا کی طرف دعوت دیتا ہے۔ میں خواب سے بیدار ہوا اور طواف کے لیے باہر نکلا۔ میں نے وہاں اسماعیل کو دیکھا اور امام نے مجھ سے جو کہا تھا وہ اس کے سامنے بیان کیا۔ ایسا لگا جیسے اس کی زبان بند ہو گئی، اس نے کچھ نہیں کہا۔ ایک سال بعد مدینے گیا تو امام جوادؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوا۔ امام نے مجھے اپنے خادم کی جگہ بٹھایا۔ امام نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا: اے موسیٰؒ پچھلے سال میرے بابا کے بارے میں اسماعیل نے تجھ سے کیا کہا تھا؟ جو مجھے یاد تھا میں نے امام کی خدمت میں عرض کر دیا ساتھ ہی امام نے خواب میں جو مجھ سے فرمایا تھا اور اس جواب

---

[1] بحار الانوار: ج ۱۲، ص ۱۱۳ [ج ۵۰، ص ۵۸]، نقل از نجوم. دلائل الامامہ: ص ۳۹۸؛ نوادر المعجزات: ص ۳۵۶.

کا اسماعیل کے سامنے: نقل کرنا اور اس جواب کے سامنے اس کا جواب نہ دے پانے کا بھی ذکر کیا۔[1]

◆ احمد بن علی بن کلثوم سرخسی نے ایک شیعہ سے ملاقات کی جس کا نام ابوزینب تھا اور اس سے حکم بن بشار مروزی کے گلے پر موجود نشان کے بارے میں پوچھا۔ اس نے بتایا: میں نے اس کے گلے پر ایک خط نما چیز دیکھی ہے اور یہ سر کاٹنے جیسا نشان ہے۔ میں جب بھی اس سے اس بارے میں سوال کرتا تھا کوئی جواب نہیں ملتا تھا اور وہ مجھے کچھ نہیں بتاتا تھا، لیکن ایک دن اس نے بتایا کہ: امام جواد کا دور امامت تھا ہم بغداد میں سات افراد تھے جو ایک حجرے میں تھے۔ حکم عصر کے نزدیک باہر گیا لیکن اس رات واپس نہیں آیا۔ آدھی رات میں ہمیں امام جواد کا ایک خط ملا جس میں لکھا تھا کہ تمہارا خراسانی دوست مارا گیا ہے اور اسے ایک دری میں لپیٹ کر فلاں کوڑے دان میں پھینک دیا گیا ہے۔ جاؤ اور اس کا ایسے ایسے علاج کرو۔

اس کے دوست نشاندہی کی ہوئی جگہ پر پہنچے اور اسے ویسا ہی پایا جیسے امام نے بیان کیا تھا، ہم نے اس کے ساتھ وہی کیا جیسا امام نے حکم دیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بعض افراد کے گھر گیا تھا جنہوں نے اسے پہچاننے کے بعد اس کا گلہ کاٹ ڈالا تھا، اس کے بعد اسے دری میں لپیٹ کر کوڑے دان میں پھینک گئے تھے۔ احمد نے جب ابوزینب سے

---

[1] مدینۃ المعاجز: ص۵۳۹، باب ۸۴.

یہ واقعہ سنا اس وقت وہ رجعت کا منکر تھا لیکن یہ سننے کے بعد اس نے رجعت کے انکار سے ہاتھ اٹھالیا۔[1]

◆ میسر بن محمد بن ولید بن زید روایت کرتے ہیں: میں امام جوادؑ کے گھر پہنچا تو ان کے گھر میں کافی بھیڑ تھی۔ میں ایک کونے میں بیٹھے مسافر کے ساتھ بیٹھ گیا یہاں تک کہ ظہر ہو گئی۔ میں اٹھا اور نافلہ اور واجب نماز ادا کی اور اس کے بعد نماز عصر بجالایا۔ اس وقت میں نے امام جوادؑ کو اپنے پیچھے دیکھا۔ ان کے احترام میں اٹھا اور انہیں سلام کیا۔ امام کے ہاتھ پیر چومے اور دوبارہ بیٹھ گیا۔ امام نے میسر سے کہا: کس وجہ سے آنا ہوا؟ میسر امام کی امامت کے حوالے سے تردید کا شکار تھا۔ امام نے اس سے فرمایا: سلّم! میسر کہتا ہے: میں نے سلام کیا۔ امام نے دوبارہ فرمایا: سلّم! میں نے عرض کی: میں نے سلام کیا ہے۔ امام نے تیسری بار اس کے چہرے پر مسکراتے ہوئے نگاہ کی اور فرمایا: وائے بر تو! سلّم! ناگاہ میسر اپنی غفلت کی جانب متوجہ ہوا اور حق کو پا گیا۔ لہٰذا اس نے عرض کی: یا ابن رسول اللہ ﷺ! میں آپ کے سامنے تسلیم ہوں اور آپ کی امامت سے راضی۔

میسر کہتے ہیں: خدا کی قسم میرا غم ختم ہو گیا اور دل میں امامت کے حوالے سے جو بھی شک تھا وہ ختم ہوا۔ یہاں تک کہ میں چاہ کر بھی اپنے دل میں کوئی شک ایجاد نہیں کر پا رہا تھا۔ ایک دن بعد دوبارہ امام کے گھر حاضر ہوا تو وہاں کوئی نہیں تھا، میں وہاں کسی کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ اس سب کی وجہ سے بھی نیز چونکہ گرمی بہت زیادہ تھی

---

[1] رجال نجاشی: ص۳۵۱. [ص۵۶۹]

اور شدید بھوک لگی ہوئی تھی، میں اٹھا اور کچھ پانی پیا۔ اسی وقت ایک خادم میرے پاس آیا جس کے ہاتھ میں مختلف انواع کے تیار کھانے تھے۔ اس کے ساتھ ایک اور خادم تھا جس کے ہاتھ میں آفتابہ اور طشت تھا۔ اس نے مجھ سے کہا: آقا و مولا نے حکم دیا ہے کہ ہاتھ دھو کر کھانا تناول فرمایئے۔ میں نے امام کے حکم کی تعمیل کی۔ امام تشریف لائے، میں ان کے احترام میں کھڑا ہو گیا۔ امام نے بیٹھنے اور غذا دینے کا حکم دیا۔ جب کھانا تمام ہوا اور دستر خوان بڑھا دیا گیا تو خادم کھانے کے گرے ہوئے ٹکڑے چننے لگا۔ امام نے اس سے فرمایا: صحرا میں اگر گوسفند کی ران بھی ہو تو اسے چھوڑ دے لیکن گھر میں جو کچھ ہو اسے اٹھا اور کھالے، کیونکہ اس میں خدا کی رضا، روزی و رزق میں اضافہ اور بیماریوں کی شفا ہے۔

اس کے بعد امام نے فرمایا: پوچھ! میں نے کہا: میں آپ پر قربان! مشک بان[1] کے بارے میں آپ کا کیا کہنا ہے؟ فرمایا: امام رضاؑ نے اپنے لیے مشک فراہم کرنے کا حکم فرمایا۔ فضل بن شاذان نے امام کو لکھا: لوگوں کی نظر میں یہ چیز آپ کے لیے عیب شمار ہوتی ہے۔ امام نے فرمایا: اے فضل کیا تو نہیں جانتا کہ یوسف صدیقؑ پیمبر ہونے کے باوجود ریشمین لباس پہنتے تھے جو سونے چاندی سے آراستہ ہوتا تھا لیکن اس کام نے ان کی نبوت و حکمت کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ جناب سلیمان بن داوؑد کے لیے سونے چاندی کی کرسی بنائی گئی تھی جو زیورات اور قیمتی پتھروں سے مزین تھی، ان کے لیے سونے کی سیڑھی بنائی گئی تھی، جب بھی وہ اس پر چڑھتے تو وہ اونچی ہو جاتی تھی اور جب

---

[1] سبز و لطیف پتوں کا ایسا درخت جس کے بیج سے خوشبو نکالی جاتی ہے۔ مترجم۔

وہ اس سے اترتے تو سست جاتی تھی۔ سفید بادل ان پر سایہ کرتے تھے، اور جن وانس ان کے حکم کی تعمیل کے لیے تیار رہتے تھے۔ ہوا ان کے حکم سے چلتی تھی، درندے، وحشی جانور یہاں تک کہ حشرات الارض بھی ان کے سامنے خاضع تھے اور ان کے گرد جمع رہتے تھے۔ بڑے بڑے افراد کا ان کے پاس آنا جانا تھا اور یہ سب انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاتا تھا اور خدا کی بارگاہ میں اس کی وجہ سے ان کی نبوت سے کوئی چیز کم نہیں ہوئی تھی۔ بے شک خدا خود فرماتا ہے:

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾

کہو کون ہے جس نے اللہ کی زمین سے نکالی ہوئی زینتوں کو اس کے بندوں پر حرام کیا ہے، اور ایسے ہی رزق میں سے طیبات کو، کہو کہ یہ ان کے لیے ہیں جو دنیا میں ایمان لائے ہیں اور قیامت میں مخلصین میں سے ہونگے۔[1]

اس کے بعد امام نے حکم دیا کہ ان کے لیے غالیہ[2] مہیا کی جائے جس کی قیمت چار ہزار دینار تھی۔ اسے لایا گیا امام نے اسے اچھی نظر سے دیکھا اور حکم دیا کہ اس میں نظر بد کا تعویز رکھ دیں اور پھر فرمایا: بری نظر لگا کرتی ہے۔

---

[1] اعراف: ۳۲.

[2] مشک و عنبر و بالہ سے ترکیب شدہ ایسی خوشبو جس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے اور اس سے بال خضاب کیے جاتے ہیں۔ مترجم.

میں نے امام جواد کی خدمت میں عرض کیا: آپ کی محبت اور دوستی سے آپ کے محبوں کو کیا فائدہ ہوتا ہے؟ امام نے فرمایا: امام صادقؑ کے پاس ایک غلام تھا، جب بھی امام مسجد تشریف لاتے تو وہ ان کے خچر کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ ایک دن وہ غلام مسجد کے ساتھ بیٹھا تھا، خراسان سے بعض لوگ شہر مدینہ میں آئے، ان میں سے ایک اس کے پاس گیا، اس وقت اس نے خچر کی لگام تھام رکھی تھی۔ بندے نے پوچھا: مسجد میں کون ہے؟ غلام نے کہا: میرے آقا و مولا امام جعفر صادقؑ! اس مرد نے کہا: کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ تو امام سے کہہ: مجھے تری جگہ پر رکھ لیں اور میں ان کا غلام اور ملک بن جاؤں؟ اس کے بدلے میں اپنا تمام مال تجھے دے دونگا، اور جان لے کہ میں ایک مالدار اور صاحب ثروت انسان ہوں۔ میں ان سب کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں اور لکھ کر دینے کو تیار ہوں، تو خراسان جا کر یہ سب کچھ لے لے اور میں یہاں تیری جگہ پر رہ جاتا ہوں۔ غلام نے کہا: میں اپنے آقا و مولا سے پوچھتا ہوں! امام مسجد سے باہر تشریف لائے تو غلام خچر لایا اور امام اس پر سوار ہو کر گھر کی طرف جانے لگے۔ غلام نے عرض کی: میں اپنے مولا و آقا کی بارگاہ میں ہمیشہ سے خدمت سرانجام دیتا رہا ہوں اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں میں کئی مدت سے آپ کا خادم ہوں، اب اگر خدا نے میرے لیے ایک خیر و خوبی مقرر کی ہے تو کیا آپ مجھے اس سے منع فرمائیں گے؟ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا! اس کے بعد غلام نے سارا قصہ سنایا۔ امام نے فرمایا: اگر تو جانا چاہتا ہے تو میں تجھے بھیج دونگا لیکن اگر ہمارے ساتھ رہنا چاہتا ہے تو تجھے قبول کرونگا۔ غلام جانا چاہتا تھا۔ امام نے فرمایا: تو میرے ساتھ اتنے عرصے رہا ہے اس لیے میں تجھے ایک نصیحت کرتا

ہوں۔ غلام نے کہا: فرمائیے: امام نے فرمایا: روز قیامت رسول اللہ ﷺ نور الٰہی کے ساتھ ہونگے اور خدا کا دامن لطف و رحمت تھامے ہونگے۔ اور ایسے ہی امیر المومنین، فاطمہ، حسن و حسین اور بقیہ ائمہ علیہم السلام کا حال ہوگا، کہ خدا کا ان پر درود و سلام ہو۔ ہمارے شیعہ ہمارے ساتھ ہونگے اور ہم جہاں جائیں گے وہ ہمارے ساتھ ہونگے اور ہمارے گھروں میں ساکن ہونگے۔ غلام نے یہ سنا تو کہا: میں آپ کی خدمت میں ہی رہوں گا اور جو آپ نے فرمایا ہے، اسے منتخب کرتا ہوں۔ امام صادقؑ نے اسے ہزار درہم دے کر فرمایا: یہ تیرے لیے خراسانی کے مال سے بہتر ہیں۔ غلام اس خراسانی مرد کے پاس گیا اور جو کچھ امام نے فرمایا تھا اس کے سامنے نقل کر دیا۔ اس نے امام کی بارگاہ میں شرفیابی اور اس کی اجازت کے لیے اپنی محبت کا اظہار کیا۔ امام نے اس کا کہا قبول کیا اور اس کے شکریے کے ساتھ اسے دعا بھی دی۔

اس کے بعد حکم دیا کہ کچھ عمامے لائے جائیں۔ جب عمامے آگئے تو امام نے اس خراسانی سے کہا: انہیں اٹھالے کیونکہ جلد ان کی ضرورت پڑے گی۔ اس نے اٹھالیے اور مدینے سے باہر نکل گیا۔ خراسان جاتے ہوئے اس پر راستہ بند کر دیا گیا اور عماموں کے علاوہ اس کے پاس جو کچھ تھا، چھین لیا گیا۔ اس نے ان میں سے اس قدر عمامے فروخت کر دیے جن سے حاصل ہونے والی رقم اسے خراسان تک پہنچا دے۔[1]

---

[1] بحار الانوار: ج ۱۲، ص ۱۲۹ [ج ۵۰، ص ۸۷]، نقل از خرائج [ج ۱، ص ۳۸۸] و مدینۃ المعاجز: ص ۵۳۸ [ج ۷، ص ۳۱۳] نقل از ہدایہ خصیبی۔

◆ محمد بن سنان مکے میں امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر تھے، انہوں نے دردِ چشم کی شکایت کی۔ امام نے ایک کاغذ طلب کیا، اپنے بیٹے امام جوادؑ کے لیے ایک خط لکھا اور خادم کو دے کر اسے پنہاں رکھنے کا حکم صادر فرمایا۔ پھر محمد بن سنان سے فرمایا کہ خادم کے ساتھ جاؤ۔ جب مدینے پہنچے تو ابن سنان نے امام کے غلام موفق سے امام جوادؑ سے ملاقات کرنے کی درخواست کی۔ موفق نے انہیں گود میں لیا اور ان کے سامنے خط کھولا۔ انہوں نے خط دیکھا اور آسمان کی جانب نگاہ کی پھر فرمایا: شفا مل گئی۔ امام نے یہ جملہ چند مرتبہ دہرایا۔ محمد کی آنکھوں کا درد مکمل طور پر ٹھیک ہو گیا اور اسے ایسی بصارت ملی کہ کسی کے پاس نہ تھی۔ اس وقت اس نے امام کی جانب رخ کر کے فرمایا: خدا نے آپ کو اس امت کا بزرگ قرار دیا ہے ویسے ہی جیسے عیسیٰؑ کو بنی اسرائیل کا بزرگ قرار دیا تھا۔ اے فطرس کو نجات دینے والے کی شبیہ!

محمد بن مرزبان کہتے ہیں: میں نے محمد بن سنان سے کہا: فطرس کو نجات دینے والی کی شبیہ سے تیری کیا مراد ہے؟ اس نے کہا: خدا فطرس نامی فرشتے پر غضبناک ہوا۔ اس کے بال و پر چھن گئے اور اسے زمین میں ایک جزیرے میں ڈال دیا گیا۔ جب امام حسینؑ متولد ہوئے تو خدا نے جبرائیل سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر، ولادت کی مبارکباد عرض کرے۔ جبرائیل اور فطرس آپس میں دوست تھے جب اس جزیرے کے پاس گزر ہوا تو جبرائیل نے اسے امام کی ولادت اور خدا کے حکم کی اسے خبر دی اور کہا: کیا تو چاہتا ہے کہ تجھے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لے چلوں تاکہ وہ تیری شفاعت کریں۔ فطرس نے کہا: ہاں! جبرائیل نے اسے اپنے پروں پر

بٹھایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ مبارکباد دینے کے بعد فطرس کا قصہ عرض کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا: اے فطرس خود کو حسینؑ کے جھولے سے مس کر۔ اس نے ایسا ہی کیا، اس کے بال و پر واپس مل گئے اور فرشتوں کے درمیان اسے اس کی پرانی منزلت لوٹا دی گئی۔[1]

فطرس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں عرض کی: امام حسینؑ کا مجھ پر حق ہے جسے میں یوں ادا کروں گا کہ جو زائر بھی ان کی زیارت کرے گا یا جو مسلمان بھی انہیں سلام کرے گا، اس کا سلام و درود و زیارت میں امام حسینؑ تک پہنچاؤں گا۔[2]

فطرس افتخار کرتے ہوئے کہا کرتا تھا: کون ہے میرے جیسا میں حسینؑ کا آزاد کردہ ہوں۔[3]

روایت میں ہے کہ خدا کا اس پر غضبناک ہونا امیر المومنینؑ کی ولایت قبول نہ کرنے کی وجہ سے تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اس پر ولایت جناب امیرؑ پیش کی جسے اس نے اس بار قبول کیا۔ یہ وجہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اسے امام حسینؑ کے گھوارے سے مس ہونے کا حکم دیا تھا۔[4]

---

[1] رجال کشی: ص ۳۵۹ [ص ۵۸۲]

[2] امالی صدوق: ص ۸۴، مجلس ۲۸۔

[3] دمعۃ الساکبۃ: ص ۲۶۳۔

[4] بصائر الدرجات: ص ۱۹، باب ۱۶ [ج ۱، ص ۶۸]

مترجم عرض کرتا ہے: اہل تشیع کا اعتقاد ہے کہ انبیاء و ائمہ علیہم السلام کی طرح فرشتے بھی معصوم ہیں، البتہ جس طرح چہاردہ معصومین علیہم السلام کے علاوہ بقیہ معصوم ہستیوں میں عصمت کے مختلف درجات پائے جاتے ہیں اسی طرح فرشتوں میں بھی عصمت کے مختلف درجات ہیں، بنابریں ملائکہ مقربین کا درجہ عصمت غیر مقربین سے مختلف ہے، لیکن اس کے باوجود بھی یہ سب کے سب معصوم ہیں۔ دوسری جانب اگر یہ قبول کیا جائے کہ ملائکہ کی عصمت بھی جبری نہیں بلکہ اختیاری ہے جیسا کہ اس پر براہین بھی موجود ہیں تو اس بنا پر یہ تو مانا جا سکتا ہے کہ کسی غیر مقرب فرشتے سے کوئی ترک اولیٰ سرزد ہو جائے جیسا کہ بعض انبیاء سے بھی ہوا ہے لیکن یہ قبول نہیں کیا جا سکتا کہ کسی فرشتے سے کوئی معصیت اور گناہ سرزد ہوا ہو۔ امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت قبول کرنا ایک واجب امر ہے اور اسے قبول نہ کرنا معصیت پروردگار ہے اس لیے کسی ملک سے اس کا سرزد ہونا درست نہیں مانا جا سکتا۔ اگر ہم فطرس کے حوالے سے وارد ہونے والی تمام روایات کا جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ اس روایت کو چھوڑ کر جسے بصائر الدرجات میں نقل کیا گیا ہے بقیہ تمام روایات میں فطرس کے زیر عتاب آنے کی علت ولایت علی علیہ السلام کو قبول نہ کرنے جیسا گناہ نہیں بلکہ خدا کے کسی حکم کے انجام دینے میں کچھ دیر ہونا بیان کیا گیا ہے اور یہ ایک ایسی بات ہے جو ترک اولیٰ کے زمرے میں آسکتی ہے اور چونکہ ترک اولیٰ خلاف عصمت نہیں نیز ایک غیر مقرب فرشتے سے ترک اولیٰ کا سرزد ہونا (بنابر اعتقاد عصمت اختیاری ملائکہ) بعید نہیں لہٰذا اس مقام پر عصمت ملائکہ کا اعتقاد بھی مجروح نہیں ہوتا۔ نتیجہ یہ کہ جو روایت بصائر میں نقل ہوئی ہے اور فطرس پر علت عتاب خدا کو انکار ولایت علی علیہ السلام بیان کرتی ہے، عصمت ملائکہ کے اعتقاد کی بنا پر قابل قبول نہیں، البتہ چونکہ اس موضوع پر دوسری تمام روایات جو تعداد میں اس قدر زیادہ ہیں کہ ہمیں اپنی اسناد کی تحقیق سے بھی بری کر دیتے ہیں، فطرس پر آنے والے عتاب کی ایک ایسی علت بیان کرتی ہیں جو عصمت ملائکہ کے خلاف نہیں

◆ ایسے ہی ان گوہر ہائے درخشاں کے لکھنے والے مؤلف پر بھی نور الٰہی کی چھوٹ پڑی جس کی تفصیل کچھ یوں ہے: امام کے آستانہ مبارک پر جو عظمت قدسی سے سرشار ہے قیام کیا، اور اس بزرگ و بلند و منیع مقام کی حامل ہستی کی پناہ حاصل کی۔ ایک دن مجھے معلوم ہوا کہ کوئی دوا میری بیماری کا علاج نہیں کر سکتی۔ میری یہ حالت تھی کہ چھ سال سے کمر درد سے جوجھ رہا تھا جو سر کے سیدھے حصے سے لے کر پنڈلی اور پیر کی پشت تک سرایت کر گیا تھا، اور بعض اوقات تو یہ حال ہوتا کہ نماز اشارے سے پڑھتا، میرے لیے حرم جانا بھی مشکل ہو گیا تھا۔ میں امام جوادؑ جو باب المراد ہیں کی شہادت کے دن (یعنی آخر ماہ ذیقعد) ان سے متوسل ہوا۔ زعفرانی شربت جو عام طور پر ان کی مجالس عزا میں دیا جاتا تھا، میں نے وہ لیا اور جن مقامات پر درد تھا وہاں ملا، جو باقی بچا اسے پی لیا۔ اس کے بعد تین ماہ تک ان کے لطف و رحمت کے انتظار میں رہا۔ یہاں تک کہ زیارت اربعین کے بعد ان کی مرقد مقدس کی جانب قصد پناہ سے نکلا کیونکہ وہ مولا اور آقا کی پناہ گاہ اور اس کی جانب پلٹنے کا مقام ہے۔ شیعہ سے یہ عمل کتنا عجیب ہے کہ

لہٰذا اس واقعے کے انکار کا کوئی محل نہیں بلکہ اسے قبول کرنا قرین تحقیق ہے۔ نیز اس میں معصومین بالخصوص امام حسین علیہ السلام کی واضح شان و منزلت کا بیان اور ان کے بارگاہ خدا میں شفیع ہونے کے ساتھ ساتھ باب رحمت الٰہی ہونے کا صریح بیان موجود ہے۔ دعا ہے کہ خدا ہمیں بھی شفاعت حسین علیہ السلام سے اسی طرح بہرہ مند فرمائے جیسے اسے نے فطرس کے حق میں اس امام مظلوم کی شفاعت قبول فرمائی تھی۔ آمین.

وہ اپنے امام کی بارگاہ مقدس میں پناہ بھی لے اور پھر اپنی درخواست پر اصرار بھی کرے۔ امام صادق کا فرمان ہے:

ہمارے شیعہ ہماری فاضل طینت سے خلق ہوائے ہیں، لہذا وہ ہم سے قرابت رکھتے ہیں، ہماری خوشی میں خوش اور ہمارے غم میں غمگین ہو جاتے ہیں۔ وہ ہمارے لیے تکلیفیں اٹھاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کے درد میں ہم بھی مبتلا ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ہم ہر صبح وشام ان کے لیے رحمت کے خواستگار رہتے ہیں۔

میں دس روز تک کاظمین میں مقیم رہا اور ان سے متوسل رہا۔ لیکن امام کی جانب سے مجھ پر عنایات قدسی کی بارش نہ برسی اور میں صحتیابی سے مایوس ہو گیا۔ فجر کے وقت ضریح کے نزدیک گیا اور ناراضگی کی عالم میں جب مجھے خود یہ نہیں معلوم تھا کہ کیا زبان پر لاؤں، امام سے شکوہ کیا۔ اس کے بعد میں نے اپنی کمر اور پیر امام کی قبر سے مس کیا اور امام موسیٰ کاظمؑ اور شیر خوار کربلا علی اصغرؑ کو امام جوادؑ کی بارگاہ میں اپنا شفیع قرار دیا۔ اس کے بعد حرم سے باہر نکل کر اپنے بھائیوں میں سے ایک کی عیادت کے ارادے سے بازار استر آبادی سے گزرا۔ چلتے ہوئے جب درد محسوس نہیں ہوا تو مجھے ایسا لگا کہ اس پیر سے زیادہ کام نہ لینے کی وجہ سے اس پر اب بوجھ محسوس نہیں ہوتا (یہ سن ہو گیا ہے)۔ میں نے کچھ تحقیق کی اور دو گھنٹے سے زیادہ پیدل چلا۔ باب المراد امام جوادؑ کے لطف و کرم سے ان کے غلاموں میں سے یہ غلام جو دس سال سے اس مشکل میں گرفتار تھا، اسے اُس وقت ذرا درد محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ اور یہ امر اُس امام سے کوئی تعجب خیز نہیں جیسے خدا نے سب کے لیے رحمت واسعہ قرار دیا ہے، اور اُن کے

وجود کے طفیل لوگوں کو روزی ملتی ہے، زمین سے سبزہ اور پھول برآمد ہوتے ہیں اور پہاڑ زمین کے سینے پر قائم ہیں، اگر یہ نہ ہوتے تو زمین اپنے ساکنان کو نگل جاتی۔

پند و نصیحتیں

امامت کی بدیہیات میں سے ہے کہ پاکیزہ کلام و اقوال سے دلوں اور محبتوں کو خدائے بے نیاز کی جانب موڑ دے۔ سرکش نفس مہار اور تند طبیعت نرم ہو جائے۔ ایسی بلیغ پند و نصیحتیں جو دل میں گھر کر لیتی ہیں وہ آدمی کی نفسیات کو نورانی کر دیتی ہیں۔ اس کی روح میں نفوذ کرتی ہیں اور دل ان سے انس اور سکون پاتا ہے۔ عقول ان کے درخشاں نور کی جانب جذب ہوتی ہیں، قلوب ان کے ساحل پر پڑاؤ ڈالتے ہیں۔ دل کی ہر جانب سے حکمت کے سرچشمے پھوٹ پڑتے ہیں اور مردہ جانوں کو حیات بخشنے والا کلام حیات ابدی کی جانب افکار کو قوت بخشتا ہے اور بالآخر ان کی روشن حق کی جانب رہنمائی کرتا ہے۔

اس لیے ائمہ دین میں سے کوئی امام ایسا نہیں جس نے بہت سے اقوال اختصار کے ساتھ اس قدر دلپذیر انداز میں بطور یادگار چھوڑے ہیں کہ ان میں ہدایت، حیات سرمدی اور رشد ٹھاٹھیں مار رہے ہیں۔ جو کچھ ہم ذیل میں نقل کرنے جا رہے ہیں وہ امام جوادؑ کے کلمات قصار میں سے ایسے منتخب اقوال ہیں جو ہمارے ہاتھ لگے ہیں۔

● ایک مرد نے امام جوادؑ کی خدمت میں عرض کیا:

مجھے نصیحت فرمائیے! امام نے فرمایا: کیا تو قبول کرے گا؟ اس نے کہا: جی کیوں نہیں۔ امام نے فرمایا:

تَوَسَّدِ الصَّبْرَ وَاعْتَنِقِ الْفَقْرَ وَارْفَضِ الشَّهَوَاتِ وَخَالِفِ الْهَوٰى وَاعْلَمْ أَنَّكَ لَنْ تَخْلُوَ مِنْ عَيْنِ اللهِ فَانْظُرْ كَيْفَ تَكُونُ.[1]

1۔ تحف العقول: ص۴۹۹.

صبر کے بستر پر آرام کر، اور گردن میں فقر کا گلوبند پہن لے، شہوتوں سے ہاتھ اٹھالے، ہوائے نفس کی مخالفت کر، اور جان لے کہ کبھی بھی نگاہ خدا سے دور نہیں ہے، پس تو خود جائزہ لے کہ تو کیسا ہے؟

❁ اپنے دوستوں میں سے ایک کو لکھا:

أَمَّا هَذِهِ الدُّنْيَا فَإِنَّا فِيهَا مُغْتَرِفُونَ وَلَكِنْ مَنْ كَانَ هَوَاهُ هَوَى صَاحِبِهِ وَدَانَ بِدِينِهِ فَهُوَ مَعَهُ حَيْثُ كَانَ وَالْآخِرَةُ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ. تَأْخِيرُ التَّوْبَةِ اغْتِرَارٌ وَطُولُ التَّسْوِيفِ حَيْرَةٌ وَالِاعْتِلَالُ عَلَى اللَّهِ هَلَكَةٌ وَالْإِصْرَارُ عَلَى الذَّنْبِ أَمْنٌ لِمَكْرِ اللَّهِ ﴿فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ﴾[21]

ہم سب اس دنیا میں غرق ہیں، پس جو بھی اپنے دوست اور قریبی شخص کی ہوائے نفس کی طرف میل پیدا کرے یا اس کا دین اختیار کرے، پس وہ ہر جگہ اس کے ساتھ ہے۔ لیکن آخرت خانہ بقا ہے۔ توبہ میں تاخیر نقصان کا باعث ہے اور آج کا کام کل پر ڈالنا حیرانی اور اضطراب کا سبب ہے۔ خدا کے حکم کی مخالفت کرنا ہلاکت ہے، اور گناہوں پر اصرار کرنا اس بات کی دلیل کہ انسان خود کو خدا کی تدبیر سے امان میں سمجھ رہا ہے، جبکہ فقط نقصان اٹھانے والے لوگوں کے علاوہ اور کوئی خود کو خدا کی تدبیر سے امان میں نہیں دیکھتا۔

---

[1] سورۃ الاعراف ۹۷.

[2] ایضاً: ص ۳۵۶.

● امام کے لیے قیمتی لباس بھجوائے گئے۔ راستے میں وہ چور کے ہاتھ لگ گئے۔ لانے والے نے خط کے ذریعے امام کو مطلع کیا۔ امام نے جواب میں رقم فرمایا:

إِنَّ أَنْفُسَنَا وَأَمْوَالَنَا مِنْ مَوَاهِبِ اللهِ الْهَنِيئَةِ وَعَوَارِيهِ الْمُسْتَوْدَعَةِ يُمَتِّعُ بِمَا مَتَّعَ مِنْهَا فِي سُرُورٍ وَغِبْطَةٍ وَيَأْخُذُ مَا أَخَذَ مِنْهَا فِي أَجْرٍ وَحِسْبَةٍ فَمَنْ غَلَبَ جَزَعُهُ عَلَى صَبْرِهِ حَبِطَ أَجْرُهُ وَنَعُوذُ بِاللهِ مِنْ ذَلِكَ.[1]

ہماری جان ومال خدا کے اچھے تحفوں میں سے ہے جو امانت کی طرح ہمارے سپرد کیے گئے ہیں۔ خوشی وسرور میں ان میں سے جس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے، وہ فائدہ دیتا ہے اور جو ہم سے لے لیا جاتا ہے اس پر اجر وپاداش ہے۔ پس جو بھی صبر پر بے قراری کو فوقیت دے گا اس کا اجر ضائع ہو جائے گا اور ہم ایسا ہونے سے خدا کی پناہ چاہتے ہیں۔

● مَنْ أَصْغَى إِلَى نَاطِقٍ فَقَدْ عَبَدَهُ فَإِنْ كَانَ النَّاطِقُ عَنِ اللهِ فَقَدْ عَبَدَ اللهَ وَإِنْ كَانَ النَّاطِقُ يَنْطِقُ عَنْ لِسَانِ إِبْلِيسَ فَقَدْ عَبَدَ إِبْلِيسَ.[2]

جو بھی کسی کہنے والے کی بات سنتا ہے وہ دراصل اس کی پرستش کرتا ہے۔ پس جب بھی بولنے والا خدا کی جانب سے بات کر رہا ہو تو سننے والے نے خدا کی عبادت کی ہے اور اگر بولنے والی زبان شیطان کی ہو تو سننے والے نے شیطان کی پرستش کی ہے۔

● إِظْهَارُ الشَّيْءِ قَبْلَ أَنْ يُسْتَحْكَمَ مَفْسَدَةٌ لَهُ. الْمُؤْمِنُ يَحْتَاجُ إِلَى تَوْفِيقٍ مِنَ اللهِ وَوَاعِظٍ مِنْ نَفْسِهِ وَقَبُولٍ مِمَّنْ يَنْصَحُهُ.[1]

---

[1] ایضاً.

[2] ایضاً.

کسی امر کے مستحکم ہونے سے پہلے اس کا اظہار کرنا اس میں خرابی کا باعث بنتا ہے۔[2] مومن تین صفات کا نیاز مند ہے: توفیق از جانب خدا، اپنے نفس کی جانب سے وعظ نیز نصیحت کرنے والے کی نصیحت قبول کرنا۔

❁ اَلتَّحَفُّظُ عَلٰی قَدْرِ الْخَوْفِ.[3]

احتیاط انسان کے خوف کی مقدار کے برابر ہوتی ہے۔

❁ اَلْاَیَّامُ تَهْتِكُ لَكَ [الْاَمْرَ عَنِ] الْاَسْرَارِ الْكَامِنَةِ.[4]

وقت پنہاں رازوں سے تمہارے لیے پردے اٹھا دیتا ہے۔

❁ وَمَنِ انْقَادَ إِلَى الطُّمَأْنِينَةِ قَبْلَ الْخِبْرَةِ فَقَدْ عَرَّضَ نَفْسَهُ لِلْهَلَكَةِ، وَالْعَاقِبَةِ الْمُتْعِبَةِ.[1]

---

[1] ایضاً: ص ۴۵۷.

[2] مقصود یہ ہے کہ انسان جس کام کے انجام کا مستقبل میں قصد رکھتا ہے اسے نامکمل چھوڑ دیتا ہے یا کسی مشکل کی وجہ سے اس کی انجام دہی کی توانائی کھو دیتا ہے اور اسے مؤخر کر دیتا ہے. یہ مشکل یا تو کسی دشمن کی کوشش، حسادت، ظلم یا اس کام کے خلاف کرنے والے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور یا قضائے حتمی کی عدم ہمراہی کی وجہ سے، اسی وجہ سے جو بھی کسی عمل کی انجام دہی کے سلسلے میں نامکمل قصد و اقدام کو آشکار کرتا ہے، وہ سرزنش، ملامت اور تہمت کی زد پر آ جاتا ہے، اس کی عزت محفوظ نہیں رہتی اور اس کی بات بے اعتبار ہو جاتی ہے اور یہ فراست کے خلاف ہے۔

[3] نزہۃ الناظر: ص ۱۳۶.

[4] ایضاً: ص ۱۳۷.

جو کوئی بھی امتحان سے پہلے اطمینان کرلے اس نے خود کو ہلاکت اور ناگوار عاقبت کے حوالے کیا ہے۔

❁ قَدْ عَادَاكَ مَنْ سَتَرَ عَنْكَ الرُّشْدَ اتِّبَاعاً لِمَا تَهْوَاهُ.[2]

جو بھی تیری خواہشات کی تسکین کے لیے تجھ سے راہِ رشد کو پنہاں رکھے وہ تیرا دشمن ہے۔

❁ رَاكِبُ الشَّهَوَاتِ لَا تُسْتَقَالُ عَثْرَتُهُ.[3]

جو شہوات کے مرکب پر سوار ہو وہ گرنے کے بعد کھڑا نہیں ہوتا۔

❁ الثِّقَةُ [بِاللهِ] ثَمَنٌ لِكُلِّ غَالٍ، وَسُلَّمٌ إِلَى كُلِّ عَالٍ.[4]

خدا پر اطمینان رکھنا ہر قیمتی چیز کی قیمت اور ترقی اور بلند مقام حاصل کرنے کے لیے سیڑھی کے مانند ہے۔

❁ كَيْفَ يَضِيعُ مَنِ اللهُ كَافِلُهُ؟ وَكَيْفَ يَنْجُو مَنِ اللهُ طَالِبُهُ؟ وَمَنِ انْقَطَعَ إِلَى [غَيْرِ] اللهِ وَكَلَهُ اللهُ إِلَيْهِ. وَمَنْ عَمِلَ عَلَى غَيْرِ عِلْمٍ [مَا] أَفْسَدَ أَكْثَرُ مِمَّا يُصْلِحُ.[5]

---

[1] ایضاً: ص ۱۳۵.

[2] ایضاً.

[3] ایضاً.

[4] ایضاً: ص ۱۳۶.

[5] ایضاً: ص ۱۳۴.

maablib.org

جس کا خدا کفیل ہو وہ کیسے ہلاک ہو سکتا ہے؛ خدا جس کے تعقب میں ہو وہ کیسے نجات پا سکتا ہے؛ جو خدا سے خود کو منقطع کر لیتا ہے خدا اسے اسی کے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔ جو بھی علم کے بنا عمل کرتا ہے اس کے عمل کی برائی اس کی اچھائی اور صلاح سے زیادہ ہوتی ہے۔

❁ مَنْ لَمْ يَعْرِفِ الْمَصَادِرَ أَعْيَتْهُ الْمَوَارِدُ.[1]

جو ابتدائے امور کو نہیں پہچانتا، وہ ان کا اختتام کھو بیٹھتا ہے۔

❁ مَنْ هَجَرَ الْمُدَارَاةَ قَارَبَهُ الْمَكْرُوهُ.[2]

نرمی اور مہربانی ترک کرنا انسان کو مکروہ سے نزدیک کر دیتا ہے۔[3]

❁ إِيَّاكَ وَ مُصَاحَبَةَ الشَّرِيرِ. فَإِنَّهُ كَالسَّيْفِ الْمَسْلُولِ، يَحْسُنُ مَنْظَرُهُ وَ يَقْبُحُ أَثَرُهُ.[4]

---

[1] ایضاً: ص ۱۳۵.

[2] ایضاً.

[3] جس نرمی اور مہربانی کی جانب اشارہ کیا گیا ہے وہ ان مواقع سے متعلق ہے جن کی شریعت نے اجازت دی ہے، جیسے بخیل اور بد اخلاق کے سامنے خوش رفتاری سے پیش آنا کیونکہ اس کے ساتھ اس کے جیسا برتاؤ اخوت مطلوب کی نابودی کا سبب بنے گا. لیکن اگر شریعت سے منافی مقام ہو تو اظہار دشمنی لازمی ہے اور اسے اس کی غلطی پر خبر دار کرنا ضروری ہے، اس کی راہ حق و حقیقت کی جانب رہنمائی لازم ہے جو کہ بھائی چارے کے عظیم ترین حقوق میں سے ہے.

[4] ایضاً: ص ۱۳۶.

بدکار کی ہم نشینی برہنہ شمشیر جیسی ہے، جس کا ظاہر خوش نما اور اثر برا ہوتا ہے۔

• كَفَى بِالْمَرْءِ خِيَانَةً أَنْ يَكُونَ أَمِيناً لِلْخَوَنَةِ.[1]

کسی شخص کے خیانت کار ہونے کو یہی کافی ہے کہ وہ کسی خائن کا امین ہو۔

• لَا تُعَادِيَنَّ أَحَداً حَتَّى تَعْرِفَ الَّذِي بَيْنَهُ وَ بَيْنَ اللهِ تَعَالَى، فَإِنْ كَانَ مُحْسِناً لَمْ يُسْلِمْهُ إِلَيْكَ. فَلَا تُعَادِهِ. وَإِنْ كَانَ مُسِيئاً فَإِنَّ عِلْمَكَ بِهِ يَكْفِيكَهُ. فَلَا تُعَادِهِ.[2]

کسی سے دشمنی نہ رکھو مگر یہ کہ اس کے اور خدا کے درمیان کا رشتہ اور رابطہ جان جاؤ، اگر وہ نیکوکار ہے تو اس کے ساتھ دشمنی نہ رکھو اور اگر بدکار و گناہگار ہے، تو اس کی پہچان تیرے لیے کافی ہے؛ لہٰذا اس کی دشمنی سے ہاتھ اٹھالو۔[3]

---

[1] ایضاً: ص ۱۳۷۔

[2] ایضاً: ص ۱۳۶۔

[3] ایسے شخص کے ساتھ دشمنی رکھنے کی نہی اس کے حال کی خبر رکھنے کے سبب ایک یا دو وجوہات ذیل کی بنا پر ہو سکتی ہے:

اول: بدرفتار اور گناہگار شخص جہاں تک ہو سکتا ہے تکلیف پہنچانے سے پرہیز نہیں کرتا اور کبھی کبھار اس سے خطرناک کام بھی سرزد ہو جاتے ہیں۔ اس لیے اس سے دشمنی کے اظہار کرنے کا نتیجہ برائی اور برے انجام کی صورت میں نکل سکتا ہے۔

دوم: وہ بدرفتاری اور گناہگاری کا لباس پہن کر اپنی عزت اور مقام کو ویسے ہی ختم کر چکا ہوتا ہے، لہٰذا انسان کو اسے اپنا ہم پلہ نہیں سمجھنا چاہیے اور اس کے مقابل کھڑا بھی نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ اس کی اپنی شان اور مقام کے ساقط ہونے کا موجب بنے گا۔

- إِذَا نَزَلَ الْقَضَاءُ ضَاقَ الْفَضَاءُ.[1]

جب قضا نازل ہوتی ہے تو فضا تنگ ہو جاتی ہے۔

- الْحَوَائِجُ تُطْلَبُ بِالرَّجَاءِ وَهِيَ تَنْزِلُ بِالْقَضَاءِ، وَالْعَافِيَةُ أَحْسَنُ عَطَاءٍ.

حاجتیں امید کی طالب ہیں اور یہ قضا کے ساتھ نازل ہوتی ہیں۔ عافیت بہترین بخشش ہے۔

- عِزُّ الْمُؤْمِنِ غِنَاهُ عَنِ النَّاسِ.

مومن کی عزت لوگوں سے بے نیازی میں ہے۔

- لَا يَضُرُّكَ سَخَطُ مَنْ رِضَاهُ الْجَوْرُ.

جو بے عدالتی سے راضی ہوتا ہے، اس کی دشمنی تجھے نقصان نہیں دے گی۔

- الشَّهَوَاتُ مِنْ ضَعْفِ الْقَلْبِ.

شہوتیں قلب کے ضعف کی وجہ سے ہوتی ہیں۔

- مَنْ لَمْ يَرْضَ مِنْ أَخِيهِ بِحُسْنِ النِّيَّةِ لَمْ يَرْضَ بِالْعَطِيَّةِ.

جو اپنے مومن بھائی کے حسن نیت سے راضی نہ ہو اسے اس کی بخشش بھی راضی نہیں کر سکتی۔

البتہ یہ ان موارد میں ہے جہاں انسان اسے ترک گناہ کی تلقین کرنے اور ان کی ممانعت پر قادر نہ ہو۔ لیکن اگر قادر ہو تو اس کی ذمہ داری امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے، اور اگرچہ اس کا نتیجہ دشمنی کی صورت میں ہی کیوں نہ نکلے، یہ مکلف پر واجب ہے۔

[1] ایضاً.

● الْقَصْدُ إِلَى اللهِ تَعَالَى بِالْقُلُوبِ أَبْلَغُ مِنْ إِتْعَابِ الْجَوَارِحِ بِالْأَعْمَالِ.

خدا کا قلوب کے ذریعے سے قصد کرنا جسم کو اعمال کے ساتھ زحمت میں ڈالنے سے بہتر ہے۔

● تَعَزَّ عَنِ الشَّيْءِ إِذَا مُنِعْتَهُ بِقِلَّةِ صُحْبَتِهِ إِذَا أُعْطِيتَهُ.[1]

اگر تجھے کوئی چیز عطا نہیں کی گئی تو خود کو یہ کہہ کر تسلی دے کہ اگر وہ تیرے پاس ہوتی بھی تو بھی اس کا زمانہ کم ہی ہوتا تھا۔[2]

● [التقوی عز][3] الْعِلْمُ كَنْزٌ وَالصَّمْتُ نُورٌ.[4]

تقوی عزت، علم خزانہ اور سکوت نور ہے۔[5]

---

[1] یہاں تک نزہۃ الناظر سے نقل کیا گیا ہے۔

[2] امام کا اشارہ دنیا کی خوبیوں کے عدم دوام کی جانب ہے۔ کیونکہ یا تو وہ خود ختم ہو جاتی ہیں اور یا ان کا حامل دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔ لہذا کسی عاقل کے لیے سزاوار نہیں کہ وہ ایک فانی یا کم عمر چیز کے چلے جانے پر ناخوش ہو۔ اور جو اس مطلب کو درک کرلیں یہ ان کے لیے سکون و اطمینان پانے کا بہترین اور عظیم ترین وسیلہ ہے۔

[3] غالبا یہ غلطی سے لکھا گیا ہے اصل عبارت "الدین عز" ہے۔ مترجم۔

[4] کشف الغمہ: ج ۲، ص ۳۴۶

[5] امام اپنے اس کلام میں اشارہ فرماتے ہیں کہ خاموش انسان جلدی بازی اور فکر سے عاری بات نہیں کرتا، اور بات کرنے سے پہلے سوچتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس فکر کی وجہ سے اس پر حقیقت نور کی طرح درخشاں ہو جائے اور وہ اپنی طلب حال کے تقاضوں کے مطابق اپنی زبان پر لائے یا

❁ لَا هَدْمَ لِلدِّينِ مِثْلُ الْبِدَعِ.[1]

بدعت جیسی کوئی چیز دین کو نابود نہیں کرتی۔

❁ [لا يزيل الوقار مثل الطمع][2]

لالچ جیسی اور کوئی چیز وقار کو نابود نہیں کرتی۔

❁ بِالرَّاعِي تَصْلُحُ الرَّعِيَّةُ وَبِالدُّعَاءِ تُصْرَفُ الْبَلِيَّةُ.[3]

رعیت کی اصلاح گڈریے کے ذریعے ہوتی ہے، اور بلا دعا کے وسیلے سے برطرف ہوتی ہے۔

❁ [من شم اجيب، من تهور اصيب][4]

جو بھی دشنام دیتا ہے اسے جواب مل جاتا ہے۔ جو بھی جسارت کرتا ہے مشکل میں پھنس جاتا ہے۔

❁ أَهْلُ الْمَعْرُوفِ إِلَى اصْطِنَاعِهِ أَحْوَجُ مِنْ أَهْلِ الْحَاجَةِ إِلَيْهِ لِأَنَّ لَهُمْ أَجْرَهُ وَفَخْرَهُ وَذِكْرَهُ.[1]

سکوت اختیار کرلے. ایک کہاوت نقل ہوئی ہے کہ اگر بولنا چاندی ہے تو خاموش رہنا سونا ہے.
اور یہ سکوت کو نور سے تشبیہ دینا ہی ہے.

[1] ایضا.

[2] یہ حدیث کسی مصدر میں بعینیہ ان الفاظ سے نہیں مل سکی. مترجم.

[3] کشف الغمہ: ج ۲، ص ۳۴۶.

[4] یہ حدیث کسی مصدر میں بعینیہ ان الفاظ سے نہیں مل سکی. مترجم.

نیکوکار افراد نیک کام انجام دینے کے زیادہ محتاج ہیں ان کی نسبت جو خود نیکیوں کے محتاج ہیں، کیونکہ اجر، فخر مباہات اور شہرت یہ سب ان کے لیے ہے۔

❁ مَنْ أَمَّلَ إِنْسَاناً فَقَدْ هَابَهُ وَمَنْ جَهِلَ شَيْئاً عَابَهُ وَالْفُرْصَةُ خُلْسَةٌ.[2]

جو کسی انسان سے امید رکھتا ہو وہ اس سے ہراس میں رہے گا۔ جو کسی چیز کو نہ پہچانتا ہو اسے عیب شمار کرے گا۔ فرصت گزر جانے والی چیز ہے۔

❁ عُنْوَانُ صَحِيفَةِ الْمُؤْمِنِ حُسْنُ خُلُقِهِ... عُنْوَانُ صَحِيفَةِ السَّعِيدِ حُسْنُ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ.[3]

مومن کے نامہ اعمال کا سرنامہ حسن خلق ہے۔ ایک سعادتمند فرد کے نامے کا سرنامہ لوگوں کا اس کی ستائش و تمجید کرنا ہے۔

❁ خَفْضُ الْجَنَاحِ زِينَةُ الْعِلْمِ.[4]

خضوع، علم کی زینت ہے۔[5]

---

1 کشف الغمہ: ج ۲، ص ۳۴۷.

2 ایضاً.

ایضاً.

ایضاً.

امام اپنے اس سنہری قول میں اس شخص سے جو تحصیل علم کی راہ میں مشکلات سہے اور تہذیب نفس کے لیے وطن اور دوستوں سے دوری جھیلے سے فرمانا چاہتے ہیں کہ اگر وہ زیور علم سے آراستہ اور نورانیت کسب کرنا چاہتا ہے، چاہتا ہے کہ علم کا حسن اس کا رخ کرے، اور ترقی و کمال

❁ الْجَمَالُ فِي اللِّسَانِ وَالْكَمَالُ فِي الْعَقْلِ.[1]

انسان کا حسن و جمال اس کی زبان میں ہے۔ انسان کا کمال اس کی عقل میں ہے۔

❁ مِنْ صَبْرِهِ قِلَّةُ شَكْوَاهُ.[2]

کم شکوہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ انسان صابر ہے۔

❁ مِنْ رِفْقِهِ تَرْكُهُ عَذْلَكَ عِنْدَ غَضَبِكَ بِحَضْرَةِ مَنْ تَكْرَهُ.[3]

اپنے بھائی سے نرمی اور مہربانی سے پیش آنے کی نشانی کسی ایسے کے سامنے اسے سرزنش نہ کرنا ہے جس کے سامنے وہ پسند نہیں کرتا۔

❁ وَمِنْ حُسْنِ صُحْبَتِهِ لَكَ إِسْقَاطُهُ عَنْكَ مَؤُونَةَ أَذَاكَ. وَمِنْ صَدَاقَتِهِ كَثْرَةُ مُوَافَقَتِهِ وَقِلَّةُ مُخَالَفَتِهِ.

کی درخشندگی اس کے لیے آشکار ہو تا کہ لوگ اس سے نزدیک ہو جائیں اور اس کی تعلیم کے سائے میں منور ہو جائیں، اس سے اثر انداز ہونے والی نصیحتیں سنیں اور اپنی روح کے تکامل اور تہذیب اخلاق کے لیے اس کے گرد جمع ہو کر اس سے قیمتی گوہر حاصل کریں۔ تو یہ سب اس وقت ممکن ہے جب ایک دانا اور عالم انسان تکبر سے دور رہے، ورنہ لوگ اس سے دور ہو جائیں گے اور جس ہدف کی تحصیل کے لیے اس نے اس قدر مشکلات سہی ہیں وہ حاصل نہ ہو پائے گا۔ اور یوں ہمیشہ کی کامیابی اور سعادت ابدی اس سے دور ہو جائے گی اور وہ ان سے حاصل ہونے والا فائدہ بھی کھو دے گا۔

[1] ایضاً۔

[2] ایضاً: ص۳۴۸۔

[3] ایضاً۔

اپنے بھائی کی مشکل حل کرنا دوستی کی سچائی کی دلیل ہے۔ زیادہ موافقت اور کم مخالفت کرنا دوستی کی نشانیوں میں سے ہے۔[1]

● يَوْمُ الْعَدْلِ عَلَى الظَّالِمِ أَشَدُّ مِنْ يَوْمِ الْجَوْرِ عَلَى الْمَظْلُومِ.

ظالم پر یوم عدل مظلوم پر یوم ظلم سے زیادہ سخت ہوگا۔

● مَنْ أَحَبَّ الْبَقَاءَ فَلْيُعِدَّ لِلْبَلَاءِ قَلْباً صَبُوراً.

جو بھی بقا کا طالب ہے اسے مصائب پر صابر دل کا حامل ہونا چاہیے۔

● الْعُلَمَاءُ غُرَبَاءُ لِكَثْرَةِ الْجُهَّالِ بَيْنَهُمْ.

علماء اس لیے کہ ان کے درمیان جاہلوں کی کثرت ہوتی ہے، غریب ہوتے ہیں۔

● ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ لَمْ يَنْدَمْ تَرْكُ الْعَجَلَةِ وَالْمَشُورَةُ وَالتَّوَكُّلُ عِنْدَ الْعَزْمِ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ.

جس میں تین خصلتیں ہوں وہ کبھی نادم نہ ہوگا: جلد بازی ترک کرنا، مشورہ کرنا، ارادہ کرتے وقت خدا پر توکل کرنا۔

● مَنْ وَعَظَ أَخَاهُ سِرّاً فَقَدْ زَانَهُ وَمَنْ وَعَظَهُ عَلَانِيَةً فَقَدْ شَانَهُ.[2]

جس نے اپنے بھائی کو تنہائی میں نصیحت کی اس نے اسے آراستہ کیا اور جس نے اسے سب کے سامنے نصیحت کی اس نے اس سے برائی کی۔

● مَنْ كَثُرَ هَمُّهُ سَقُمَ جَسَدُهُ.[1]

---

[1] مؤلف نے صداقت کی جگہ محبت نقل کیا ہے۔ مترجم۔

[2] تحف العقول: ص ۴۸۹۔

جس کے غم زیادہ ہو جائیں اس کا جسم بیمار ہو جاتا ہے۔

❁ اَلْعَفَافُ زِینَۃُ الْفَقْرِ. اَلشُّکْرُ زِینَۃُ الْغِنٰی وَ التَّوَاضُعُ زِینَۃُ الْحَسَبِ وَ الْفَصَاحَۃُ زِینَۃُ الْکَلَامِ وَ الْحِفْظُ زِینَۃُ الرِّوَایَۃِ.

عفت، فقر کی زینت ہے۔ شکر بلاؤں کی زینت ہے۔ تواضع حسب کی زینت ہے۔ فصاحت کلام کی زینت ہے۔ حفظ کرنا روایت کی زینت ہے۔

❁ إِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا یَخُصُّھُمْ بِالنِّعَمِ وَ یُقِرُّھَا فِیھِمْ مَا بَذَلُوھَا فَإِذَا مَنَعُوھَا نَزَعَھَا عَنْھُمْ وَ حَوَّلَھَا إِلٰی غَیْرِھِمْ.

خدا کے ایسے بندے ہیں جنہیں اس نے نعمتوں کے دوام سے مخصوص فرمایا ہے، وہ جب تک بخشش سے کام لیں ان نعمتوں کے حامل رہتے ہیں اور اگر بخشش سے ہاتھ کھینچ لیں تو خدا ان سے نعمتیں لے لیتا ہے اور ان کے علاوہ کسی اور کو بخش دیتا ہے۔[2]

---

[1] کشف الغمہ۔

[2] یہ ان لوگوں کے لیے ہے جن پر خدا نے اپنی نعمتیں نازل کر کے انھیں دی ہوئی مہلت سلب کر لی ہے تاکہ وہ غفلت میں غوطہ ور اور نور حق دیکھنے سے نابینا رہیں۔ (جیسا کہ خدا ارشاد فرماتا ہے) وہ لوگ جنہیں خدا نے نعمتیں دی ہیں یہ گمان نہ کریں کہ بخل کرنا ان کے لیے خیر ہے، بلکہ یہ تو شر کا موجب ہے اور روز قیامت جس مال پر انہوں نے بخل کیا ہے ان کی گردن کی زنجیر بن جائے گا۔ اس بنا پر اس حدیث پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ ہم نے کثرت سے ایسے افراد دیکھیں ہیں جو خدا کی فراوان نعمتوں کے باوجود بھی وہاں خرچ نہیں کرتے جہاں خدا چاہتا ہے۔ یہ کثرت مال ان کے کسی فائدے کی نہیں بلکہ ان کے لیے زیادہ گناہ کرنے کا بہانہ ہے۔ خداوند عالم فرماتا

❁ [حفظ الادب زینة الورع][1]

ادب کی رعایت کرنا تقویٰ کی زینت ہے۔

❁ بَسْطُ الْوَجْهِ زِينَةُ الْحِلْمِ.[2]

کشادہ روئی، حلم کی زینت ہے۔[3]

❁ حَسْبُ الْمَرْءِ مِنْ كَمَالِ الْمُرُوءَةِ تَرْكُهُ مَا لَا يَجْمُلُ [يَجْمُلُ] بِهِ وَمِنْ حَيَائِهِ أَنْ لَا يُلْقِي أَحَداً بِمَا يَكْرَه.[4]

انسان کی کمال جوانمری کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ دوسروں کے لیے وہ نہ کرے جو خود (اپنے لیے) پسند نہیں کرتا۔

❁ مِنْ سَخَاءِ المرءِ بِرُّهُ بِمَنْ يَجِبُ حَقُّهُ عَلَيْهِ.

ہے: کافر یہ گمان نہ کریں کہ اگر ہم نے انہیں توانائی بخشی ہے تو یہ ان کے لیے خیر کا سبب ہے، بلکہ یہ اس لیے ہے تاکہ ان کے گناہ زیادہ ہو جائیں اور ان پر دردناک عذاب نازل ہو۔

[1] کسی مصدر میں نہیں مل سکی۔ مترجم۔

[2] مؤلف نے [زینة القناعة] لکھا ہے جو درست نہیں کشف الغمہ اور بقیہ مصادر میں وہی ہے جو لکھا گیا ہے۔ مترجم

[3] مؤلف نے حلم کی جگہ قناعت نقل کیا ہے۔ مترجم۔

[4] یہ حدیث ناقص انداز میں نقل کی گئی تھی۔ [حَسْبُ الْمَرْءِ مِنْ كَمَالِ الْمُرُوءَةِ.. أَنْ لَا يُلْقِي أَحَداً بِمَا يَكْرَه] یوں کہ مفہوم بدل رہا تھا، ہم نے اصل متن کے ساتھ نقل کی ہے۔ دیکھیے کشف الغمہ: ج ۲، ص ۳۷۸.

کسی شخص کی سخاوت کی دلیل یہ ہے کہ جس کا اس پر حق واجب ہو اس کے ساتھ نیکی کرے۔

● مَا عَظُمَتْ نِعْمَةُ اللّٰهِ عَلَى عَبْدٍ إِلَّا عَظُمَتْ عَلَيْهِ مَؤُونَةُ النَّاسِ فَمَنْ لَمْ يَحْتَمِلْ تِلْكَ الْمَؤُونَةَ فَقَدْ عَرَّضَ النِّعْمَةَ لِلزَّوَالِ.[1]

کسی شخص کے لیے اس سے بڑی نعمت نہیں ہے کہ لوگ اس کے سامنے اپنی حاجات زیادہ لے کر آئیں، پس جو بھی اس نعمت کے بار گراں کو تحمل کرنے سے پرہیز کرے گا، اس سے یہ نعمت زائل ہو جائے گی۔

● تَرْكُ مَا لَا يَعْنِي زِينَةُ الْوَرَعِ.

بیہودگیاں ترک کرنا تقویٰ کی زینت ہے۔

● مِنْ كَرَمِ الرجل إِيثَارُهُ عَلَى نَفْسِه.

کسی شخص کے کرم کی نشانی خود اس کا اپنے نفس پر ایثار کرنا ہے۔

● مِنْ إِنْصَافِ الرجل قَبُولُهُ الْحَقَّ إِذَا بَانَ لَهُ وَمِنْ نُصْحِهِ [لاخيه][2] نَهْيُهُ عَمَّا لَا يَرْضَاهُ لِنَفْسِه.[3]

کسی شخص کے انصاف کی دلیل یہ ہے کہ جب اس کے لیے حق آشکار ہو جائے تو وہ اسے قبول کرے۔ کسی شخص کا اپنے بھائی کو نصیحت کرنا یہ بھی ہے کہ جو وہ خود پسند

---

[1] یہ حدیث نقل بالمعنی ہوئی تھی ہم نے اصل الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے۔ مترجم۔

[2] یہ مؤلف نے نقل کیا ہے۔ مترجم۔

[3] مولف نے نہیہ کے پہلے لاخیہ بھی نقل کیا ہے جو اصل مصدر میں موجود نہیں۔ مترجم۔

نہیں کرتا اس سے اپنے بھائی کو بھی روکے۔

❁ مِنْ شُكْرٍ.. مَعْرِفَةُ إِحْسَانِ مَنْ أَحْسَنَ إِلَيْهِ وَمِنْ تَوَاضُعِهِ مَعْرِفَتُهُ بِقَدْرِهِ.

شکر کرنے (کے لوازم میں سے ایک) احسان کرنے والے کے احسان کی معرفت ہے۔ تواضع (کا ایک پہلو) انسان کا اپنی قدر و قیمت کی معرفت رکھنا ہے۔

❁ الْعَامِلُ بِالظُّلْمِ وَالْمُعِينُ عَلَيْهِ وَالرَّاضِي بِهِ شُرَكَاءُ ثَلَاثَةٌ.[1]

جو ظلم سے آگاہ ہے، جس نے ظالم کی مدد کی ہے اور جو اس ظلم پر راضی ہے یہ تینوں ظلم میں شریک ہیں۔[2]

❁ مِنْ سَلَامَةِ الْإِنْسَانِ قِلَّةُ حِفْظِهِ لِعُيُوبِ غَيْرِهِ وَعِنَايَتُهُ بِإِصْلَاحِ عُيُوبِهِ.[3]

دوسروں کے عیوب پر کم توجہ رکھنا، اور اپنے نفس کی اصلاح کی کوشش کرنا، انسان کی سلامتی کی دلیل ہے۔

❁ مَنْ أَخْطَأَ وُجُوهَ الْمَطَالِبِ خَذَلَتْهُ الْحِيَلُ وَالطَّامِعُ فِي وِثَاقِ الذُّلِّ.

---

[1] مصنف نے العامل کی جگہ العالم درج کیا ہے۔ دیکھیے: تحف العقول: ص ۳۱۶۔

[2] فقہاء قصاص کے بارے میں کہتے ہیں: اگر کسی شخص نے ایک انسان کو پکڑ رکھا ہو اور دوسرا اسے قتل کرے اور تیسرا کھڑا دیکھ رہا ہو لیکن اسے چھڑوانے کا اقدام نہ کرے تو امیر المومنینؑ کے فیصلے کی بنا پر حکم یہ ہے: قاتل کو سزائے موت ہو گی، پکڑنے والے کو عمر قید اور دیکھنے والے کی آنکھیں گرم سلاخ سے باہر نکال جائیں گی۔ اس حدیث میں عامل (یا عالم) سے مراد ظلم کرنے والا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلمہ تصحیف کی وجہ سے عامل سے عالم ہو گیا ہے۔

[3] کشف الغمہ۔

جو واقعیت میں فکر کرنے میں خطا کر بیٹھے، اسے پوری صدی کے افراد بھی نہیں بچا سکتے۔ لالچی بندِ ذلت میں گرفتار ہے۔

❁ النَّاسُ إِخْوَانٌ فَمَنْ كَانَتْ أُخُوَّتُهُ فِي غَيْرِ ذَاتِ اللّٰهِ فَإِنَّهَا تَحُوزُ عَدَاوَةً وَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى ﴿الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ﴾[1].

انسان ایک دوسرے کے بھائی ہیں، اگر یہ برادری غیر خدا کے لیے ہو تو اس کا انجام دشمنی پر ہو گا اور یہ خدا کا قول ہے: اور اس دن متقین کے علاوہ سب ایک دوسرے کے دشمن ہونگے۔

❁ مَنِ اسْتَحْسَنَ قَبِيحاً كَانَ شَرِيكاً فِيهِ.

جو کسی برائی کو اچھا بنا کر پیش کرے، وہ اس برائی میں شریک ہے۔

❁ كُفْرُ النِّعْمَةِ دَاعِيَةُ الْمَقْتِ وَمَنْ جَازَاكَ بِالشُّكْرِ فَقَدْ أَعْطَاكَ أَكْثَرَ مِمَّا أَخَذَ مِنْكَ.

کفرانِ نعمت کا انجام دشمنی ہے۔ جو کوئی بھی تیرا شکریہ ادا کرے، جتنا اس نے لیا ہے اس سے زیادہ تجھے بخشا ہے۔

❁ لَا يُفْسِدُكَ الظَّنُّ عَلَى صَدِيقٍ وَقَدْ أَصْلَحَكَ الْيَقِينُ لَهُ وَمَنْ وَعَظَ أَخَاهُ سِرّاً فَقَدْ زَانَهُ وَمَنْ وَعَظَ عَلَانِيَةً فَقَدْ شَانَهُ.

اپنے دوست کے بارے میں اپنے یقین کو ایک گمان کی وجہ سے خراب نہ کر۔ جو کوئی بھی اپنے بھائی کو تنہائی میں نصیحت کرے اس نے اسے آراستہ کیا ہے اور جس نے

---

[1] الزخرف:٦٧۔

اعلانیہ طور پر نصیحت کی اس نے اسے عیب دار کیا ہے۔

● الصَّبْرُ عَلَى الْمُصِيبَةِ مُصِيبَةٌ عَلَى الشَّامِتِ بِهَا.

مصیبت پر صبر اس پر ملامت کرنے والے کے لیے مصیبت ہے۔

● ثَلَاثٌ يُبَلِّغْنَ بِالْعَبْدِ رِضْوَانَ اللهِ كَثْرَةُ الِاسْتِغْفَارِ وَ خَفْضُ الْجَانِبِ وَ كَثْرَةُ الصَّدَقَةِ.

تین خصلتیں انسان کو رضائے الٰہی سے ہمکنار کرتی ہیں: کثرت استغفار، نیک سیرت اور کثرت سے صدقہ دینا۔

● لَوْ سَكَتَ الْجَاهِلُ مَا اخْتَلَفَ النَّاسُ.

اگر جاہل خاموش رہے تو لوگوں میں اختلاف نہ ہو۔[1]

● مَقْتَلُ الرَّجُلِ بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَ الرَّأْيُ مَعَ الْأَنَاةِ وَ بِئْسَ الظَّهِيرُ الرَّأْيُ الْفَطِيرُ.

انسان کی قتل گاہ اس کے جبڑوں کے درمیان ہے۔ رائے ہمیشہ فکر و تامل کے ساتھ ہے۔ خام فکری، برائی کی پشت پناہ ہے۔

● ثَلَاثُ خِصَالٍ تَجْتَلِبُ بِهِنَّ الْمَحَبَّةَ الْإِنْصَافُ فِي الْمُعَاشَرَةِ وَ الْمُوَاسَاةُ فِي الشِّدَّةِ وَ الِانْطِوَاعُ وَ الرُّجُوعُ إِلَى قَلْبٍ سَلِيمٍ.

---

[1] جہالت کا لازمہ خطا اور غلطی کرنا ہے، کیونکہ جاہل انسان علم و معارف سے نور اخذ نہیں کرتا اور ملکات فاضلہ سے بے بہرہ ہوتا ہے نیز صحیح قوانین و قواعد سے لاعلم ہوتا ہے۔ لہذا سزاوار ہے کہ وہ دین و دنیا کے مسائل میں خاموشی اختیار کرے۔ ورنہ ہدایت اس سے دور اور ہدف گم ہو جائے گا۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس کے سکوت کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے برے نتائج سامنے آئیں۔

تین چیزیں محبت کی وجہ بنتی ہیں: معاشرت میں انصاف؛ مشکلات میں مساوات سے کام لینا؛ اور پاک و صاف قلب کا حامل ہونا۔

● الخَلْقُ أَشْكَالٌ فَكُلٌّ يَعْمَلُ عَلَى شَاكِلَتِهِ.

انسانوں کی شکلیں مختلف ہیں اور ہر کوئی اپنی فطرت و طبیعت کے مطابق عمل کرتا ہے۔

● الشَّرِيفُ كُلُّ الشَّرِيفِ مَنْ شَرَّفَهُ عِلْمُهُ وَالسُّؤْدَدُ حَقُّ السُّؤْدَدِ لِمَنِ اتَّقَى اللَّهَ رَبَّهُ.

شریفوں کا شریف وہ ہے جس کا شرف اس کا علم ہو۔ سرداریوں کی سرداری اس کے لیے ہے جو تقویٰ الٰہی رکھتا ہو۔

● لَا تُعَاجِلُوا الْأَمْرَ قَبْلَ بُلُوغِهِ فَتَنْدَمُوا.

مناسب وقت آنے سے پہلے کسی کام کی انجام دہی میں جلدی نہ کرو ورنہ پشیمان ہو گے۔

● لَا يَزَالُ الْعَقْلُ وَ الْحُمْقُ يَتَغَالَبَانِ عَلَى الرَّجُلِ إِلَى ثَمَانِي عَشْرَةَ سَنَةً فَإِذَا بَلَغَهَا غَلَبَ عَلَيْهِ أَكْثَرُهُمَا فِيهِ.

انسان کے وجود میں عقل اور حماقت ہمیشہ ایک دوسرے سے نبرد آزما رہتی ہیں یہاں تک کہ وہ سترہ سال کا ہو جائے؛ پھر ان دو میں سے جو اس میں زیادہ ہوتی ہے، اس عمر میں، وہ دوسری پر غلبہ پا لیتی ہے۔

● لَا يَطُولَنَّ عَلَيْكُمُ الْأَمَدُ فَتَقْسُوَ قُلُوبُكُمْ . وَ اطْلُبُوا الرَّحْمَةَ مِنَ اللَّهِ بِالرَّحْمَةِ لَهُمْ.

اپنی امیدیں اور آرزوئیں طولانی نہ کرو کیونکہ یہ دلوں کی سختی کا باعث بنتی ہیں۔ دوسروں کے ساتھ رحمت سے پیش آنے کے ذریعے اپنے لیے رحمت خدا طلب کرو۔

❁ مَنِ اسْتَفَادَ أَخاً فِي اللّٰهِ فَقَدِ اسْتَفَادَ بَيْتاً فِي الْجَنَّةِ.

جسے راہ خدا میں کوئی بھائی مل جائے تو ایسا ہے جیسے اسے بہشت میں گھر نصیب ہو گیا ہے۔[1]

❁ مَنْ أَمَّلَ فَاجِراً كَانَ... عُقُوبَتُهُ الْحِرْمَانَ.

جو بھی تباہ کاریوں کی امید رکھے گا اس کا انجام محرومیت ہے۔

❁ مَا أَنْعَمَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَىٰ عَبْدٍ نِعْمَةً فَعَلِمَ أَنَّهَا مِنَ اللّٰهِ إِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ جَلَّ اسْمُهُ لَهُ شُكْرَهَا قَبْلَ أَنْ يَحْمَدَهُ عَلَيْهَا وَلَا أَذْنَبَ ذَنْباً فَعَلِمَ أَنَّ اللّٰهَ مُطَّلِعٌ عَلَيْهِ إِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ إِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ قَبْلَ أَنْ يَسْتَغْفِرَهُ.

خدا اپنے بندے کو جو نعمت بھی عطا کرتا ہے، اگر وہ جانتا ہو کہ یہ خدا کی جانب سے ہے تو اس سے پہلے کہ اس کی زبان اس کی حمد کرے، اس نعمت کا شکر اس بندے کے نامہ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے۔ اور جو بندہ جانتا ہو کہ خدا اس کے گناہوں کی خبر رکھتا ہے اور اس پر عذاب نازل کر سکتا ہے اور بخش بھی سکتا ہے، تو وہ کسی گناہ کا مرتکب نہیں ہوگا مگر یہ کہ مغفرت طلب کرنے سے پہلے ہی اسے بخش دیا جائے گا۔

❁ مَنْ رَكِبَ مَرْكَبَ الصَّبْرِ اهْتَدَىٰ إِلَىٰ مِضْمَارِ النَّصْرِ.

جو صبر کی سواری پر سوار ہوا وہ حتمی اور آخری کامیابی سے ہمکنار ہوگا۔

---

1 مؤلف نے "بیتا" کی جگہ "اخا" رقم کیا ہے۔ مترجم۔

• مَنْ غَرَسَ أَشْجَارَ التُّقَى اجْتَنَى ثِمَارَ الْمُنَى.

جو تقویٰ کا درخت لگاتا ہے وہ کامیابی کا پھل پاتا ہے۔

• مَوْتُ الْإِنْسَانِ بِالذُّنُوبِ أَكْثَرُ مِنْ مَوْتِهِ بِالْأَجَلِ وَحَيَاتُهُ بِالْبِرِّ[1] أَكْثَرُ مِنْ حَيَاتِهِ بِالْعُمُرِ.

انسان کی گناہوں کی وجہ سے موت اس کی اجل کی وجہ سے آئی موت سے زیادہ سنگین ہے۔ انسان کی نیک زندگی اس کی طولانی زندگی سے بہتر ہے۔

• مَنْ وَثِقَ بِاللّٰهِ وَتَوَكَّلَ عَلَيْهِ نَجَّاهُ مِنْ كُلِّ عَدُوٍّ[2]. [وحرزه من كل عدو][3] وَاللّٰهِ لَوْ كَانَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُونَ رَتْقاً عَلَى عَبْدٍ ثُمَّ اتَّقَى اللّٰهَ لَجَعَلَ اللّٰهُ لَهُ مِنْهَا مَخْرَجاً.[4]

---

[1] مؤلف نے "بالبر" کی جگہ "بالبرکۃ" رقم کیا ہے۔ مترجم۔

[2] مؤلف نے "عدو" کی جگہ "سوء" رقم کیا ہے۔ مترجم۔

[3] بین قوسین عبارت کشف الغمہ میں درج نہیں۔ مترجم۔

[4] آخری دونوں حدیثوں کو بہت زیادہ لفظی فرق کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، حدیث اول ہم نے مؤلف کی نقل کے مطابق اور دوسری کشف الغمہ کے مطابق نقل کی ہے۔ نیز جن احادیث کے آگے حوالہ درج نہیں ہے وہ کشف الغمہ سے نقل کی گئی ہیں۔ مؤلف نے ان روایات کے نقل کرنے میں جو حوالے پیش کیے ہیں وہ یہ ہیں: بحار الانوار: ج ۱۶، ص ۲۱۴ نقل از اعلام الدین؛ نزھۃ الناظر: ص ۴۸؛ اتحاف شبراوی: ص ۷۷؛ نور الابصار شبلنجی: ص ۱۴۸۔ متن میں پیش کی گئی احادیث ہم نے شیعی کتب مصادر سے نقل کی ہیں تاکہ معصوم کے نقل شدہ اقوال سے نزدیک تر ہے، نیز جہاں بھی کہا گیا ہے کہ یہ حدیث کسی مصدر میں نہیں مل سکی اس کا مطلب

جو خدا پر اطمینان رکھتا ہو اور اس پر توکل کرے، تو خدا اسے ہر دشمن سے نجات دیتا ہے اور ہر دشمن سے امان میں رکھتا ہے۔ جب بھی آسمان کسی بندے پر بند ہو جائیں لیکن وہ اہل تقویٰ ہو تو خدا اس کے لیے نکلنے کی راہ فراہم کر دیتا ہے۔

یہ گوہر بار اقوال بشر کی سعادت مندی فراہم کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ وہ اصول جو اجتماعی آداب کو تقویت بخشیں ان پر عمل کر کے انسان ملکات فاضلہ سے آراستہ ہو سکتے ہیں۔ علو نفس، طہارت روح، استواری عقل، اور حسن عمل وہ عوامل ہیں جو انسان کو انسانیت کے بلند مقام سے ہمکنار کرتے ہیں۔ انسان اس ذریعے سے برے اعمال اور اخلاقی خرابیوں سے دور ہو جاتا ہے نیز اس کا دل آلودگیوں اور ناپسند کثافتوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ فضیلت کی جانب جانے والی راہ اس کے لیے ہموار ہو جاتی ہے، اور شہوتوں کی جانب ذرا سا میل بھی اسے اس کو راہ سے گمراہ نہیں کرتا۔ اس کے دل میں گناہ کی ہوس نہیں رہتی اور مادیات کی لالچ، حرص و طمع اسے سرگرم نہیں رکھتی۔ وہ اپنے مال میں بخل سے کام نہیں لیتا اور دوسرے کی آبرو پر تجاوز کرنے کی نیت اپنے دل و دماغ سے نوچ پھینکتا ہے۔

ایسے قیمتی گوہر ایک دانا گوہر شناس کے ہاتھوں سے ہی لیے جاتے ہیں، اور ان کے ذریعے سے کامیابی حاصل کرنے کے لیے ان کی حفاظت کرنا اور ان پر سختی سے عمل پیرا ہونا اور اس کی کوشش کرنا ضروری ہے۔ بازار حیات کے شور شرابے میں یہ وہ

ہے کہ مترجم کو مصادر اولیہ میں نہیں مل سکی، البتہ جن کتب سے مؤلف نے احادیث نقل کی ہیں ان میں ان کی موجودگی کی نفی نہیں کی گئی۔ مترجم۔

واحد متاع ہے جو تباہی اور نقصان کا سودا قبول نہیں کرتی۔

maablib.org

امام کا ام الفضل سے عقد نکاح

جب امام جوادؑ کی فضیلت مامون پر اس طرح واضح ہوئی کہ امام کم سن ہونے کے باوجود بھی علم و حکمت اور آداب کی اوج پر ہیں اور قوم کے بڑوں سے بھی اس زمینے میں برتر ہیں تو اس نے اپنی بیٹی ام الفضل سے ان کی شادی کرنے کا ارادہ کر لیا[1] اس ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اس نے بعض افراد کو مدینے روانہ کیا تا کہ امام کو بغداد لایا جا سکے۔[2] لانے کے بعد اس نے امام کو اپنے گھر کے نزدیک گھر دیا، اس وقت یعنی ۲۱۱ ہجری میں امام کا سن مبارک ۱۶ سال تھا۔[3]

جب بنی عباس مامون کے اس ارادے سے باخبر ہوئے تو انہیں یہ بات پسند نہ آئی۔ وہ اس ڈر سے کہ امام جوادؑ کے ساتھ بھی اس کام کا انجام وہی نہ ہو جو ان کے والد امام رضاؑ کے ساتھ ہوا تھا، مامون کے پاس گئے اور اسے خدا کا واسطہ دیا تا کہ وہ اپنے اس ارادے سے باز رہے۔ من جملہ اس سے کہا: خاندان رسول ﷺ اور ہمارے درمیان پائے جانے والے مسائل سے تو خود بھی آگاہ ہے۔ تجھ سے پہلے آنے والے خلفائے راشدین نے انہیں ہمیشہ یا جلا وطن رکھا ہے یا قید میں اور وہ ان کی تحقیر کرتے رہے ہیں۔ ہم اب تک امام جوادؑ کے والد کے ساتھ تیرے رویے کی وجہ سے ڈرے ہوئے تھے، وہ تو خدا ہمارے لیے اس امر میں کافی ہوا، تجھے خدا کی قسم دیتے ہیں ہم پر پھر

---

[1] ارشاد مفید۔

[2] مرآۃ العقول: ج ۱، ص ۲۳۸۔

[3] دلائل الامامہ: ص ۳۰۷۔

maablib.org

ایک اور ایسی مصیبت نازل نہ کرو جس سے ہم ابھی نکلے ہیں۔ ابن رضاؑ سے اپنی نظر موڑ کر اپنے رشتہ داروں میں سے کسی ایک کی جانب کرلے جسے تو اس امر کے لائق سمجھتا ہو۔

مامون نے کہا: جو کچھ تمہارے اور ابو طالبؑ کے بیٹوں کے درمیان ہوا اس کی وجہ تم لوگ خود ہو، اگر انصاف سے کام لو تو وہ تم سے زیادہ قابلیت رکھتے ہیں۔ مجھ سے پہلے کے خلفاء نے جو کچھ کیا ہے وہ سب قطع رحم کے حکم میں آتا ہے اور میں اس کام سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ خدا کی قسم! علی بن موسیٰ الرضاؑ کو اپنی جانشینی کے لیے منتخب کرنے پر میں ذرہ برابر بھی پشیمان نہیں ہوں۔ بلکہ میں نے تو ان سے چاہا تھا کہ وہ میری زندگی میں ہی خلیفہ بن جائیں اور میں ردائے خلافت اتار دیتا ہوں لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا اور پھر خدا کی تقدیر جاری ہوگئی۔[1]

اس کے بعد مامون نے بنی ہاشم کے ساتھ ماقبل خلفاء کے رویے کے بارے میں کہا: جب رسول اللہ ﷺ کے بعد ابو بکر خلیفہ ہوا، تو اس نے بنی ہاشم میں سے کسی کو بھی وزارت نہیں دی۔ عمر نے بھی اسی کی طرح عمل کیا۔ جب عثمان خلیفہ ہوا تو اس نے عبد شمس کی اولاد میں سے اپنے رشتے داروں کی جانب رخ کرلیا۔ اس نے انہیں شہروں میں وزارتیں اور ولایتیں بخشیں اور بنی ہاشم میں سے کسی کی بھی جانب توجہ نہیں کی۔ لیکن جب علیؑ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے خاندان ابو طالبؑ میں سے تو کسی کو وزارت نہیں دی لیکن عباس کے بیٹوں کو وزارت بخشی۔ عبد اللہ بن عباس کو بصرہ کا، عبید اللہ

[1] احتجاج طبرسی: ص ۴۲۵.

بن عباس کو یمن کا، معبد کو مکہ کا، قثم کو بحرین کا والی بنایا۔ جس کا نسب بھی عباس سے ملتا تھا وہ اسے کسی علاقے کا والی بناتے تھے۔ لہذا علی کا ہماری گردن پر حق ہے اور ان کے بیٹوں کے ساتھ میں جو کچھ کر رہا ہوں یہ اسی کا صلہ واجر ہے۔[1]

اور یہ جو میں نے ابو جعفر جواد کو چنا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کم سن ہونے کے باوجود بھی تمام اہل فضل وعلم پر فوقیت رکھتے ہیں اور علم وحکمت میں ایک عجیب صلاحیت کے مالک ہیں۔ میں امید رکھتا ہوں کہ جو کچھ میں نے ان میں پایا ہے وہ لوگوں لیے آشکار ہوگا اور وہ جان جائیں گے کہ میرا سوچنا صحیح تھا۔

بنی عباس نے کہا: ہر چند کہ اس جوان کے خلق ورفتار نے تجھے حیرت زدہ کر دیا ہے اور تو اسے عجیب صلاحیت کا مالک بتاتا ہے لیکن بہر حال وہ ابھی چھوٹا ہے۔ وہ معارف سے آشنائی نہیں رکھتا اور اسے فقہ کا علم نہیں۔ اپنی رائے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اسے کچھ وقت دے تاکہ وہ لازمی آداب سیکھ لے۔

مامون نے کہا: وائے ہو تم پر! میں انہے تم سب سے زیادہ جانتا ہوں۔ اس خاندان افراد کا علم خدا کی جانب سے الہام کے ذریعے ہوتا ہے، اس کے اجداد بھی ہمیشہ ودین وادب میں ناقص مردوں سے بے نیاز اور غنی تھے۔ اگر تم چاہو تو اسے آزما ہو تاکہ تم پر اس کے وہ فضائل وکمالات آشکار ہو جائیں جن کا میں نے تذکرہ کیا ہے۔

بنو عباس نے کہا: اے امیر المومنین! آپ نے انصاف کیا اور ہمیں انہیں آزمانے

---

[1] تذکرۃ الخواص: ص ۲۰۱

کا موقع فراہم کر کے راضی کیا۔ ہمارے اور ان کے لیے ایک نشست کا بندوبست کیجیے تاکہ ہم ایسے شخص کو لائیں جو اس سے فقہی سوال کر سکے۔ اگر اس نے صحیح جواب دیے ہمیں اس سے شادی پر کوئی اعتراض نہ ہوگا اور یوں سب کے لیے آپ کی رائے کی درستی بھی عیاں ہو جائے گی۔ لیکن اگر وہ صحیح جواب نہ دے سکا تو اس کے بارے میں ہماری اس قدر خیر خواہی ہی کافی ہو گی۔

مامون نے کہا: تمہیں اختیار ہے جب چاہو اس کا امتحان لے سکتے ہو۔

بنی عباس نے اتفاق رائے کے ساتھ یحییٰ بن اکثم کا نام پیش کیا۔[1] انہوں نے اسے فرواں مال دینے کا وعدہ کیا اس شرط پر کہ وہ ایسے سوال تیار کرے جن کا جواب امام

---

[1] اکثم یا اکتم کے معنی ہیں بڑے پیٹ والا مرد۔ یحییٰ اہل خراسان میں سے تھا سن ۲۰۲ ہجری میں ابراہیم بن شکلہ نے امین کے بعد اسے بصرہ میں مسند قضاوت سونپ دی تھی۔ بیس سال تک وہ اس عہدے پر فائز رہا، جب اہل بصرہ نے اس کی تحقیر کی تو اس نے ان سے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کی جانب سے مکے میں مقرر کردہ قاضی عتاب، یمن میں مقرر کردہ قاضی معاذ بن جبل اور عمر کی جانب سے بصرہ میں مقرر کردہ قاضی کعب بن سوار سے افضل ہوں! سن ۲۱۰ ہجری تک وہ بصرہ میں تھا اس کے بعد بغداد میں مامون کی جانب سے مسند قضاوت پر متمکن ہوا اور سال ۲۱۵ ہجری میں مامون کی طرف سے ہی مصر کا قاضی بنا۔ اس کے بعد بعض افراد کی جانب سے اس کی بدگوئی کرنے پر مامون نے اسے برطرف کر دیا اور وہ بغداد آگیا اور وہیں رہنے لگا یہاں تک کہ متوکل خلیفہ ہوا اور اس نے ابو داؤد کی جگہ یحییٰ کو مسند قضاوت سونپ دی۔ سال ۲۴۰ ہجری میں اسے معزول کر دیا گیا اور اس کا تمام مال و متاع اس کے ہاتھوں سے چھن گیا، وہ خانہ نشین ہو گیا۔ ۲۴۱ ہجری میں اپنی بیٹی کے ساتھ حج پر گیا اور وہیں رہنے کی نیت کر لی۔ لیکن حج

جواد نہ دے سکیں۔ مامون نے قبول کر لیا اور مناظرے کا وقت طے پا گیا جس میں بنی عباس کے تمام بزرگان شامل ہوئے۔

مامون نے حکم دیا کہ اس کے تخت کے ساتھ امام تقی الجوادؑ کے لیے ایک خوبصورت مسند لگائی جائے۔ اس پر دو تکیے لگے ہوئے تھے۔ مقررہ دن یحییٰ بن اکثم امام کے سامنے آن بیٹھا۔ دربار میں موجود افراد بھی اپنی شخصیت کے حساب سے اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے۔ یحییٰ نے سوال پوچھنے کی اجازت مانگی اور امام نے اسے اجازت دے دی۔

یحییٰ ابن اکثم کا سوال اور امام جواد کا جواب

یحییٰ نے سوال کیا: جو شخص احرام میں ہوتے ہوئے کسی حیوان کا شکار کرے اس کے بارے میں آپ کا کیا کہنا ہے؟

امام جوادؑ نے فرمایا: یہ سوال مختلف جہات رکھتا ہے تیرا سوال کس جہت و شکل

کے تمام ہونے کے بعد اسے خبر ملی کہ متوکل اس سے راضی ہو گیا ہے جس کی وجہ سے وہ عراق کی جانب واپس پلٹا۔ سن ۲۴۱ ہجری جمعہ کے دن ذی الحج کے مہینے میں ربذہ میں موت نے اسے آ لیا اور وہ وہیں دفن ہوا۔ اس کی تاریخ ولادت سال ۱۸۸ ہجری بتائی گئی ہے۔

یحییٰ حدیث میں غیر ثقہ ہے۔ ابن معین کہتا ہے: وہ بڑا ہی جھوٹا انسان ہے، وہ دوسروں کی کتابیں خرید کر انہیں اپنی جانب نسبت دیتا تھا۔ وہ عبداللہ بن ادریس سے ایسی احادیث نقل کرتا ہے جو اس نے اس سے سنی ہی نہیں ہیں۔ حد تواتر رکھنے والی روایات کے مطابق وہ عمل قوم لوط انجام دیا کرتا تھا۔ (نقل از تاریخ بغدادی: ج ۱۴، ص ۱۹۱؛ تہذیب التہذیب: ج ۱۱، ص ۱۷۹)

سے متعلق ہے؟ کیا اس نے یہ حیوان حرم کی حدود میں شکار کیا ہے یا اس سے باہر؟ کیا مسئلہ پہلے سے جانتا تھا یا نہیں جانتا تھا؟ حیوان کو دانستہ طور پر مارا ہے یا غلطی سے؟ احرام میں موجود شخص غلام تھا یا آزاد؟ یہ کام اس نے پہلی بار کیا تھا یا اس سے پہلے بھی کر چکا تھا؟ کیا وہ اپنے عمل پر مصر تھا یا پشیمان؟ حیوان کو دن میں مارا ہے یا رات میں؟ احرام عمرے کا تھا یا حج کا؟ حیوان پرندہ تھا یا غیر پرندہ؟ چھوٹا تھا یا بڑا؟ ان دس مختلف شکلوں کا حکم اور فدیہ مختلف ہے۔

یحیٰ متحیر ہو گیا اور اس کے چہرے پر ناتوانی کے آثار نمایاں ہوئے، زبان میں لکنت آگئی، اسے سمجھ نہیں آتا تھا کہ کیا بولے۔ تمام حاضرین نے اس کی حالت کی خرابی بھانپ لی۔ مامون نے کہا: خدا کی حمد کرتا ہوں اس نعمت اور توفیق پر کہ اس نے اس معاملے میں مجھے صحیح رائے سے نوازا۔ اس کے بعد اس نے اپنے رشتے داروں کی جانب رخ کر کے کہا: تم لوگ جس چیز کا انکار کرتے تھے اب تو اس کے بارے میں جان گئے ہو گے؟[1]

اس کے بعد اس نے امام سے تقاضا کیا کہ وہ مسئلے کی ان مختلف شکلوں کا حکم بھی خود ہی بیان فرما دیں۔

امام جوادؑ نے فرمایا: اگر مُحرِم حرم سے باہر کسی بڑے پرندے کو مارے تو اس کا فدیہ ایک گوسفند ہے۔ اور اگر یہ حرم میں ہو تو دو گوسفند۔

اگر حرم کے باہر کسی چھوٹے پرندے کو مارے تو اس کا فدیہ گوسفند کا بچہ ہے

---

[1] ارشاد مفید: بحار الانوار: ج ۵۰، ص ۷۶.

جس نے تازہ دودھ چھوڑا ہو اور اس کی قیمت ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔

اگر حیوان وحشی تھا تو وحشی خچر کا فدیہ گائے ہے اور شتر مرغ کا فدیہ بڑا اونٹ ہے۔

اگر وہ یہ فدیہ ادا کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے اور اگر یہ بھی نہ کر سکتا ہو تو ۱۸ دن روزے رکھے۔

گائے کا فدیہ گائے ہے اور اگر وہ اس کی قدرت نہ رکھتا ہو تو دس مسکینوں کو کھانا کھلائے اور اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو تین دن روزے رکھے۔

اگر حیوان ہرن ہو تو اس کا فدیہ گوسفند ہے۔ اگر یہ نہ دے سکے تو دس مسکینوں کو کھانا کھلائے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو تین دن روزے رکھے۔

اگر حیوان کو حرم میں مارا ہو اور احرام حج کا ہو، تو بیان شدہ ہر مورد میں فدیہ دوگنا ہے، لازم ہے کہ اسے بعنوان ہدی کعبے لے کر جائے اور لوگوں کے ساتھ منیٰ میں قربان کرے۔ اور اگر اس کا احرام عمرے کا تھا تو مکے میں قربان کرے اور اس کی قیمت بھی دے تاکہ وہ دوگنا ہو جائے۔

اگر اس نے خرگوش کو مارا ہے تو اس کا فدیہ گوسفند ہے۔ اگر کبوتر مارا ہے، تو اس کا فدیہ بھی گوسفند ہے اور لازم ہے کہ ایک درہم صدقہ بھی دے یا ایک درہم کی حرم کے کبوتروں کے لیے گندم خریدے۔ اگر کبوتر کا بچہ ہو تو اس کا آدھا درہم کافی ہے، اگر انڈا ہو تو ایک چہارم درہم کافی ہے (یا اسے صدقہ کرے یا حرم کے کبوتروں کے

لیے اس سے گندم خریدے)[1]

اگر شخص مُحرِم سے کوئی عمل نادانی اور لاعلمی کی بنا پر سرزد ہو جائے تو اس کا فدیہ نہیں ہے، لیکن شکار کی صورت میں فدیہ ہو گا چاہے محرم عالم ہو یا جاہل، عمدی طور پر انجام دے یا غلطی سے۔

جو عمل بھی کوئی غلام انجام دے اس کا کفارہ ایک آزاد مرد کے برابر اس کے مالک پر ہے۔

اگر کوئی نابالغ بچہ کوئی کام انجام دے تو اس کا فدیہ معاف ہے، لیکن اگر وہ اسے مکرراً انجام دیتا ہے تو خدا اس سے انتقام لے گا؛ ہر چند اس پر کفارہ نہیں ہو گا، لیکن آخرت میں مشمول عذاب ہو گا۔

اگر ایک شخص مُحرِم شکار کا نشان بتائے اور دوسرا اسے مارے تو نشان دینے والا فدیہ دے گا۔

جو شخص شکار کرنے پر اصرار کرے اسے فدیہ دینے کے بعد عقوبت اخروی بھی دامن گیر ہو گی اور جو پشیمان ہو گا فدیہ دینے کے بعد مشمول عذاب نہیں ہو گا۔

اگر حیوان کو رات میں مارا ہے، اور شکار اپنے آشیانے میں ہو اور ایسا غلطی سے ہوا ہو تو محرم پر کفارہ نہیں ہے لیکن اگر عمداً ایسا ہوا ہے تو چاہے دن میں ہو یا رات میں اس پر فدیہ دینا واجب ہے۔[1]

madlib.org

[1] مدینۃ المعاجز: ص ۵۲۷، باب ۳۹.

مامون نے کہا: بہت خوب اے ابو جعفرؑ! خدا آپ سے اس سے بھی زیادہ نیکی کرے۔ اگر آپ یحیٰ سے کوئی سوال پوچھنا چاہیں تو پوچھ سکتے ہیں جیسا کہ اس نے آپ سے پوچھا ہے۔

امام نے یحیٰ سے فرمایا: تجھ سے پوچھوں!

یحیٰ نے کہا: میں آپ پر فدا! آپ تو خود جانتے ہیں! اگر مجھے جواب معلوم ہوا تو عرض کر دوں گا اگر نہیں جانتا ہوا تو آپ سے سیکھ لونگا۔

امام نے فرمایا: یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک مرد کا اول صبح میں ایک عورت پر نظر کرنا حرام تھا، پھر دن کے وسط میں حلال ہو گئی، ظہر کے وقت حرام ہو گئی، عصر کے وقت حلال ہو گئی، غروب کے وقت حرام ہو گئی، آخر شب میں حلال ہو گئی، آدھی رات کو حرام ہو گئی اور طلوع فجر کے وقت حلال ہو گئی۔

یحیٰ بن اکثم سرے سے صورت مسئلہ ہی نہیں سمجھ پایا، اس نے اپنے جہل کا اعتراف کر لیا اور امام سے اس سوال کے جواب کی درخواست کی۔

امام نے جواب میں فرمایا: یہ عورت ایک کنیز ہے جو کسی دوسرے کی ملکیت میں ہے۔ اول روز اس پر اس مرد کا نظر کرنا حرام ہے، وسط روز میں یہ اسے خرید لیتا ہے تو اس پر حلال ہو جاتی ہے، ظہر کے وقت اسے آزاد کر دیتا ہے تو اس پر نظر کرنا پھر حرام ہو جاتی ہے، عصر کے وقت اس سے شادی کر لیتا ہے تو پھر حلال ہو جاتی ہے، غروب

---

[1] ان تمام احکامات پر ابن جریر نے دلائل الامامہ: ص ۲۰۷؛ مسعودی نے الوصیہ: ص ۱۸۸ اور حسین بن عبد الوہاب نے عیون المعجزات: ص ۱۱۱ پر اتفاق کیا ہے۔

کے وقت اس سے ظہار کرتا ہے تو پھر حرام ہو جاتی ہے، آخر شب میں اس کا کفارہ دے دیتا ہے تو پھر حلال ہو جاتی ہے، آدھی شب میں اسے طلاق رجعی دے دیتا ہے تو اس پر حرام ہو جاتی ہے اور طلوع فجر کے وقت اس سے رجوع کر لیتا ہے تو اس پر حلال ہو جاتی ہے۔

مامون نے اپنے اقرباء کی جانب رخ کیا اور کہا: کیا تم میں سے کسی کو بھی ان دو مسئلوں کا علم تھا؟ سب نے کہا: خدا کی قسم! نہیں تھا۔ امیر المومنین کا انتخاب درست ہے۔ مامون نے کہا: وائے ہو تم پر یہ خاندان جو فضائل رکھتا ہے، وہ مخلوقات میں سے انہی سے مخصوص ہیں، ان کے یہاں کم سنی کمالات میں مانع نہیں ہوتی۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابی طالب کو دس سال کی عمر میں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تھی اور انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے کسی کو بھی اس سن و سال میں اپنی رسالت قبول کرنے کی دعوت نہیں دی تھی۔ امام حسن و حسین سے بیعت لی جبکہ وہ چھ سال سے کم تھے جبکہ ان دو کے علاوہ باقی کسی بچے سے بیعت نہیں لی۔ کیا اب بھی تم اس امر کو نہیں جانتے جسے خدا نے انہی سے مخصوص فرمایا ہے؟ یہ وہ اولاد ہے جس میں سے بعض بعض کے پدر ہیں اور جو ان کے پہلے کی شان ہے وہی ان کے آخری کی شان ہے۔

عباسیوں نے کہا: اے امیر المومنین آپ نے سچ کہا! اس کے بعد وہ اٹھے اور بے

ظہار کا مطلب ہے کہ شوہر بیوی سے کہے: تیری پشت مجھ پر ویسے ہی حرام ہے جیسے میری ماں کی۔ اس کی تفصیل جاننے کے لیے فقہی کتب کی جانب رجوع کیجیے۔ مترجم۔

قدرے ہو کر خواری کے ساتھ دربار سے باہر چلے گئے۔[1]

اس کے بعد مامون نے امام جوادؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا: آپ میری بیٹی ام الفضل کا اپنے ساتھ خطبہ عقد پڑھیے۔

خطبہ عقد

امام نے فرمایا: حمد مخصوص ہے ذات خدا سے جو اپنی نعمتیں اپنی رحمت کے سبب عطا کرتا ہے اور بندوں پر احسان کر کے ان کی ہدایت کرتا ہے۔[2] میں خدا کی اس کی نعمتوں کے اقرار کے ذریعے حمد کرتا ہوں، اور اخلاص کے ساتھ اس کی وحدانیت پر ایمان رکھتا ہوں اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔[3] خدا کا درود ہو محمد ﷺ پر جو اس کی بہترین مخلوق ہیں، اس نے ان میں وہ تمام فضائل جمع کیے جو بقیہ انبیاء میں پراگندہ تھے... درود ہو ان پر وہ درود جو کامل اور تمام ہے۔[4]

اما بعد لوگوں پر خدا کے فضل میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے حلال کے ذریعے حرام سے بے نیاز کر دیا ہے۔ وہ فرماتا ہے:

اپنے درمیان موجود غیر شادی شدہ مرد و زن کی شادیاں کرواؤ، اور ایسے ہی اپنے غلام اور کنیزوں کی بھی، اور اگر وہ فقیر ہوئے تو خدا انہیں اپنی عنایت سے بے نیاز کر

---

[1] ارشاد مفید۔

[2] اثبات الوصیہ، مسعودی۔

[3] اعلام الوریٰ: ص ۲۰۳۔

[4] دلائل الامامہ: ص ۲۰۷۔

دے گا اور اللہ وسعت بخشنے والا جاننے والا ہے۔[1]

میں محمد بن علی بن موسیٰ خدا کے بندے مامون کی بیٹی سے عقد کرتا ہوں اور اس کا مہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر اور اپنی جدہ فاطمہؑ کے مہر کے برابر ۵۰۰ درہم مقرر کرتا ہوں۔ کیا آپ اس مہر پر شادی کرنے کو راضی ہیں؟[2]

مامون نے کہا: خدائے حق کی حمد جس کے سامنے تمام کام پست اور ذلیل ہیں، وہ خدا جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں، میں اس کی ربوبیت کا اقرار کرتا ہوں اور درود کے قابل سمجھتا ہوں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو خدا کے بندے اور منتخب کردہ ہیں۔ اما بعد! خدا نے نکاح کو جس سے وہ راضی ہے نسبت ایجاد کرنے کا وسیلہ بنایا ہے اور میں اسی مقررہ مقدار مہر پر اپنی بیٹی زینب کا عقد محمد بن علی بن موسیٰؑ سے کرتا ہوں۔[3]

امام نے فرمایا: میں نے یہ نکاح مقرر مہر پر قبول کیا۔[4]

اس کے بعد مبارکباد اور تہنیت کی رسم کا آغاز ہو گیا۔ امام جوادؑ کے قدموں پر چاندی کے بنے ہوئے ڈبے نثار کیے گئے[5] اور اس کے بعد مجلس میں پراگندہ کر دیے گئے ان میں مشک و زعفران ڈال کر رکھی گئی تھی جن میں سے ہر ایک میں گراں قدر

---

[1] نور: ۳۲۔

[2] روضۃ الواعظین: ص ۲۰۵۔

[3] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۲، ص ۴۲۹۔

[4] روضۃ الواعظین: ص ۲۰۵۔

[5] اثبات الوصیہ: ص ۱۸۹۔

اموال، املاک اور باغوں کے نام مرقوم تھے۔ مجلس میں بیٹھے خواص نے انہیں جمع کرنے کے بعد کھولا اور اس میں جو لکھا ہوا تھا اس کی درخواست دی۔ فرمانداروں اور حکومتی افراد پر مال و زر کی تھیلیاں نچھاور کی گئیں، ان کے لیے چاندی سے بنے ظروف لائے گئے جو کشتی کی صورت میں تھے ان میں صاحبان مجلس کے لیے عطر لایا گیا جس سے سب لوگوں نے استفادہ کیا۔ کھانا لایا گیا جسے تمام حاضرین نے تناول کیا۔ وہ محفل سے اس حال میں اٹھے کہ امام جوادؑ کی برکت سے مالدار ہو چکے تھے۔[1]

ام الفضل کو احمد بن یوسف کے گھر لے جایا گیا جو دجلہ کے کنارے تھا، امام جوادؑ ایام حج تک وہیں مقیم رہے۔ اس کے بعد اپنے عیال کے ساتھ مکے اور اس کے بعد مدینے تشریف لے آئے۔[2]

---

[1] ارشاد مفید۔

[2] تاریخ طبری: ج۱۰، ص ۲۸۰ میں آیا ہے: احمد بن یوسف بن صبیح الکوفی کے گھر کوفے کے نواحی علاقے میں تھے۔ ان کے جد صبیح بجر بن علاء عجلی کے غلام تھے، کہتے ہیں کہ وہ قبطی تھے اور سری بن بشر نے انہیں خرید کر آزاد کیا تھا۔ احمد باہوش، ذکی اور نو آورد طبع کا مالک تھا، اسے لکھنے میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ اس کا بھائی قاسم اور ان دونوں کے بچے بھی ایسے ہی تھے۔ احمد دیوان مکاتبات کا ذمہ دار تھا اور مامون کے نزدیک کافی شان و منزلت کا حامل بھی تھا۔ اس کے والد بنو امیہ اور منصور کے چچا عبد اللہ بن علی کے یہاں لکھنے کا کام کرتے تھے۔ شیعہ محقق و متتبع سید محسن الامین نے اس کی تشیع کی تحقیق نہیں کی، البتہ گمان قوی یہی ہے کہ اس کے بھائی قاسم کے شیعہ ہونے پر اطمینان حاصل ہونے کے بعد یہ بھی شیعہ ہو گیا تھا۔ احمد ماہ رمضان ۲۱۳

روایت ام جعفر

ایک دن ہارون رشید کی بیٹی ام جعفر نے امام جوادؑ کی خدمت میں درخواست کی کہ آپؑ اس کے گھر تشریف لائیں۔ جب امام اس کے گھر آئے تو ان کا والہانہ استقبال و تکریم کی گئی۔ ام جعفر نے امام سے تقاضا کیا کہ امام اپنی زوجہ سے اس کے گھر میں ہی نزدیکی فرمائیں۔ امام گھر میں داخل ہونے کے بعد فوراً ہی بنا تاخیر کیے وہاں سے باہر نکل آئے، نکلتے وقت آپ اس آیت کی قرائت فرما رہے تھے:

جب انہوں نے اسے دیکھا، تو اسے بزرگ جانا۔[1]

ام جعفر نے کہا: اے میرے مولا! کیا وجہ ہوئی جو آپ نے مجھ پر نعمت کامل نہ فرمائی؟

امام نے فرمایا: امر خدا آگیا پس اس میں جلدی سے کام نہ لو۔[2]

نیز فرمایا: کچھ ایسا ہوا ہے جس کو عیاں کرنا اچھا نہیں۔

ام جعفر نے ام الفضل سے اس بارے میں پوچھا کہ ایسا کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا: پھوپھی جان نہیں معلوم اسے کیسے معلوم ہوا لگتا ہے جیسے کوئی ساحر ہو؛ خدا کی قسم! جیسے ہی اس کا جمال مجھ پر طلوع ہوا، مجھے خواتین کی مخصوص مشکل نے آلیا۔

ہجری میں دنیا سے رخصت ہوا۔ (معجم الادباء: ج ۵، ص ۱۶۱؛ تاریخ بغداد: ج ۵، ص ۲۱۶؛ اعیان الشیعہ: ج ۱۰، ص ۳۵۵)

1 یوسف: ۳۱۔

2 نحل: ۱۔

ام جعفر نے متحیر و مبہوت ہو کر امام کی جانب رخ کیا اور ان سے اس بارے میں سوال کیا جو واقع ہو چکا تھا۔ امام نے فرمایا: جو ہوا یہ خواتین کے پنہاں امور میں سے ہے۔ عرض کیا: کیا آپ علم غیب جانتے ہیں؟ فرمایا: نہیں عرض کیا: کیا آپ پر وحی ہوتی ہے؟ فرمایا: نہیں۔ عرض کیا: پھر اس بارے میں کیسے جان لیا، جبکہ خدا کے سوا کوئی علم غیب نہیں رکھتا؟ امام نے فرمایا: میں نے اسے علم خدا کے واسطے سے جانا ہے۔ عرض کیا: خواتین کی جانب سے اسے عظیم و بزرگ سمجھنے کی کیا وجہ تھی؟ فرمایا: جو کچھ ام الفضل کو اس کے ماہانہ امر سے لاحق ہوا ہے۔[1]

جب امام نے اپنی زوجہ کے ساتھ بغداد چھوڑنے اور مامون سے وداع ہونے کا ارادہ فرمایا تو لوگ کوفے تک امام کے ساتھ آئے۔ جب دار المسیب پر پہنچے اس وقت مغرب کا وقت ہو چکا تھا۔ امام مسجد میں داخل ہوئے۔ مسجد کے صحن میں بیری کا خشک درخت تھا جس میں پھل نہیں لگتے تھے۔ امام نے اس کی جڑ کے قریب بیٹھ کر وضو کیا اور نماز مغرب جماعت کے ساتھ پڑھی: پہلی رکعت میں الحمد کے بعد سورہ نصر اور دوسری رکعت میں الحمد کے بعد سورہ توحید کی تلاوت فرمائی اور پھر تیسری رکعت تمام فرما کر ذکر خدا بجا لائے اور اس کے بعد چار رکعت نماز نافلہ، تعقیبات اور سجدہ شکر بجا لائے[2] اس کے فوراً بعد نماز عشاء ادا کی۔[3] پھر اس درخت کے پاس تشریف لائے۔ یہ

---

[1] بحار الانوار: ج ۱۲، ص ۱۲۹، نقل از مشارق الانوار.

[2] ارشاد مفید.

[3] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۲، ص ۴۳۴.

وہ وقت تھا جب لوگوں نے مشاہدہ کیا کہ وہ پھلدار ہو چکا ہے، لوگوں نے اس سے بیر کھائے، کھانے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ انتہائی میٹھے ہیں جبکہ اس میں گٹھلی نام کی بھی کوئی چیز نہیں تھی۔[1]

ابن شہر آشوب نے نقل کیا ہے کہ شیخ مفید نے بھی اس درخت کا پھل کھایا تھا اور اسے بنا گٹھلی کے پایا تھا۔[2]

[1] اعلام الوری: ص ۲۰۵.

[2] مناقب: ج ۲، ص ۴۳۴.

کلام محبت اہلبیتؑ کے بارے میں

ائمہؑ ہدایت کی راہوں کے آشکار کرنے والے اور ہلاکت سے بچانے کے لیے وسیلہ نجات ہیں۔ روز قیامت ان کی محبت سے ہی نجات کی امید کی جاسکتی ہے۔ یہ اہل بخشش اور سخی ہیں۔ تمام مداح مل کر بھی ان کی مدحت کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ مکارم اخلاق ان کے خلق، خو اور عظیم صفات سے اخذ شدہ ہیں۔ بہشت ان کی مشتاق ہے اور ان سے متمسک ہونے کے بعد ہی ہاتھ آتی ہے جبکہ دوزخ ان سے دوری کا حاصل ہے۔ یہ امر ان سب پر صادق ہے، ان کے حاضر پر بھی اور ان کے غائب پر بھی۔

معصومینؑ سے محبت کرنا واجب ہے، ان کی حکومت پائیدار، ان کی سرداری جہان میں استوار اور ان کے محبوں کے لب ہمیشہ خنداں ہوتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا شرافت ہوگی کہ ان کے جد محمد مصطفیٰ ﷺ ان کے والد امیر المومنین علی المرتضیٰؑ اور ان کی والدہ سیدہ نساء عالمین جناب فاطمہؑ ہیں۔ کون ہے جو اس افتخار میں ان کا ہم پلہ ہو؟ کون ہے جو علو مقام اور قدر و منزلت میں ان کا مقابلہ کرنے کی ہمت رکھتا ہو؟ یہ عز و جلال کے آخری درجے تک پہنچے ہوئے ہیں اور سب پر سبقت رکھتے ہیں۔ سیادت کی ایسی کوئی چوٹی نہیں جو ان کے قدموں تلے نہ ہو، مستقبل میں آنے والوں میں سے بھی کوئی ایسا نہیں جو ان سے سبقت حاصل کر سکے۔ یہ حق الیقین، بلکہ عین الیقین ہے۔

تمام خلق ان کے دستر خوان رحمت کی ریزہ خوار ہے۔ خلق کی ان سے نسبت، بندے اور مولا کی نسبت ہے۔ تمام نیک خصال ان سے حاصل کیے جاتے ہیں اور اولین

و آخرین کی شرافت ان کی شرافت کے سائے میں ہے۔ اگر ہم نے ان کی صفات کے بارے میں بہت زیادہ بات کی ہے تو مبالغہ اور افراط سے کام نہیں لیا، بلکہ اگر ہم تمام صفات کو ان میں منحصر جانیں تب بھی حق مطلب ادا نہیں کر سکتے کہ انسان کہاں ستارہ ثریا کہاں؟

عبدالرحمن بن حجاج کے گھر میں شیعوں کا اجتماع

جس وقت مامون نے امام رضاؑ کو شہید کروایا، امام جوادؑ کی عمر اس وقت سات سال تھی۔ شیعوں کے لیے امام رضاؑ کی شہادت بہت بڑی مصیبت تھی۔ کیونکہ وہ عہدہ امامت سنبھالنے کے لیے امام جوادؑ کے علاوہ کسی کو نہیں پاتے تھے جو اس وقت ایک کم سن بچے تھے۔ یہ چیز اس بات کا سبب بنی کہ شیعوں کو ناآرامی اور اضطراب کی موج نے آلیا۔ انہوں نے یہی سیکھا تھا کہ امامت خدا کی جانب سے عطا کردہ مقام ہے۔ اور جو جامہ خلافت الٰہی اپنے تن پر رکھتا ہے، وہ پاک ذات کا حامل اور نور الٰہی سے خلق شدہ ہوتا ہے۔ خدا ائمہ طاہرین علیہم السلام کو طبیعت کے خواص کی آگاہی اور اسرار کائنات کا علم عطا کرتا ہے اور کوئی بھی چھوٹی یا بڑی چیز ان سے پوشیدہ نہیں ہوتی۔ ائمہ کا علم، علم حضوری اور خدائے حکیم و علیم کی جانب سے ہوتا ہے۔ امام جوادؑ بھی درخت احمدی صلی اللہ علیہ وآلہ کی ایک شاخ ہیں۔ اس بنا پر اگر خدائے تعالیٰ نے انہیں اپنے معصوم اجداد کا وارث و جانشین قرار دیا ہے تو وہ بھی ایک چراغ روشن کی طرح ہوں گے جو راہ حقیقت میں نور یقین کے متلاشی کے لیے اپنے معجزات اور ماضی و مستقبل سے آگاہی کی بنا پر راہ کو روشن فرمائیں گے، ویسے ہی جیسے عیسیٰ کو بچپنے میں مقام رسالت پر مبعوث کیے

گئے تھے۔ یہ نور کسی سے پوشیدہ نہیں سوائے ان کے جو شناخت امام کے سلسلے میں راہ جہل پر نکل کھڑے ہوئے اور یہ خیال کیا کہ خلافت الٰہیہ کم سنی کے ساتھ سازگار نہیں۔

ہوا کچھ یوں کہ مختلف علاقوں سے کچھ شیعہ عبد الرحمن بن حجاج کے گھر میں جمع ہوئے۔ یہ محلہ بغداد کے محلہ برکۃ زلزل[1] میں واقع تھا۔ اس مجمع میں ریان بن صلت، صفوان بن یحییٰ، محمد بن حکیم اور یونس بن عبد الرحمن موجود تھے، وہ امام رضاؑ کی شہادت جیسی عظیم مصیبت پر گریہ کرتے اور ایک دوسرے سے امامت کے موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔ یونس بن عبد الرحمن نے حاضرین کی جانب رخ کر کے کہا: گریہ چھوڑو اور جب تک امام جوادؑ بڑے نہیں ہو جاتے اور امامت کی ذمہ داری نہیں سنبھال لیتے اس وقت تک کسی ایسے شخص کی جانب رخ کرو جس کی جانب مسائل و مشکلات

تاج العروس: ج ۷، ص ۱۰۸ میں نقل ہوا ہے: برکۃ زلزل بغداد میں کرخ وصراۃ اور باب محول و سویقہ ابوورد کے درمیان واقع ہے. یہ تالاب عیسیٰ بن منصور کے غلام زلزل سے منسوب ہے. اس نے یہ تالاب کھودا اور اسے مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا، اسی لیے اس کے بعد یہ اسی کی نسبت سے مشہور ہو گیا. معجم البلدان: ج ۲، ص ۱۵۲ میں ہے: ابراہیم موصلی کوفے کے اطراف سے زلزل جلاد اور برصوما زامر کو لایا. اور اس نے ان دونوں کو انواع موسیقی اور گانا گانا سکھایا. اس کے بعد یہ دونوں خلفاء کے دربار میں گانے میں مصروف ہو گئے. الاغانی: ج ۵، ص ۲۲ میں آیا ہے: زلزل کا نام منصور تھا. ہارون رشید اس سے ناراض ہوا تو اسے دس سال تک قید میں رکھا اس کے بعد اس سے راضی ہو گیا اور اس کی تکریم کی. اسکی بہن ابراہیم موصلی کی زوجہ تھی جس سے اس کا ایک بچہ بھی ہوا تھا.

کے حل کے سلسلے میں لوگوں کو رجوع کا کہا جا سکے۔ ریان بن صلت اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور غصے کے عالم میں ان کے گلے دبوچتے ہوئے بولے: تو ظاہر میں ایمان کا اظہار کرتا ہے جبکہ اپنے شرک و شک کو پنہاں کر رکھا ہے۔ خدا کی قسم! اگر امام جوادؑ کی امامت خدا کی جانب سے ہے تو فرق نہیں پڑتا کہ وہ ایک دن کے ہوں یا سو دن کے؛ اور اگر ان کی امامت خدا کی جانب سے نہیں ہے تو چاہے ہزار سال کے ہی کیوں نہ ہوں وہ ایک عام آدمی جیسے ہی ہیں۔ مجلس میں جتنے بھی افراد موجود تھے انہوں نے یونس بن عبد الرحمن کی جانب رخ کر کے ان کی سرزنش کی۔[1]

---

[1] اثبات الوصیہ: مسعودی: ص ۱۸۴، طبع نجف. راہ حق میں یونس بن عبد الرحمن کی استواری اور ان کی بزرگی میں کوئی جائے تردید نہیں. انہیں کثیر مال دیا گیا تاکہ وہ کہیں کہ امامت امام موسیٰ کاظمؑ پر متوقف ہو گئی ہے. وہ امام رضاؑ کے وکیل بھی تھے اور ان کے خاص اصحاب میں شمار ہوتے تھے. امام رضاؑ اپنے اصحاب کو معالم دین سیکھنے کے لیے ان کے پاس بھیجا کرتے تھے. امام نے ان کے لیے تین بار بہشت کی ضمانت بھی دی. ابو ہاشم جعفری نے ان کی کتاب یوم ولیلۃ یونس امام حسن عسکریؑ کی بارگاہ میں پیش کی. امام نے فرمایا: خدا یونس کو ہر ہر حرف کے بدلے روز قیامت نور عطا کرے. یونس ان افراد میں سے ہیں جن کی احادیث کی صحت اور درستی پر امامیہ کا اتفاق ہے. یونس کا "گریہ چھوڑو" کہنے کا مقصد حاضرین کا امتحان لینا تھا جس کی جانب ریان متوجہ نہ ہو سکے، تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ یہ حق کے مقابل محکم معرفت رکھتے ہیں یا نہیں. یہ اس وجہ سے تھا کہ اگر ان میں سے کوئی امام سے منحرف ہو گیا ہو تو وہ کوشش کر کے اس کی رہنمائی فرمائیں.
یونس بن عبد الرحمن کی بزرگی اور قابل اعتماد ہونے پر نجاشی، کشی، علامہ حلی، مجلسی، محقق بحرانی، جزائری، شیخ فخر الدین طریحی اور کاظمی نے کوئی تردید نہیں کی نہ کوئی توقف اختیار کیا.

ایام حج میں شیعوں کا امامؑ کی خدمت میں حاضر ہونا

ایام حج میں کثیر تعداد امام جوادؑ کی زیارت کے قصد سے عازم زیارت خانہ خدا ہوئی۔ من جملہ: محمد بن جمہور قمی، حسن بن راشد، علی بن مدرک اور علی بن مہزیار۔ مدینے پہنچنے کے بعد انہوں نے امام رضاؑ کے وصی و جانشین کے بارے میں سوال کیا۔ بعض نے انہیں کہا: مدینے سے تین میل کے فاصلے پر ایک بصریا نامی قریہ ہے، امام جوادؑ وہیں ساکن ہیں۔ اس قریہ کی بنا امام موسیٰ بن جعفر الکاظمؑ نے ڈالی تھی۔ زائرین امام جوادؑ کے خانہ اقدس میں داخل ہوئے، انہوں نے دیکھا کہ وہاں بعض افراد جمع ہیں تو یہ بھی ان کے درمیان بیٹھ گئے۔ اسی وقت عبداللہ بن امام موسیٰ کاظمؑ وہاں داخل ہوئے۔ ان کے داخل ہوتے ہی لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ یہی ہمارے امام

فہرست ندیم: ص ۳۰۹ میں انہیں بزرگان شیعہ میں شمار کیا گیا ہے۔ اس فہرست میں وارد ہوا ہے: یونس بن عبدالرحمن کی مذہب شیعت کے بارے میں کثرت سے تالیفات ہیں۔ اس کے بعد ان کی تالیفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ ۲۰۸ ہجری میں امام رضاؑ کی شہادت کے چھ سال بعد اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ وہ خاندان یقطین کے غلاموں میں سے تھے۔

عبدالرحمن بن حجاج امام صادقؑ کے اصحاب میں بزرگ فقہاء اور متکلمین میں شمار ہوتے تھے۔ وہ صفوان کے استاد تھے۔ ان کی اہلبیتؑ کے لیے محبت اس سے کہیں زیادہ اجل ہے کہ اس بارے میں کچھ بیان کیا جائے۔ بحث و مناظرے میں وہ بڑے توانا تھے۔ انہوں نے ابن ابی لیلی اور ابن شبرمہ کے ساتھ مناظرہ کیا تھا جس میں وہ ہر مقام پر ان پر غالب رہے اور جیت ان کے حصے میں آئی تھی۔ امام صادقؑ نے ان کے لیے بہشت کی گواہی دی تھی۔ علمائے رجال نے ان کے ثقہ ہونے اور ائمہ اہلبیتؑ سے ان کی شدید محبت کے بارے میں کوئی تردید نہیں کی۔

ہیں۔ اس وقت فقہاء چلائے اور اعتراض کرتے ہوئے کہا: امام محمد باقرؑ اور امام صادقؑ سے ہم تک روایت پہنچی ہے کہ امام حسنؑ و امام حسینؑ کے علاوہ دو سگے بھائیوں کا امام ہونا محال ہے، اس بنا پر عبد اللہ ہمارے امام نہیں۔ ایک شخص نے عبد اللہ سے پوچھا: اگر ایک مرد اپنی بیوی کو آسمان میں موجود ستاروں کی تعداد کے برابر طلاق دے تو اس کے بارے میں آپ کا کیا کہنا ہے؟ عبد اللہ نے جواب میں کہا: اڑنے والے کرگس اور گرے ہوئے کرگس کی قسم! لازم ہے کہ عورت ماہ خرداد کے شروع میں اس سے جدا ہو جائے۔ یہ فتویٰ سننے کے بعد حاضرین مجلس کو غم و اندوہ اور حیرت نے گھیر لیا۔[1]

ایک اور شخص نے سوال کیا: اگر کوئی شخص کسی چوپائے کے ساتھ بد فعلی کرے تو اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ جواب ملا: اس کے ہاتھ کاٹ دیے جائیں، ایسے ہی اسے سو کوڑے مارے جائیں اور اس کے بعد علاقہ بدر کر دیا جائے۔ یہ فتویٰ حاضرین کے لیے بہت ہی گراں اور حیرت آور تھا۔ کیونکہ ان میں سے کسی نے بھی کسی معصوم سے اس طرح کا مسئلہ نہیں سنا تھا۔ حاضرین میں چہ مگوئیاں ہونے لگیں۔ وہ کہنے لگے: مسئلہ امامت میں تبدیلی آگئی ہے، اس کے بعد وہ مجلس سے اٹھنا ہی چاہتے تھے کہ دروازہ کھلا اور امام جوادؑ کا خادم موفق، ان کے سامنے آیا۔ اس کے بعد امام جوادؑ تشریف لائے۔ انہوں نے دو پیراہن اور ایک عدنی شلوار پہن رکھی تھی۔ سر پر عمامہ بھی تھا جس کے دو تحت الحنک تھے، جن میں سے ایک آگے کی جانب اور دوسرا پیچھے کی جانب لٹکا ہوا تھا۔ امام کے پیروں میں بقبالین کی نعلین تھی۔ سب نے سلام کیا اور

---

[1] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۳۸۹۔

بیٹھ گئے۔ امام کی عظمت، شکوہ اور جلال نے سب کو ساکت کر دیا، کیونکہ لوگ ان میں انوار نبوت اور جلال خلافت الہی کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ اس کے بعد امام جواد بھی اپنی نشست پر بیٹھ گئے۔ اسی شخص نے امام سے سوال کیا جس نے سب سے پہلے سوال کیا تھا۔ امام نے جواب میں فرمایا: کتاب اللہ میں موجود اس آیت کی تلاوت کر:

«الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ»[1]

طلاق دو مرتبہ ہوتی ہے اس کے بعد یا تو شائستگی کے ساتھ اسے اپنے ساتھ رکھے یا پھر نیکی کے ساتھ رخصت کر دے۔

یعنی تیسری بار (طلاق کے بعد رخصت کر دے)[2] نیز طلاق پانچ شرائط کی عدم موجودگی میں صحیح نہیں۔ طہر غیر مواقعہ[3]، صیغے کا قصد طلاق سے جاری ہونا، دو عادل گواہ۔ اے سوال کرنے والے! کیا قرآن میں ستاروں کے عدد کے بارے میں بات ہوئی ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔[4]

دوسرے سائل کے جواب میں امام نے فرمایا: بد فعلی کرنے والے کو تعزیر اُسزا دی جائے گی، اس جانور کی پیٹھ پر علامت لگا کر اسے شہر سے باہر نکال دیا جائے، تاکہ اس

---

[1] البقرۃ: ۲۲۹.

[2] اثبات الوصیہ: ص ۱۸۵.

[3] یعنی عورت حیض سے پاک ہو اور اس پاکی کے دوران اس نے شوہر سے ہمبستری نہ کی ہو.

[4] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۲، ص ۴۲۹.

مرد کے لیے ننگ و عار باقی نہ رہے۔[1] وہ اس کی قیمت خسارت کے عنوان سے ادا کرے گا۔ اس جانور سے کسی بھی قسم کا کام لینا یا استفادہ کرنا حرام ہے، لازم ہے کہ اسے بیابان میں چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ مر جائے یا بھیڑیا یا کوئی جنگلی جانور اسے کھا لے۔ اس مرد نے کہا: آپ کے چچا تو یہ کہہ رہے تھے! امام جوادؑ نے فرمایا: اے چچا! یہ بات بہت چھوٹی نہیں کہ کل آپ خدا کے سامنے کھڑے ہوں اور وہ آپ سے کہے کہ تو نے میرے بندے کے سامنے اس چیز کے بارے میں فتویٰ دیا جس کے بارے میں تو نہیں جانتا تھا جبکہ امت میں ایسا شخص موجود تھا جو تجھ سے زیادہ علم رکھتا تھا۔

عبداللہ نے کہا: میں نے اپنے بھائی امام رضاؑ کو ایسے ہی فتویٰ دیتے سنا جیسا میں نے دیا ہے۔ امام نے ان کے لیے ان دو مسئلوں اور فتووں میں پایا جانے والا اختلاف بیان کیا۔

امام سے پوچھا: ایک مرد کسی عورت کی قبر کھولتا ہے اور کفن چوری کر لیتا ہے اور اس کے ساتھ بدفعلی بھی انجام دیتا ہے۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ امام جوادؑ نے فرمایا: چوری کرنے کی وجہ سے اس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے (شرعی حکم کے مطابق)، زنا کی وجہ سے اس پر حد جاری ہو گی اور لوگوں کی عبرت کے لیے اسے شہر بدر کر دیا جائے گا۔ اگر یہ کام کرنے والا شادی شدہ ہو تو اسے قتل کیا جائے گا۔[2]

حاضرین خوش ہو گئے۔ کیونکہ وہ اپنے مقصد کو پا چکے تھے جو خورشید امامت کا دیدار کرنا تھا۔ ان کا امام جوادؑ کی امامت پر اعتقاد محکم ہو چکا تھا۔ اس کے بعد لوگ امام کی

---

[1] اثبات الوصیہ: ص ۱۸۵.

[2] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۲، ص ۴۲۹.

جانب متوجہ ہوئے اور مسائل دینی میں سے جو چیزیں ان کے لیے مبہم تھیں ان کے بارے میں امام سے سوال کرنے لگے۔ کہا گیا ہے کہ: امام سے ایک نشست میں تقریباً تیس ہزار مسئلے دریافت کیے گئے۔ [1]

موسیٰ بن قاسم نے امام کی خدمت میں عرض کی: میری نیت ہے کہ میں آپ کی اور آپ کے والد کی نیابت میں طواف کروں۔ لیکن لوگوں نے مجھے کہا: ائمہ کی نیابت میں طواف کرنا جائز نہیں۔ امام نے فرمایا: جس قدر طواف کرنا چاہے کر، یہ عمل جائز ہے۔ تین سال کے بعد موسیٰ بن قاسم امام کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا: میں نے آپ سے اجازت لی تھی کہ میں آپ کی اور آپ کے والد کی نیابت میں طواف کروں،

---

[1] جو حدیث میں آیا ہے، بعید معلوم ہوتا ہے. کیونکہ اگر ہم فرض کریں کہ ہر سوال ایک سطر پر مشتمل تھا تو ان تمام سوالوں کو پیش کرنے میں ہی تین بار قرآن ختم کرنے کا وقت درکار ہے. محسوس ہوتا ہے کہ یہاں پر مذکورہ رقم امام جواد سے کیے جانے والے سوالوں کی کثرت کی جانب اشارہ ہے، ان معنی میں کہ امام نے جو جواب دیے وہ کلی قواعد پر مبنی تھی، اور ان میں سے ہر قاعدے سے کثیر احکام کا استنباط ہو سکتا تھا. ویسے ہی جیسے بحار میں بھی اس مطلب کی جانب اشارہ کیا گیا ہے. صاحب کتاب صحیفۃ الابرار: ص ۳۰۰ میں یہ احتمال دیتے ہیں کہ بیشتر سوالات اور ان کے جواب بہت مختصر تھے. مثلاً سوال ہوا: قاف کیا ہے؟ فرمایا: ایک ایسا پہاڑ جو دنیا پر محیط ہے. صاد کیا ہے؟ زیر عرش ایک چشمہ. یا جوتے پر مسح کرنا جائز ہے؟ کیا حمد کے بعد آمین کہنا اور نماز میں سینے پر ہاتھ رکھنا جائز ہے؟ فرمایا: جائز نہیں. اور اسی قسم کے سوالات. ایک اور احتمال یہ بھی ہے کہ امام کو بڑی تعداد میں سوالات خطوط کی صورت میں ملے تھے جن کے انہوں نے اعجازاً جوابات دیے. ویسے ہی جیسے ان کے معصوم آباء و اجداد کے یہاں بھی ایسا ہی پایا جاتا تھا.

اور آپ نے اجازت بھی مرحمت فرمائی تھی، میں نے آپ کی جانب سے الی ماشاء اللہ طواف کیے۔ اس کے بعد میں ایک جانب متوجہ ہوا اور اس پر بھی عمل کیا۔ امام نے فرمایا: اور وہ کیا تھی؟ انہوں نے کہا: ایک دن میں نے رسول اللہ ﷺ کی نیابت میں طواف کیا۔ امام جواد نے تین بار فرمایا: خدا رحمت نازل کرے رسول اللہ ﷺ پر! دوسرے دن نیابت امیر المومنینؑ، تیسرے دن امام حسنؑ، چوتھے دن امام حسینؑ، پانچویں دن امام زین العابدینؑ، چھٹے دن امام محمد باقرؑ، ساتویں دن امام صادقؑ، آٹھویں دن امام موسیٰ کاظمؑ، نویں دن آپ کے والد بزرگوار امام علی رضاؑ اور دسویں دن اے میرے آقا و مولا آپ کی نیابت میں طواف کیا۔ میں ان ائمہؑ کی دین خدا میں ولایت کا اعتقاد رکھتا ہوں۔ امام جوادؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر ایسا ہے تو تو اس دین پر کاربند ہے جس کے بنا خدا بندوں سے کوئی اور دین قبول نہیں کرے گا۔ موسیٰ بن قاسم نے کہا: میں نے بعض اوقات آپ کی جدہ جناب فاطمہؑ کی نیابت میں بھی طواف کیا ہے، اور بعض دفعہ نہیں بھی کیا۔ امام نے فرمایا: میری جدہ کی نیابت میں زیادہ طواف کیا کرو کہ یہ بقیہ ہستیوں کی نیابت میں طواف کرنے سے زیادہ افضل ہے۔[1]

ابو طالب قمی نے امام جوادؑ کی شان میں چند اشعار رقم کیے جن میں امام رضاؑ کا بھی ذکر تھا، اور درخواست کی کہ امام انہیں اجازت دیں تا کہ وہ امام جوادؑ اور امام رضاؑ کی شان میں اشعار کہیں۔ امام نے ان اشعار میں سے ایک شعر الگ کیا اور صفحے کے اوپر خالی جگہ پر لکھا:

---

[1] فروع الکافی: مطبوعہ در حاشیہ مرآۃ العقول: ج ۳، ص ۲۸۴، باب الطواف والحج عن الائمہؑ۔

قَدْ أَحْسَنْتَ جَزَاكَ اللهُ خَيْراً.. انْدُبْنِي وَانْدُبْ أَبِي.

شاباش! خدا تجھے جزائے خیر دے، میرے اور میرے والد کے لیے مرثیہ کہہ![1]

[1] رجال کشی: ص ۳۵۰ [۵۶۸]

چند احادیث

٭ سید عبد العظیم حسنیؒ نے امام جوادؑ سے امام مہدیؑ کے بارے میں سوال کیا۔ امام نے جواب میں فرمایا:

اَلْمَهْدِيُّ الَّذِي يَجِبُ أَنْ يُنْتَظَرَ فِي غَيْبَتِهِ وَيُطَاعَ فِي ظُهُورِهِ وَهُوَ الثَّالِثُ مِنْ وُلْدِي وَإِنَّ اللّٰهَ لَيُصْلِحُ أَمْرَهُ فِي لَيْلَةٍ كَمَا أَصْلَحَ أَمْرَ كَلِيمِهِ مُوسَى ع حَيْثُ ذَهَبَ لِيَقْتَبِسَ لِأَهْلِهِ نَارًا. هُوَ سَمِيُّ رَسُولِ اللّٰهِ ص وَ كَنِيُّهُ تُطْوَى لَهُ الْأَرْضُ. قِيلَ وَلِمَ سُمِّيَ الْقَائِمَ قَالَ لِأَنَّهُ يَقُومُ بَعْدَ مَوْتِ ذِكْرِهِ وَ ارْتِدَادِ أَكْثَرِ الْقَائِلِينَ بِإِمَامَتِهِ وَسُمِّيَ الْمُنْتَظَرَ لِأَنَّ لَهُ غَيْبَةً يَطُولُ أَمَدُهَا فَيَنْتَظِرُ خُرُوجَهُ الْمُخْلِصُونَ وَيُنْكِرُهُ الْمُرْتَابُونَ وَيَهْلِكُ الْمُسْتَعْجِلُونَ [1]

مہدیؑ کی غیبت میں انتظار کرنا اور ان کے ظہور کے بعد ان کی اطاعت کرنا واجب ہے، وہ میری اولاد میں سے تیسرا بیٹا ہو گا۔ خدا اس کے کام کی ایک رات میں اصلاح کر دے گا جیسے اس نے اپنے کلیم موسیٰؑ کے امر کی ایک شب میں اصلاح فرمادی تھی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کا ہم نام و ہم کنیت ہو گا۔ زمین ان کے لیے سکڑ جائے گی۔ اسے قائم کہا جائے گا کیونکہ وہ اس وقت قیام کرے گا جب لوگ ان کا ذکر بھول چکے ہونگے اور ان کی امامت کے قائل مرتد ہو چکے ہونگے۔ انہیں منتظر بھی کہا جائے گا، کیونکہ جس غیبت میں وہ جائیں گے اس کی وجہ سے ان کا امر طولانی ہو جائے گا سو ان

---

[1] منتخب الانوار المضیئۃ: ۳۰. کمال الدین: ۲/ ۳۷۸ ضمن ح ۳، و الخزاز القمي، کفایۃ الاثر: ۲۷۹. الطبرسي، إعلام الوری: ۴۳۶؛ اثبات الھداۃ: ۲/ ۲۰۷ح ۲۶۰؛ البحار: ۵۱/ ۳۰ح ۴.

کے قیام کا انتظار فقط مخلصین کریں گے۔ جن لوگوں کو شک ہو گا وہ انکار کریں گے اور جوان کے ظہور (کا وقت معین کرنے میں) جلدی کریں گے وہ ہلاک ہونگے۔[1]

❁ علی بن مہزیار نے امام جواد کی خدمت میں خط لکھا: خادم خیران نے طرطوس کی جانب سے ۸ درہم ہدیہ بھیجے ہیں، کیا امام اجازت دیتے ہیں کہ اس رقم کو قبول کیا جائے؟ امام نے جواب میں فرمایا:

اقْبَلْ مِنْهُمْ إِذَا أُهْدِيَ إِلَيْكَ دَرَاهِمُ أَوْ غَيْرُهَا. فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ (ص) لَمْ يَرُدَّ هَدِيَّةً عَلَى يَهُودِيٍّ وَلَا نَصْرَانِيٍّ.[2]

جب بھی کوئی تجھے درہم یا کوئی اور چیز بطور ہدیہ پیش کرے تو قبول کر۔ بے شک رسول اللہ ﷺ ہدیہ رد نہیں فرماتے تھے چاہے وہ یہودی یا نصرانی کی جانب سے ہی کیوں نہ ہو۔

❁ امام نے علی بن مہزیار کے خط کے جواب میں جو کچھ تحریر فرمایا ان میں یہ مطالب بھی ہیں:

قَدْ فَهِمْتُ مَا ذَكَرْتَ فِيهِ وَمَلَأْتَنِي سُرُوراً فَسَرَّكَ اللهُ! وَأَنَا أَرْجُو مِنَ الْكَافِي الدَّافِعِ أَنْ يَكْفِيَ كَيْدَ كُلِّ كَائِدٍ إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى.

میں تیری بات سمجھ گیا ہوں، یہ جان کر خوشی ہوئی۔ خدائے عظیم تجھے خوش رکھے۔ میں کافی اور (شر) دفع کرنے والے خدا سے امید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے ہر حیلہ

---

[1] الخرائج: ص ۱۹۹، ط ہند۔ [ج ۳، ص ۱۱۷۱].

[2] رجال الکشی: ص ۶۱۰.

گر کے مکر و فریب سے بچائے رکھے۔

وَأَسْأَلُ اللهَ أَنْ يَحْفَظَكَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْكَ وَمِنْ خَلْفِكَ وَفِي كُلِّ حَالاتِكَ فَأَبْشِرْ فَإِنِّي أَرْجُو أَنْ يَدْفَعَ اللهُ عَنْكَ! وَأَسْأَلُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَ لَكَ الْخِيَرَةَ فِيمَا عَزَمَ لَكَ بِهِ عَلَيْهِ مِنَ الشُّخُوصِ فِي يَوْمِ الْأَحَدِ فَأَخِّرْ ذَلِكَ إِلَى يَوْمِ الْإِثْنَيْنِ إِنْ شَاءَ اللهُ صَحِبَكَ اللهُ فِي سَفَرِكَ وَ خَلَفَكَ فِي أَهْلِكَ وَأَدَّى غَيْبَتَكَ[1] وَسَلِمْتَ بِقُدْرَتِهِ.

نیز خدا سے دعا کرتا ہوں کہ تجھے بھی ماضی و مستقبل میں، ہر حال میں محفوظ رکھے۔ اور تجھے بشارت ہو کہ مجھے امید ہے خدا تجھ سے برائیوں کو دور رکھے گا، اور تیرے سوموار کے دن کی مسافرت میں تیرے لیے خیر اور مصلحت قرار دے گا۔ اپنا سفر منگل کے دن تک ملتوی کر دے، امید کرتا ہوں کہ خدا تیرے خاندان میں تیرا جانشین ہو اور تیری جانب سے تیری امانت ادا فرمائے اور اپنی قدرت سے تجھے سلامتی سے نوازے۔

فَاشْخَصْ إِلَى مَنْزِلِكَ! صَيَّرَكَ اللهُ إِلَى خَيْرِ مَنْزِلٍ فِي دُنْيَاكَ وَ آخِرَتِكَ.

اپنے گھر کی جانب سفر کر، ان شاء اللہ خدا دنیا و آخرت میں تجھے بہترین گھروں میں رکھے۔

وَقَدْ فَهِمْتُ مَا ذَكَرْتَ مِنْ أَمْرِ الْقُمِّيِّينَ خَلَّصَهُمُ اللهُ وَفَرَّجَ عَنْهُمْ! وَسَرَّرْتَنِي بِمَا ذَكَرْتَ مِنْ ذَلِكَ وَلَمْ تَزَلْ تَفْعَلُ! سَرَّكَ اللهُ بِالْجَنَّةِ وَرَضِيَ عَنْكَ بِرِضَائِي عَنْكَ! وَأَنَا أَرْجُو مِنَ اللهِ حُسْنَ الْعَوْنِ وَالرَّأْفَةِ! وَأَقُولُ حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ..

---

[1] وفي المطبوعة: وأدّى عنك أمانتك.

جو تو نے اہل قم کے بارے میں کہا، میں اسے سمجھ گیا ہوں۔ خدا انہیں نجات دے اور ان کی سختی کو برطرف کرے۔ تو نے مجھے اپنے خط سے خوش و مسرور کیا۔ ایسے ہی کیا کر۔ امید رکھتا ہوں کہ خدا تجھے بہشت کے وعدے کے ساتھ مسرور کرے۔ اور تجھ سے میرے راضی ہونے کے سبب وہ بھی راضی ہو۔ میں اس سے عفو و کرم کی امید رکھتا ہوں اور میں یہ کہتا ہوں کہ: ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا وکیل ہے۔

وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَ لِمَنْ سَأَلْتَ بِهِ التَّوْسِعَةَ مِنْ أَهْلِكَ وَ لِأَهْلِ بَيْتِكَ وَ لَكَ يَا عَلِيُّ عِنْدِي مِنْ أَكْثَرِ[1] التَّوْسِعَةِ وَ أَنَا أَسْأَلُ اللّٰهَ أَنْ يَصْحَبَكَ بِالْعَافِيَةِ وَ يُقْدِمَكَ عَلَى الْعَافِيَةِ وَ يَسْتُرَكَ بِالْعَافِيَةِ إِنَّهُ سَمِيعُ الدُّعَاءِ.

اور جو کچھ تیرے اختیار میں ہے اس کی حلیت کے بارے میں جو تو نے سوال کیا ہے تو مجھے امید ہے کہ خدا تجھے اور تیرے خاندان میں سے وہ جن کے لیے تو فراخی طلب کر رہا ہے، گشائش اور وسعت سے نوازے گا۔ میرے پاس تو طلب گشائش وسعت سے بڑھ کر اور کچھ نہیں، پس میں تیرے لیے وسعت اور عافیت کی خواہش کرتا ہوں تا کہ خدا تجھے اپنی بارگاہِ رحمت میں وارد کرے بے شک خدا دعا سننے والا ہے۔

وَ أَمَّا مَا سَأَلْتَ مِنَ الدُّعَاءِ فَإِنَّكَ بَعْدُ لَسْتَ تَدْرِي كَيْفَ جَعَلَكَ اللّٰهُ عِنْدِي، وَ رُبَّمَا سَمَّيْتُكَ بِاسْمِكَ وَ نَسَبِكَ. كَثْرَةُ عِنَايَتِي بِكَ وَ مَحَبَّتِي لَكَ وَ مَعْرِفَتِي بِمَا أَنْتَ إِلَيْهِ. فَأَدَامَ اللّٰهُ لَكَ أَفْضَلَ مَا رَزَقَكَ مِنْ ذَلِكَ... بَلَّغَكَ أَفْضَلَ نِيَّتِكَ. وَ أَنْزَلَكَ الْفِرْدَوْسَ الْأَعْلَى

---

[1] اکبر – فی نسخۃ.

بِرَحْمَتِهِ، إِنَّهُ سَمِيعُ الدُّعَاءِ، حَفِظَكَ اللهُ وَتَوَلَّاكَ وَدَفَعَ الشَّرَّ[1] عَنْكَ بِرَحْمَتِهِ.

اور تو نے مجھ سے اپنے حق میں میری دعا کے بارے سوال کیا؛ کیا تو نہیں جانتا کہ خدا نے تجھے میرے نزدیک کیا منزلت دی ہے؟ میں تجھے تیرے نام و نسب سے یاد کرتا ہوں اور یہ اس وجہ سے ہے کہ میں تجھ سے بہت محبت کرتا ہوں۔ جو کچھ مستقبل میں تیرے ساتھ ہو گا مجھے اس کی خبر ہے۔ امید کرتا ہوں کہ خدا تیرے لیے وہ روزی مقرر فرمائے جو تیرے لیے بہتر و برتر ہو اور تجھے بہترین نیت سے نوازے گا۔ تجھے اپنی رحمت کے ذریعے فردوس اعلیٰ میں مقام عنایت فرمائے گا، بے شک وہ دعا سننے والا ہے، خدا تیری حفاظت کرے، تجھ سے محبت کرے، اور اپنی رحمت کے ذریعے سے تجھ سے شر دور فرمائے۔

❁ ایسے ہی امام نے علی بن مہزیار کے جواب میں لکھا:

يَا عَلِيُّ أَحْسَنَ اللهُ جَزَاكَ وَأَسْكَنَكَ جَنَّتَهُ وَمَنَعَكَ مِنَ الْخِزْيِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَحَشَرَكَ اللهُ مَعَنَا يَا عَلِيُّ قَدْ بَلَوْتُكَ وَخَبَرْتُكَ[2] فِي النَّصِيحَةِ وَالطَّاعَةِ وَالْخِدْمَةِ وَالتَّوْقِيرِ وَالْقِيَامِ بِمَا يَجِبُ عَلَيْكَ فَلَوْ قُلْتُ إِنِّي لَمْ أَرَ مِثْلَكَ لَرَجَوْتُ أَنْ أَكُونَ صَادِقاً فَجَزَاكَ اللهُ جَنَّاتِ الْفِرْدَوْسِ نُزُلاً فَمَا خَفِيَ عَلَيَّ مَقَامُكَ وَلَا خِدْمَتُكَ فِي الْحَرِّ وَالْبَرْدِ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ فَأَسْأَلُ اللهَ إِذَا جَمَعَ الْخَلَائِقَ لِلْقِيَامَةِ أَنْ يَحْبُوَكَ بِرَحْمَةٍ تَغْتَبِطُ بِهَا إِنَّهُ سَمِيعُ الدُّعَاءِ[3].

---

[1] السوء - في نسخة.

[2] في البحار و نسخة خبرتك.

[3] البحار: ۵۰ / ۱۰۵، ح ۲۲.

اے علی! خدا تجھے بہترین جزا دے، تجھے بہشت میں سکونت سے نوازے، دنیا و آخرت کی رسوائی اور نقصان سے محفوظ رکھے اور ہمارے ساتھ محشور فرمائے۔ اے علی! میں تجھے خیر خواہی، اہلبیتؑ کے احترام اور ان کی خدمت کرنے اور جو کچھ تجھ پر واجب ہے کے سلسلے میں آزما چکا ہوں اور تیرا امتحان لے چکا ہوں۔ اگر میں کہوں کہ میں نے کسی کو تجھ جیسا نہیں پایا تو یہ غلط نہ ہو گا۔ خدا فردوس بریں کے باغوں کو تیرا گھر قرار دے۔ تیرا مقام و منزلت اور دن اور رات، نیز گرمی سردی، ہر حال میں تیری خدمت مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ جب وہ روز قیامت تمام مخلوقات کو ایک جگہ جمع کرے تو اس وقت وہ تجھے اپنی رحمت کا ایسا لباس عطا فرمائے جو تجھے سب کے لیے رشک کا باعث ہو۔ بے شک خدا دعا سننے والا ہے۔[1]

---

[1] اختصاص شیخ مفید نسخہ خطی [الغیبہ طوسی: ص ۳۴۹]. نجاشی کتاب الفہرست: ص ۱۷۷ میں لکھتے ہیں: علی بن مہزیار کے والد عیسائی تھے. خدا نے علی بن مہزیار کو معرفت امامت سے نواز کر ان پر احسان کیا. انہوں نے بچپن میں ہی فقہ کی تعلیم حاصل کی. وہ امام رضا، امام تقی اور امام نقی علیہم السلام کے ساتھ اور ان کے وکیل رہے. روایت نقل کرنے میں ثقہ اور درست اعتقاد کے حامل تھے. ان پر کسی بھی قسم کی ملامت یا جرح وارد نہیں ہوئی. رجال کشی: ص ۳۴۰ میں آیا ہے: جب سورج طلوع کرتا تھا وہ سجدے میں چلے جاتے اور جب تک اپنے ایک ہزار مومن بھائیوں کے لیے دعا نہ کر لیتے سجدے سے سر نہیں اٹھاتے تھے. تنقیح المقال مامقانی: ص ج ۲، ص ۳۳۱ میں آیا ہے: ان کے والد کا نام ابراہیم تھا لیکن ان کی شہرت ان کے دادا مہزیار کے نام سے تھی. امام عصرؑ کی خدمت میں ان کے تشرف پانے کو بعید سمجھنا، تنقیح میں رد کیا گیا ہے. وہ خوزستان کے شہر دورق کے رہنے والے تھے.

ابوہاشم جعفری نے امام سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا: "آنکھیں اسے درک نہیں کر سکتیں جبکہ وہ آنکھوں کا ادراک رکھتا ہے" امام نے فرمایا:

أَوْهَامُ الْقُلُوبِ أَدَقُّ مِنْ أَبْصَارِ الْعُيُونِ أَنْتَ قَدْ تُدْرِكُ بِوَهْمِكَ السِّنْدَ وَ الْهِنْدَ وَ الْبُلْدَانَ الَّتِي لَمْ تَدْخُلْهَا وَ لَا تُدْرِكُهَا بِبَصَرِكَ فَأَوْهَامُ الْقُلُوبِ لَا تُدْرِكُهُ فَكَيْفَ أَبْصَارُ الْعُيُونِ.

وہم و گمان جو کچھ تصور کر سکتا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ لطیف و دقیق ہے جو ہماری آنکھیں دیکھتی ہیں، تیرا خیال یہ توانائی رکھتا ہے کہ جس راہ اور شہر کو تو نے نہ دیکھا ہو تصور کرے، لیکن تیری آنکھیں انہیں دیکھنے سے عاجز ہیں۔ لیکن خدا کو تیرا خیال اس قدر قدرت کے باوجود بھی درک و تصور کرنے سے عاجز ہے، تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اسے آنکھوں کے ذریعے سے دیکھا جائے۔[1]

[1] توحید شیخ صدوق: [ص ۱۱۳]

مامون اور اس کے مغرضانہ اہداف

مامون کا ائمہ اطہارؑ سے نزدیکی اور قرب کا اظہار کرنا ایمان خالص اور اغراض و مقاصد سوء سے پاک محبت کی وجہ سے نہیں تھا۔ اس نے ائمہ سے اپنی نزدیکی ظاہر کرنے کے لیے مختلف امور انجام دیے، من جملہ: امام جوادؑ سے قربت اختیار کرنا، اپنی بیٹی ام الفضل کی ان سے شادی کرنا، امام جوادؑ کے والد کی مدتوں پہلے سے تعظیم کرنا، امام رضاؑ کو اپناولی عہد بنانا، لوگوں میں ان کے مقام کو بلند کر کے بیان کرنا اور عباسیوں سے ان کے حق میں بحث و مباحثہ کرنا۔ ان تمام کاموں کے بعد بھی جن میں اس نے بہت احتیاط سے بھی کام لیا، اس کے کلام میں ایسی لغزشیں اور خطائیں واضح تھیں جس سے اس کے مغرضانہ اہداف اور ضمیر میں پنہاں انتقام جوئی آشکار ہو گئی، جو اس کے میراث میں پائے کینے اور عداوت کا پتہ دیتی ہے۔

مثال کے طور پر: جب مامون نے امام رضاؑ کو خلافت اور ولی عہدی دینے کا ارادہ کیا تو عبداللہ بن سہل بن نوبخت کو بلایا۔ عبداللہ ایک منجم اور مامون کا محرم راز تھا اس نے مامون سے کہا: جو وقت ذوالریاستین نے امام رضاؑ سے بیعت لینے کے لیے مقرر کیا ہے وہ امام کے قتل کے علاوہ کسی اور چیز پر منتہی نہیں ہو گا۔ کیونکہ مشتری جس قدر بھی برج شرف میں ہو کہ یہ اس کی بہترین حالت ہے لیکن سرطان جو برائی اور شومی میں شہرت رکھتا ہے ان حالات کو بدل ڈالے گا اور برج عاقبت میں ہو جائے گا، یہ ایک اہم بات ہے جو ذوالریاستین سے مخفی ہے۔

چونکہ عبداللہ بن سہل ماہر نجوم تھا اس لیے مامون نے اس کی رائے قبول کی۔

لیکن اس نے اسے یہ مطلب ذوالریاستین کو بتانے سے منع کیا تا کہ اس کے ارادے کا نتیجہ خراب نہ ہو جائے۔ اس کے بعد اس نے امام رضاؑ کی ولی عہدی کے حوالے سے اپنے راز کو عبداللہ کے سامنے افشاں کیا۔

مامون جانتا تھا کہ بنوابی طالبؑ حکومت بنی عباس سے مخفی اور پنہاں ہیں، کیونکہ وہ ان کی حکومت سے ڈرتے ہیں۔ لوگ ان پر ویسے ہی اعتقاد رکھتے ہیں جیسے انبیاء پر رکھتے ہیں اور ان کے بارے میں ایسے مطالب کہتے ہیں جو غلو پر مبنی ہوتے ہیں، یہ غلو عام لوگوں کے کفر اور ارتداد کا سبب ہے۔ لہذا مامون نے نیت کی کہ لوگوں کو ان کے اس عمل پر تنبیہ کرے یا سزا دے۔ اس کی نظر میں بہترین سزا خاندان ابوطالبؑ کو سزا دینا تھا۔ لیکن اسے معلوم تھا کہ اگر انہیں سزا دی تو عوام ان کی جانب اور زیادہ متوجہ ہو جائیں گے۔ اور اس کے بعد وہ ان لوگوں سے بھی امان میں نہیں رہے گا جو اس کی حکومت کے خلاف شورش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لہذا اس نے یہ لائحہ عمل بنایا کہ اگر خاندان ابوطالبؑ عوام کے سامنے آجائے اور اس سے بھی ظالموں کی طرح غلط اور مبنی بر فسق اعمال سرزد ہوں تو یہ لوگوں میں اپنا اعتبار خود بخود کھو دیں گے اور یوں لوگ ان کی تعریف کی بجائے نکوہش اور سرزنش کرنے لگے گے۔

اولاد ابوطالبؑ کو باہر لانے کے لیے اس کے سامنے دو راہیں تھیں۔ پہلا یہ کہ اعلان کر دیا جائے کہ یہ سب امان میں ہیں اور انہیں مجبور کیا جائے گا کہ وہ خود کو ظاہر کریں۔ لیکن اس سے وہ سوئے ظن کا شکار ہو جائیں گے اور پہلے سے زیادہ خود کو مخفی رکھیں گے۔ دوسری راہ یہ تھی کہ ان کے بزرگان اور پیشواؤں کا احترام کیا جائے اور

انہیں مقام و منزلت سے نوازا جائے۔ اس سے شیعہ خوش ہو جائیں گے اور انہیں ان کی پناہ گاہوں سے باہر نکال لائیں گے نیز ان کی سوئے عاقبت سے مطمئن بھی ہو جائیں گے۔ اس کے بعد حکومت ان کی تمام حرکات و سکنات پر نظر رکھے گی یہاں تک کہ ان سے خلافِ شریعت اعمال سرزد ہوں اور جس چیز کو یہ پنہاں رکھنا چاہتے تھے وہ آشکار اور روشن ہو جائے گی کہ امیر المومنین علیؑ کی اولاد دنیاوی شہرت و شہوت کی طلبگار ہے۔

(نعوذ باللہ) یوں لوگوں کے درمیان ان کا مقام و منزلت ختم ہو جائے گا اور مامون کا کام یعنی خلافت اور معاشرہ اپنے پچھلے حال پر پلٹ آئے گا اور بنو عباس کی خلافت ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائے گی۔[1]

مامون کے باطن میں یہ فکر راسخ تھی اور اس نے اسے اپنے قریبیوں اور خواص سے بھی مخفی رکھا تھا۔ پھر ایک دن اس نے فضل بن سہل ذوالریاستین سے کہا: میں چاہتا ہوں کہ لوگ اولاد ابو طالبؑ میں سے کسی ایک شخص کو بطور امام منتخب کریں اور اس کے لیے امام رضاؑ سے زیادہ کسی اور کو قابل نہیں سمجھتا۔

فضل جو مامون کی پلید نیت سے واقف نہیں تھا اس نے زمان بیعت معین کرنے کے لیے کام شروع کر دیا۔ اور اس کے لیے وہ زمانہ منتخب کیا جب طالع سرطان برج

---

[1] ان سب امور کو مد نظر رکھا جائے تو امام رضاؑ کے ولی عہدی قبول نہ کرنے کی وجہ روشن ہو جاتی ہے. ورنہ یہ بات عاقلانہ نہیں کہ جب حکومت بنا کسی مانع اور واجب حق کے عنوان سے امام کو دی جائے تو امام اسے قبول نہ کریں.

مشتری میں تھا۔[1]

یہ گفتگو ہمیں مامون کے پنہاں راز سے آگاہ کرتی ہے کہ اس نے کیوں امام رضاؑ کے ساتھ نیکی کی، امام جوادؑ کا احترام کیا، لوگوں کے سامنے ان کی شان میں مبالغہ اور افراط سے کام لیا (لیکن ان کے پیچھے بد گوئی کرتا) اور ان دونوں اماموں کو خاندان بنی عباس اور اپنے رشتے داروں پر مقدم رکھتا۔

مامون کا ان امور کی انجام دہی سے اس کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں تھا کہ شیعوں کے دلوں میں طول تاریخ میں ظالم اور غاصب خلفاء کی جانب سے اہل بیتؑ پر ڈھائے جانے والے مصائب کی وجہ سے لگی آگ کو ٹھنڈا کرے۔ وہ آگ جو اس کے اجداد کے رویے اور ستم کی وجہ سے بھڑکی تھی۔ سینے میں دبی چنگاریاں جو بھڑکتی تھیں اور کسی بھی چیز سے بجھنے کا نام نہیں لیتی تھیں۔

بظاہر تو شیعوں کے دل میں لگی نفرت اور غصے کی آگ بجھانے سے مامون کا مقصود گزشتہ مظالم کا ازالہ تھا، لیکن باطن میں پنہاں وہ ان دو اماموں کی سرزنش کرتا اور دشنام دیتا، اس صورت میں کہ خود اس پر کوئی بات نہ آنے پائے۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ وہ کسی حد تک اپنے اس مقصد میں کامیاب بھی رہا۔ کیونکہ اس دور میں بھی ہمارا سامنا ایسے افراد سے ہو جاتا ہے جو مامون کے توسط

---

[1] اخبار الخلفاء، قطفی: ص ۱۴۹ و اعلام الوریٰ: ص ۱۹۳؛ فرج المہموم، سید ابن طاؤوس: ص ۱۴۲ ط نجف. فضل بن سہل کے بارے میں یہ روایت اس کے بھائی سے نقل کی گئی ہے. اور جس طرح اخبار الخلفاء میں نقل ہوئی ہے ویسے ہی سید ابن طاؤوس نے بھی لکھا ہے۔

سے امام رضاؑ کو زہر دینے کے سلسلے میں تردد کا شکار ہیں۔ [1] لیکن جس نے بھی اس شخص کی زندگی اور ان دو اماموں کے ساتھ اس کے رویے کا مطالعہ کیا ہے وہ اس حوالے سے کسی تردد کا شکار نہیں کہ مامون باشکوہ مراسم و مجالس منعقد کرنے کے ساتھ ساتھ انہی کے ضمن میں ایسے مطالب بیان کرتا تھا جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ وہ ان دو اماموں کی شخصیت مجروح کرنے کے درپے تھا اور ہمیشہ ایسے بہانے کی تلاش میں رہتا جس سے ان پر کوئی الزام دھر کر ان کے قتل کا سامان کر سکے۔

حماقت کی جسارت

مامون کے اعمال سو میں سے ایک وہ واقعہ ہے جو محمد بن ریان نقل کرتے ہیں۔ مامون نے امام جوادؑ کے لیے ہر قسم کا حیلہ و بہانا استعمال کیا لیکن اسے کوئی فائدہ نہ ہو سکا اور وہ اپنے ہدف تک نہ پہنچ سکا۔ مثال کے طور پر جب وہ اپنی بیٹی ام الفضل کا امام سے عقد کر چکا تو اس نے سو عدد انتہائی خوبصورت کنیزیں چنیں، ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں جام تھمائے جس میں چمکتے موتی تھے۔ اس نے حکم دیا کہ جب امام مسند نوشہ پر جا بیٹھیں تو یہ اپنی نشستوں سے اٹھیں اور امام کی خوشامد کریں۔ کنیزوں نے ایسا ہی کیا لیکن امام نے ان کی جانب چنداں توجہ نہیں فرمائی۔

---

[1] موٴلف نے یہاں ایک حاشیہ لگایا ہے جو امام رضاؑ کی شہادت کے حوالے سے اس بحث کا خلاصہ ہے جو اس سے پہلے امام رضاؑ کی شہادت کے تذکرے میں مفصل گزر چکی ہے، لہٰذا ہم نے اسے یہاں نقل کرنے سے گریز کیا ہے، خواہشمند حضرات شہادت امام رضاؑ کے ذیل میں اسے کتاب کے پہلے حصے میں یہ بحث مفصلاً ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ مترجم۔

مامون کے دربار میں مخارق نامی ایک مرد تھا جو لمبی داڑھی اور خوبصورت شکل کا حامل تھا، وہ عود بجایا کرتا تھا۔ اس نے مامون سے کہا: میں امام جوادؑ کے سلسلے میں تیری چاہت کو عملی جامہ پہنادوں گا (یعنی نعوذ باللہ امام کو لہو ولعب میں لگادونگا) اس کے بعد وہ امام کے سامنے بیٹھ گیا اور آس لگائی۔ جو لوگ وہاں موجود تھے اس کے گرد اکھٹے ہو گئے، اس نے عود بجانا اور گانا شروع کیا۔ امام جوادؑ نے اس کی جانب دیکھا اور بلند آواز میں اسے مخاطب کر کے کہا:

اتَّقِ اللّٰهَ يَا ذَا الْعُثْنُونِ!

خدا سے ڈر! اے ریش دراز!

یہ سنتے ہی مضراب اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر جا گرا، اس کے ہاتھ میں حرکت نہ رہی اور اس کے بعد وہ اپنے ہاتھ سے کام نہ کر سکا۔ مامون نے اس سے اس بلا کے بارے میں پوچھا تو مخارق نے جواب دیا: جیسے ہی امام مجھ پر چیخے، ان کے ہیبت و جلال سے میں ایسا ڈرا کہ میرے ہاتھ ناکارہ ہو گئے اور پھر کبھی ٹھیک نہیں ہوئے۔[1]

جو کچھ ہم نے ذکر کیا یہ وہ اہداف تھے جو مامون امام رضاؑ اور امام جوادؑ کے سلسلے میں پیش نظر رکھتا تھا۔ لیکن خدا نے امام جوادؑ کو ان سب سے محفوظ رکھا اور وہ اپنی دشمنی کے باوجود بھی امام کے خلاف رکھنے والے اہداف تک نہ پہنچ سکا اور کوئی کارسو انجام نہیں دے سکا۔ مامون اور اس کے اجداد فقط ائمہ اطہارؑ کے حق یعنی خلافت کو غصب کرنے میں کامیاب ہوئے اور یہ وہی ظلم تھا جو ظالم و جابر حاکموں کی جانب سے

---

[1] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۲، ص ۴۳۹ [ج ۳، ص ۴۹۴]؛ الکافی: ج ۱، ص ۴۹۵]

امام کے اجداد پر بھی روا رکھا گیا تھا۔

مامون نے اپنے بعد اس ہمیشہ کی بدبختی اور عذاب اور ابدی خواری کو اپنے سنگدل بھائی معتصم کے لیے ورثے میں چھوڑا۔ وہ جس نے اپنے اعمال کے نتیجے کے طور پر بے شمار لعنتیں اپنے نصیب میں لکھوائیں۔ وہ جس کے مقابل پتھر فخر و مباہات کرے۔ ہاں! اس کا دل پتھر سے زیادہ سخت تھا اور اس کی برائیاں اور رزائل بیابان کے پتھروں سے زیادہ تھیں۔ اسے نبوت کے ٹکڑوں سے محبت نہ تھی اور وہ ہر جہت سے فاقد رحمت تھا۔ لہٰذا اس نے اپنے دوزخِ قلب میں آتش حسادت مہیا کی اور اپنی قبر کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ کا بندوبست کر گیا۔ البتہ آخرت اس سے بھی زیادہ سخت اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔ سرکشی کے قلم نے اس کے نامہ عمل میں اس طرح رسوائی اور ذلت رقم کی کہ دنیا و آخرت میں عالمین اسے پڑھ کر عبرت حاصل کریں اور یہ وہ پستی اور حقارت تھی جو اس نے تا ابد اپنے لیے خرید کی ہے۔

maablib.org

معتصم کا امام جوادؑ کے ساتھ رویہ

مورخین کا کہنا ہے کہ جب مامون کے بعد معتصم خلیفہ ہوا تو اس کے چیلوں نے امام جوادؑ کے پاس لوگوں کی آمد و رفت کے بارے میں اس کے کان بھرنا شروع کر دیے۔ انہوں نے بتایا کہ لوگ اپنے مسائل کا جواب امام سے حاصل کرتے ہیں اور مشکلات کے حل کے لیے ان کے پاس آتے ہیں اور یوں ان کی امامت کی نشانیاں اور معجزات بہت زیادہ روشن ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اس سب نے معتصم کو پریشان کر دیا اور اس نے امام کو جبراً مدینے سے بغداد طلب کیا۔ امام ۲۸ محرم سن ۲۲۰ ہجری کو بغداد میں داخل ہوئے اور اس نے ایک سال تک امام کو نظر بند رکھا۔[1] کسی کو امام سے ملنے کی اجازت نہ تھی۔

◆ اس مدت میں وہ ایسے موقع کی تلاش میں رہا جسے غنیمت جان کر امام کے خلاف اپنی سازش کو عملی جامہ پہنائے اور انہیں ناگہاں قتل کر دے۔ اس غرض سے اس نے اپنے بعض محرم راز افراد کو امام کے خلاف جھوٹی گواہی دینے کا حکم دیا کہ امام حکومت کے خلاف شورش کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس کے بعد اس نے امام کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ اس نے امام سے تند اور عتابانہ لہجے میں بات کی۔ لیکن امام نے ان کی تہمت قبول نہیں کی اور جو کچھ اس نے کہا تھا اس کا انکار کیا۔ معتصم نے حکم دیا کہ ان گواہوں کو پیش کیا جائے۔ انہوں نے گواہی دی کہ امام جوادؑ خلیفہ کے خلاف قیام و خروج کا قصد رکھتے

---

[1] ارشاد شیخ مفید؛ مناقب ابن شہر آشوب: ج ۴، ص ۴۲۷۔

ہیں۔ یہ جھوٹی گواہی اس بات کا سبب بنی کہ امام ان کے لیے کسی بھی قسم کی چشم پوشی کو کنارے کر دیں۔ کیونکہ وہ اس جھوٹی گواہی کے ذریعے سے امام کو پابند سلاسل کرنے اور حجت خدا کو ختم کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ پس امام نے قضائے الٰہی کی تاخیر کا علم رکھتے ہوئے اور ایک حکم واجب جس کے سامنے امام تسلیم تھے، خلافت الٰہیہ کے معجزات کا ایک گوشہ نمایاں فرمایا۔ اس طور کہ عقول حیرت زدہ رہ گئیں اور بیدار پہلے سے زیادہ بیدار ہو گئے۔ امام نے اپنے ہاتھ آسمان کی جانب بلند کیے اور فرمایا:

پروردگارا! اگر انہوں نے مجھ پر جھوٹ باندھا ہے، تو ان کی جان لے لے!

حاضرین مجلس نے گواہوں کے مقام کو دیکھا، وہ جگہ شدت سے لرزی اور جب بھی لرزتی کوئی گواہ منہ کے بل زمین پر گرتے۔ معتصم نے خوف کے مارے کہا:

یابن رسول اللہ ﷺ! میں نے جو کچھ کہا ہے اس سے توبہ کرتا ہوں۔ خدا سے کہیے کہ زمین کو اپنی اصل حالت پر پلٹا دے اور اسے ہمارے لیے سکون بخش دے۔

امام جوادؑ نے فرمایا: بار الہا! اسے سکون بخش دے اور حاضرین کو ان کی جان واپس لوٹا دے۔[1]

یہ معجزہ دیکھ کر بھی معتصم پر کوئی اثر نہ ہوا اور اس کے غرور اور سرمستی میں کوئی کمی نہ آئی۔

◆ زرقان جو قاضی احمد بن دؤاد[1] کا دوست اور مصاحب تھا، کہتا ہے: ایک چور کو معتصم کے پاس لایا گیا۔ اس نے چوری کا اعتراف کیا۔ خلیفہ نے اس پر حد جاری کر کے

---

[1] الخرائج: ص۱۰۶ [ج۲، ص۶۷۱].

اسے گناہ سے پاک کرنے کا ارادہ کیا۔ لہذا اس نے اپنے پاس بیٹھے فقہاء سے پوچھا: چور کے ہاتھ کس مقام سے کاٹے جائیں۔ انہوں نے ایک دوسرے سے بات کی۔ احمد بن ابو دؤاد[1] نے کہا: ہاتھ کلائی سے کٹے گا کیونکہ انگلیوں اور ہتھیلی سمیت ہاتھ کا اطلاق کلائی تک ہوتا ہے، خدا فرماتا ہے:

﴿فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ﴾[2]

(وضو میں) دھوؤ اپنے چہرے اور ہاتھ

---

[1] تاج العروس میں آیا ہے: دؤاد بروزن غراب ہے. وفیات الاعیان میں دال پر پیش اور واو پر زبر کے ساتھ آیا ہے اور الف اس کے بعد لکھا گیا ہے اس کے بعد دال ہے. اس کا نام فَرَج یا فَرَح تھا. ابن کثیر بدایہ میں کہتا ہے: اس کی کنیت ہی اس کا نام تھا اور کسی نے اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ اس کی کنیت کا سبب کیا تھا. بہر حال احمد سن ۱۶۰ ہجری بصرہ میں متولد ہوا اور وہیں پلا بڑھا اور معتزلیوں سے جاملا. اس کے بعد وہ بغداد چلا گیا اور مامون سے نزدیک ہو گیا. خلیفہ اس سے خوش ہوا اور معتصم کو کہا کہ اسے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے اور اس کی رائے کی مخالفت نہ کرے. معتصم نے مامون کی سفارش پر عمل کیا اور اس نے اکثر سیاسی امور میں اسے قدرت دے دی یہاں تک کہ وہ قاضی القضات ہو گیا. معتصم نے وقت مرگ حکم دیا کہ اس کی نماز جنازہ احمد پڑھے. سرانجام یہ ہوا کہ فالج کی بیماری نے احمد کو بستر سے لگا دیا. لہذا اس کا بیٹا اس کا جانشین ہوا. متوکل ان دونوں پر غضبناک ہوا تو اس نے ان کا مال غصب کر لیا. اس نے محمد اور اس کے بھائیوں کو زندان میں ڈال دیا. سن ۲۴۰ ہجری بغداد میں جب کہ محمد کو مرے فقط ۲۰ دن گزرے تھے، احمد بھی دنیا سے رخصت ہوا اور اسے اس کے گھر میں ہی دفن کیا گیا.

[2] النساء: ۴۳.

مجلس میں بیٹھے ہوئے بعض افراد نے اس کی تائید کی اور بعض نے مخالفت کرتے ہوئے کہا: ہاتھ کو کہنی تک کاٹا جائے کیونکہ خدا فرماتا ہے:

﴿وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ﴾[1]

اور ہاتھ دھوؤ کہنیوں تک۔

معتصم نے امام جوادؑ کی جانب رخ کیا اور ان سے اس مسئلے کے بارے میں سوال کیا۔ امام اس سوال کا جواب دینے سے پرہیز کر رہے تھے۔ معتصم نے قبول نہ کیا اور انہیں حکم بیان کرنے پر مجبور کیا۔ امام نے فرمایا: چونکہ تو نے مجھے خدا کی قسم دی ہے تو میں بتاتا ہوں۔ اس معاملے میں ان سب نے سنت رسول اللہ ﷺ بیان کرنے میں غلطی کی ہے۔ ہاتھ کاٹنے میں حد واجب انگلیوں کو انتہا سے کاٹنا ہے جبکہ ہتھیلیاں اس حکم میں شامل نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

السُّجُودُ عَلَى سَبْعَةِ أَعْضَاءٍ الْوَجْهِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ.

سجدے میں سات اعضاء کا زمین پر لگنا ضروری ہے پیشانی، دونوں ہاتھ، دونوں زانو اور دونوں پیر۔

اگر چور کا ہاتھ کلائی سے کاٹا جائے، تو اس کا ہاتھ ہی نہیں بچے گا جو وہ سجدے میں رکھے اور خدا فرماتا ہے:

﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ﴾[2]

---

[1] المائدۃ:٦۔

[2] الجن:١٨۔

اور سجدے کے محل خدا کے لیے ہے۔

یعنی ان سات اعضاء کے ذریعے سے سجدہ صحیح واقع ہوتا ہے۔

﴿فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾

پس خدا کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔

معتصم امام کا کلام سن کر حیران رہ گیا اور حکم دیا کہ چور کا ہاتھ ہتھیلی چھوڑ کر انگلیوں کی انتہا سے کاٹا جائے۔[1]

◆ خاندان رزین میں سے ایک شخص جس کا نام احمد بن فضل خاقانی تھا کہتا ہے: جلولاء کے علاقے میں راہزنوں نے حاجیوں کے ایک قافلے پر حملہ کر دیا جس میں حاجیوں کے علاوہ دوسرے مسافر بھی تھے، انہوں نے ان کا راستہ روکا اور پھر بھاگ کھڑے ہوئے۔ وہاں کے حاکم نے ان کا پیچھا کر کے انہیں گرفتار کر لیا اور اس کے بعد معتصم کے سامنے سارا ماجرا بیان کیا۔ خلیفہ نے فقہاء کے ایک گروہ کو جمع کیا جن میں احمد بن دؤاد بھی تھا۔ اس نے ان سب سے اس مسئلے کے متعلق رائے پوچھی۔ انہوں نے کہا: خدائے عظیم نے اس بارے میں فرمایا ہے:

﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ﴾[2]

---

[1] وسائل الشیعہ، حر عاملی: ج۳، ص۴۵۵، [ج۲۸، ص۲۵۲، ح۳۴۶۹۰] باب حد سرقت، نقل از تفسیر عیاشی. [ج۱، ص۳۱۹]

[2] المائدۃ: ۳۳.

بے شک وہ لوگ جو خدا اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور زمین میں فساد مچانے میں سرگرم ہیں، ان کی سزا یہ ہے کہ یا تو انہیں قتل کر دیا جائے یا دار پر لٹکا دیا جائے یا ان کے ہاتھ پیر مخالف سمتوں سے کاٹ دیے جائیں یا انہیں شہر بدر کر دیا جائے۔

امیر المومنین کو اختیار حاصل ہے کہ ان میں سے جو سزا بھی منتخب فرمائیں۔ معتصم نے امام تقیؑ کی جانب رخ کر کے اس مسئلے کے بارے میں سوال کیا۔ امام نے فرمایا:

وَالَّذِي يَجِبُ فِي ذَلِكَ أَنْ يَنْظُرَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فِي هَؤُلَاءِ الَّذِينَ قَطَعُوا الطَّرِيقَ فَإِنْ كَانُوا أَخَافُوا السَّبِيلَ فَقَطْ وَلَمْ يَقْتُلُوا أَحَداً وَلَمْ يَأْخُذُوا مَالاً أَمَرَ بِإِيدَاعِهِمُ الْحَبْسَ فَإِنَّ ذَلِكَ مَعْنَى نَفْيِهِمْ مِنَ الْأَرْضِ بِإِخَافَتِهِمُ السَّبِيلَ وَإِنْ كَانُوا أَخَافُوا السَّبِيلَ وَقَتَلُوا النَّفْسَ أَمَرَ بِقَتْلِهِمْ وَإِنْ كَانُوا أَخَافُوا السَّبِيلَ وَقَتَلُوا النَّفْسَ وَأَخَذُوا الْمَالَ أَمَرَ بِقَطْعِ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلِهِمْ مِنْ خِلَافٍ وَصَلْبِهِمْ بَعْدَ ذَلِكَ.

ان ڈاکوؤں کے حوالے سے تحقیق ہونا لازم ہے۔ اگر انہوں نے فقط راستے میں ناامنی پھیلائی ہے اور لوگوں کو ڈرانے کا باعث بنے ہیں لیکن کسی کو قتل نہیں کیا نیز کسی کا مال بھی نہیں لوٹا تو انہیں قید کیا جائے گا۔ اور ان کے لیے قید کرنا یعنی شہر بدر کرنا ہے کیونکہ انہوں نے مسافروں کو ڈرایا ہے۔ اگر یہ مسافروں کو ڈرانے کے ساتھ ساتھ ان کے قتل کا بھی موجب بنے ہیں تو انہیں قتل کیا جائے گا۔ اور اگر ڈرانے اور قتل کے ساتھ ساتھ اموال بھی لوٹے ہیں تو پہلے ان کے ہاتھ پیر مخالف سمت سے کاٹے جائیں

گے اور پھر انہیں دار پر لٹکایا جائے گا۔

جیسا امام جوادؑ نے بیان فرمایا تھا معتصم نے لکھ بھیجا تاکہ حد جاری کی جاسکے۔[1]

◆ احمد بن دؤاد جو قاضی القضاۃ تھا اور یہاں اس کے حکم کی مخالف ہوئی تھی اس پر یہ بات اس قدر گراں گزری کہ موت کی تمنا کرنے لگا اور اسکی بدخواہ اور پلید روح کا سکون چھن گیا۔ آئندہ اس قسم کا کوئی واقعہ پیش نہ آئے اس غرض سے وہ حجت وقت اور امام و خلیفہ الٰہی کے قتل کے درپے ہو گیا۔ تین دن کے بعد معتصم کے پاس گیا اور ظاہر کیا کہ وہ معتصم کا خیر خواہ ہے اور اس خیر خواہی کو خود پر واجب سمجھتا ہے۔ اس نے کہا: میری گردن پر امیر المومنین کا حق ہے، آپ کی حکومت کی بقاء کے لیے خیر چاہنا اور اس کی طلب دوام مجھ پر واجب ہے اور میں اس حق سے کبھی منہ نہیں پھیروں گا چاہے آپ مجھے آگ میں جلا دیجیے۔ معتصم مارے خوف کے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس سے ماجرا دریافت کیا۔ بولا: امیر المومنین اپنی محفل میں ریاست کے فقہاء کو جمع فرماتے ہیں تاکہ وہ کسی مسئلے کے بارے میں حکم فرمائیں۔ جو چیز ان کے یہاں ثابت ہوتی ہے وہ اس بنا پر حکم بیان فرماتے ہیں اور اس وقت وہاں وزیر، حاجب اور خلیفہ کے خاندان کے افراد بھی بیٹھے ہوتے ہیں، عوام ان کی پشت پر کھڑے ہو کر بیان ہونے والے مطالب سن رہے ہوتے ہیں۔ اس وقت امیر درباری فقہاء کی بات

---

[1] وسائل الشیعہ: ج ۳، ص ۴۵۵ [ج ۲۸، ص ۳۱۲، حدیث ۳۴۸۳۸]، باب حد المحارب، نقل از تفسیر عیاشی [ج ۱، ص ۳۱۵]؛ وفیات الاعیان؛ البدایہ: ج ۱۰، ص ۳۱۹؛ تاریخ القضاۃ فی الاسلام: ص ۱۸۳۔

سے روگردانی کر کے ایک ایسے شخص کی بات کو فوقیت دیتے ہیں جس کی امامت کے لوگ ویسے ہی بہت معتقد ہیں اور اسے خلیفہ سے زیادہ قابل (خلافت) سمجھتے ہیں۔ ان سب باتوں کے بعد امیر المومنین لوگوں کی عدم اطاعت اور عباسیوں کی حکومت کی شکست سے کس طرح آسودہ خاطر ہو سکتے ہیں؟ معتصم کے چہرے کا رنگ اڑ گیا، وہ غصے سے دیوانہ ہو گیا گویا ابھی تک وہ خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہا تھا اور احمد نے اسے بیدار کر دیا۔ اس نے احمد کو اس کی خیر خواہی کی بدولت اچھے خاصے انعام سے نوازا۔[1]

کسی نئی مشکل سے بچنے کے لیے اس نے امام کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اسے معلوم تھا کہ مامون کا بیٹا جعفر امام جوادؑ سے دشمنی رکھتا ہے اور ان کے قتل کے درپے ہے لہذا اس نے اس کے ساتھ اکیلے میں ملاقات کی اور اسے بتایا کہ لوگ امام کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتے ہیں اور ان کا کس قدر احترام کرتے ہیں۔ اس نے اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر وہ ان امور سے غفلت برتیں گے تو ان کی حکومت کا تختہ الٹ جائے گا اور خلافت امیر المومنین علیؑ کے بیٹوں کے ہاتھ میں چلی جائے گی۔ معتصم نے جعفر کے یوں کان بھر کر اس کے دل میں موجود امام کی قتل کی نیت کو اور پختہ کر دیا۔ اس کے بعد ان دونوں ملعونوں نے ارادہ کیا کہ یہ کام مامون کی بیٹی ام الفضل کے ذریعے سے انجام دیا جائے جو امام کی زوجہ بھی تھی۔ ام الفضل بانجھ تھی۔ وہ سمجھتی تھی کہ امام جوادؑ مادر امام نقیؑ کو اس پر فوقیت دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ امام سے نالاں رہتی تھی۔ جعفر اور ام الفضل ایک ماں سے تھے، جعفر ام الفضل کے پاس آیا اور اس سے

---

[1] بحار الانوار: ج ۱۲، ص ۹۹، نقل از تفسیر عیاشی۔

کہا کہ امام کو زہر دے دے، ام الفضل نے بھی اس کی بات قبول کر لی۔[1]

---

[1] اثبات الوصیۃ: ص ۱۹۰ ط نجف.

ام الفضل نے قیامت ڈھا دی

ام الفضل نے عمداً ایک کپڑا زہر میں بھگویا اور جب امام کچھ مدت اس کے ساتھ تھے تو اس نے یہ کپڑا امام کو دیا۔ امام اجل حتمی اور حکم قطعی خدا کو جانتے تھے، انہوں نے اس سے وہ رومال لے کر استعمال کیا۔ زہر امام کے جسم میں سرایت کر گیا اور امام کو اس کی حرارت محسوس ہونے لگی، امام کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ ام الفضل رونے لگی اور اپنے کیے پر پشیمان ہوئی، وہ کام جس سے بلند و بالا پہاڑ لرز جائیں اور آسمان پھٹ پڑے۔

امام نے اس سے فرمایا: اب کیا روتی ہے؟ میں خدا کو قسم دیتا ہوں کہ تجھے آشکار مرض اور ایسے فقر میں مبتلا کرے جس کا کبھی ازالہ نہ ہو سکے! اس کے بعد ام الفضل کے جسم کے پنہاں ترین عضو میں ناسور ہو گیا، یہ ناسور ایک زخم میں تھا جو ہر بار ٹھیک ہو کر پھر تازہ ہو جاتا تھا۔ اس کے پاس جو کچھ تھا اس نے اس زخم کے علاج پر لگا دیا۔ زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ وہ نہایت فقیر ہو کر لوگوں کی مدد کی نیاز مند ہو گئی۔[1] وہ مختلف

---

[1] اثبات الوصیۃ: ص ۱۹۰؛ دلائل الامامۃ: ص ۲۰۹؛ عیون معجزات: ص ۱۱۸. نقل کیا گیا ہے کہ ام الفضل نے امام جواد کو چھوٹے انگوروں میں ملا کر زہر دیا. مدینۃ المعاجز: ص ۵۳۶ میں سید ہاشم بحرانی نے نقل کیا ہے: امام غذا کے ذریعے سے مسموم ہوئے. مناقب ابن شہر آشوب: ج ۲، ص ۳۰ میں آیا ہے: معتصم نے ایک بیش قیمتی موتی کے ساتھ امام کی خدمت میں برف پڑا ترنج کا شربت بھیجا جس میں زہر ملا ہوا تھا۔ امام کو اسے پینے پر مجبور کیا گیا. یہ تمام اقوال بعید معلوم ہوتے ہیں. کیونکہ امام نے ام الفضل کو ایک ایسے مرض میں مبتلا ہونے کی بددعا دی تھی جسے وہ

اطباء کے پاس جایا کرتی لیکن کوئی علاج بھی کارگر نہ ہوا یہاں تک کہ موت نے اسے آ لیا۔[1] اس پر خدا کی لعنت ہو۔

ام الفضل کے بھائی اور مامون کے بیٹے جعفر سے بھی خدا نے انتقام لینے اور اس پر عذاب نازل کرنے میں تاخیر نہیں کی۔ ایک دن اس نے اس قدر شراب پی رکھی تھی کہ اس کی عقل کلی طور پر زائل ہو چکی تھی، وہ دیوانہ وار ادھر ادھر گرتا پڑتا چل رہا تھا

چھپا نہ سکے، جس کی وجہ سے اس کی شرمگاہ میں ناسور پیدا ہو گیا۔ یہ روایت رومال میں زہر دینے کے ساتھ زیادہ سازگار ہے۔ اور امام کے جسم میں رومال کے ذریعے سے زہر کا سرایت کرنا کوئی بعید امر نہیں۔ کیونکہ تاریخ میں اس کے دوسرے شواہد بھی موجود ہیں۔ مثال کے طور پر کتاب الدرر الکامنۃ: ج ۳، ص ۳۱۴ میں وارد ہوا ہے: غازان محمود بن ارغوان بن الغابن ہلاکو خان اپنی بیوی کے ہاتھوں مسموم ہو کر قتل ہوا۔ اس نے ایک رومال میں زہر لگایا اور ہمبستری کے بعد اسے وہ زہر آلودہ رومال دیا۔ کتاب تاریخ دول الاسلام: ج ۳، ص ۱۸۴ تالیف رزق اللہ منقریوس صدقی میں آیا ہے: شاہ طہماسب ابن شاہ اسماعیل کی زوجہ پیری نے اپنے شوہر کو ہمبستری کرنے کے بعد زہر آلودہ رومال سے قتل کیا۔ مقتل خوارزمی: ج ۱، ص ۱۳۲ ط نجف میں آیا ہے: معاویہ نے زہر آلودہ رومال پچاس ہزار درہم کے ہمراہ جعدہ بنت اشعث کے لیے بھیجا تاکہ وہ امام حسنؑ کو مسموم کرے۔ امام جتنے وقت اس کے ساتھ تھے اس نے وہ رومال انہیں دیا اور ان کی شہادت اسی زہر آلودہ رومال کی وجہ سے ہوئی۔

(مترجم کہتا ہے: البتہ امام حسنؑ کی شہادت کے حوالے سے مشہور روایت کے مطابق انہیں انگوروں، دودھ یا وضو کے پانی میں زہر دیا گیا)

[1] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۲، ص ۴۳۵۔

اسی اثناء میں کنویں میں جا گرا اور وہاں سے اس کی لاش ہی نکالی گئی۔[1] البتہ آخرت کا عذاب اس سے کہیں زیادہ سخت اور رسوا کرنے والا ہے۔

امام ایک شب و روز زہر کی شدت سے تڑپتے رہے۔[2] اور سن ۲۲۰ ہجری، عین عالم شباب میں جبکہ آپ کی عمر فقط ۲۵ سال تھی منگل کے روز جب دن گزرے دو گھنٹے ہوئے تھے، شہید ہو گئے۔[3]

امام کے بدن مطہر کو ان کے گھر سے باہر لایا گیا اور اسوار بن میمون کے محلے میں پل بردان کے علاقے میں رکھا گیا۔ واثق نے امام پر نماز پڑھی۔[4]

یہ ظاہری ماجرا تھا۔ البتہ صحیح اور مبنی بر حق عقیدہ یہی ہے کہ امام کے علاوہ کوئی بھی ائمہ معصومینؑ کی آخری رسومات کا سرپرست نہیں ہو سکتا۔

پس امام کے ان امور کے متولی ان کے بیٹے امام نقیؑ تھے نہ کہ کوئی اور کیونکہ یہ وجود جو نور اقدس الٰہی سے مشتق ہیں، انہیں دنیا ترک کرنے اور خدائے متعال کی جانب عروج کرتے وقت کوئی نہیں چھوتا مگر وہ جو خود اس مقام کا حامل ہو۔

جس خدا نے امام جوادؑ کو اپنے والد کے امور انجام دینے کے لیے سات سال کی عمر میں مدینے سے خراسان پہنچا دیا تھا وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ امام نقیؑ کو چھ سال کی

---

[1] اثبات الوصیۃ: ص ۱۹۰، ط نجف.

[2] مدینۃ المعاجز: ص ۵۳۷.

[3] دلائل الامامۃ: ص ۲۰۸.

[4] بحار الانوار: ج ۱۲، ص ۱۰۱

عمر میں مدینے سے بغداد پہنچا دے تا کہ وہ اپنے شہید بابا کے جسد پر نماز پڑھیں اور اسے سپرد خاک فرمائیں۔

علی بن حمزہ سے امام رضاؑ کی گفتگو اس بات پر گواہ ہے۔ امام رضاؑ نے اس سے فرمایا: کیا امام حسین بن علیؑ امام تھے؟ اس نے کہا: ہاں!

امام نے فرمایا: پھر کون ان کی آخری رسومات کا متولی ہوا؟

علی بن حمزہ نے کہا: امام سجادؑ ان کے امور کے متولی تھے۔

امام نے پوچھا: امام سجادؑ کہاں تھے؟

علی بن حمزہ نے کہا: کوفے میں ابن زیاد کی قید میں۔ البتہ جب ان کے دفن کی خبر ان تک پہنچی تو وہ یزیدوں کو خبر کیے بنا زندان سے نکلے تا کہ اپنے والد کے آخری امور انجام دے سکیں، اس کے بعد وہ واپس زندان لوٹ آئے۔

امام رضاؑ نے فرمایا: جو خدا اس امر پر قادر ہے کہ امام سجادؑ کو اپنے والد سے مربوط امر انجام دینے کے لیے کربلا جانے اور پھر واپس پلٹانے کی قدرت سے نوازے وہ اس امر کے صاحبؑ کو بھی قدرت سے نوازے گا کہ وہ بغداد آئے اور اپنے والد کے امور کا متولی بنے، جبکہ وہ تو قید و زندان میں بھی نہیں ہو گا۔

امام کا جنازہ بڑی عظمت اور اہتمام سے اٹھایا گیا۔ شیعہ ان کا جسد خاکی اٹھا کر مقابر قریش لائے اور انہیں ان کے جد بزرگوار امام موسیٰ کاظمؑ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔[1]

---

[1] اثبات الوصیۃ: ص ۱۷۳۔

اس شہادت نے ان انسانوں کو رسوا کر دیا جنہوں نے روح اسلام، رسول اللہ ﷺ کے مہکتے گلاب نیز فاطمہ زہرا اور سید شباب اہل جنت کے جگر گوشے کے ساتھ ایسا کیا تھا۔

تاریخ شہادت

اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ امام تقی الجوادؑ کی شہادت ۲۲۰ ہجری، معتصم عباسی کے دور حکومت میں زہر سے ہوئی۔ شیخ صدوق نے الاعتقادات، ابن شہر آشوب نے مناقب: ج ۲، ص ۴۳۵؛ مسعودی نے اثبات الوصیۃ: ص ۱۹۰؛ ابن جریر طبری نے دلائل الامامہ: ص ۲۰۹؛ حسین بن عبد الوہاب نے عیون المعجزات: ص ۱۱۸؛ سید نعمت اللہ جزائری نے انوار النعمانیہ: ص ۱۲۷ اور سید ہاشم بحرانی نے معالم الزلفیٰ: ص ۹۹ نیز مدینۃ المعاجز: ص ۵۳۷ میں اس بات کی تصریح فرمائی ہے۔

امام جوادؑ خلفاء میں سے مامون اور معتصم کے ہم عصر تھے۔ معتصم نے خلیفہ بننے کے ڈیڑھ سال کے بعد امامؑ کو مدینے سے بغداد بلوا لیا تھا۔ امام بغداد میں ایک سال رہنے کے بعد شہید کر دیے گئے۔ خدا کی لعنت ہو ان کے قاتلوں پر اور ان پر بھی جنہوں نے امام اور ان کے اجداد کے حق میں ظلم کیا۔

امام کی شہادت کے ماہ اور تاریخ سے متعلق اقوال میں اختلاف پایا جاتا ہے، ہم

۱کلینی نے اصول الکافی میں، شیخ مفید نے الارشاد میں، طبرسی نے اعلام الوریٰ میں، ابن شہر آشوب نے مناقب میں، مسعودی نے اثبات الوصیہ میں اور حسین بن عبد الوہاب نے عیون المعجزات میں اس مطلب کی تصریح فرمائی ہے۔

ذیل میں یہ اقوال نقل کیے دیتے ہیں:

ا۔ اس حوالے سے ماہ ذی القعدہ کی آخری تاریخ مشہور ہے۔ شیخ کلینی نے الکافی میں، ابن شہر آشوب نے مناقب میں، طبرسی نے اعلام الوریٰ میں، فتال نے روضۃ الواعظین میں، سید نعمت اللہ جزائری نے انوار النعمانیہ میں، شہید اول نے دروس میں، علامہ حلی نے منتہی میں اور ابن حجر عسقلانی نے صواعق المحرقہ میں یہی تاریخ رقم کی ہے۔

۲۔ ذی الحجہ کی پانچ تاریخ بھی بعض ماٰخذ میں ذکر ہوئی ہے، من جملہ: مسعودی نے اثبات الوصیہ میں، ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں، ابن جریر نے دلائل الامامہ میں اور سبط ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص میں یہ تاریخ رقم کی ہے۔

۳۔ صاحب کشف الغمہ نے حمیری کی کتاب دلائل سے محمد بن سنان سے چھ ذی الحجہ نقل کی ہے

۴۔ ذی الحجہ کی تین تاریخ بھی ابن جریر نے دلائل الامامہ میں ایک قول کے زیر عنوان نقل کی ہے۔

۴۔ شیخ کفعمی نے ائمہؑ سے مربوط جدول اور مصباح کے شارح ابو فراس نے اپنے جدول میں دس رجب ذکر کی ہے۔

۵۔ سید محمد علی شاہ عبد العظیمی نے ایقاد میں اول ذی القعدہ بھی ایک قول کے زیر عنوان نقل کی ہے۔

۶۔ ایقاد میں ہی ایک قول کے عنوان سے گیارہ ذی القعدہ بھی نقل کی گئی ہے۔

maablib.org

ے۔ جدول ایقاد میں ذی الحجہ کی دسویں تاریخ بھی رقم ہے۔

maablib.org

توضیح ایک روایت کی بابت

ہم جانتے ہیں کہ لوگوں کو امام کی ویسے ہی ضرورت ہے جیسے نبی کی۔ کیونکہ انسانوں کے دین و دنیا کا نظام اس پر متوقف و مرتب ہے۔ علم کبھی بھی امام معصوم سے پوشیدہ نہیں رہتا۔ وہ کردار و گفتار (دونوں) میں انسانوں کے امام ہیں۔ اس بنا پر کسی فعل کے انجام دینے یا اسے ترک کرنے میں بھی وہ انسانوں کے مقتدا ہیں۔ ہم (ظاہراً دیکھنے والے) بچے اور کم سن کے لیے بھی امامت کے قائل ہیں اور اسے جائز سمجھتے ہیں کیونکہ خدائے سبحان جو کامل و بے انتہاء قدرت کا مالک ہے، اس نے اس کے لیے امامت کو مقدر و مقرر فرمایا ہے۔ لہٰذا خدا اسے کامل طور پر تمام امور میں تجربہ، علم اور حکمت سے نوازتا ہے۔ ویسے ہی جیسے امام اگر سن رسیدہ ہو تو خدا اس وقت بھی یہی کرتا ہے، اور جیسے وہ ماضی میں بعض انبیاء کے لیے بھی یہ امر انجام دے چکا ہے۔ اس نے بچپنے میں جناب یحییٰؑ کو نبوت کے ساتھ مبعوث فرمایا اور عیسیٰؑ کو گھوارے میں پیغمبری سے نوازا۔

بنا کسی تردید کے یہ باعظمت اور قدسی مقام بچپنے کے تقاضوں میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی سازگار نہیں۔ کیونکہ امام اور خلیفہ الٰہی کا وقت اس سے کہیں زیادہ قیمتی ہے کہ وہ اسے کھیل کود اور بے ہدف امور میں صرف کرے۔ اگر امام کے اعمال و رفتار باہدف ہوں گے تو امت بھی اس کی اقتداء کرے گی۔ کیونکہ امت اس کے سامنے خاضع ہے اور وہ شرعی و اخلاقی احکام و قوانین اس سے حاصل کرتی ہے اور اسے ایسی ناموس الٰہی شمار کرتی ہے جس سے تجاوز اور سرپیچی کرنا جائز نہیں سمجھتی۔ نیز اگر امام

اپنے بچپن میں کھیل کود میں لگ جائے تو امت کے امور بے نظمی کا شکار ہو جائیں گے، ان میں اخلاقی فساد راہ پا جائے گا اور امت کی نگاہ میں امام اپنے مقام و منزلت سے گر جائے گا۔ لہذا واجب ہے کہ امام معصوم خطا، نسیان، غفلت اور جو کام بھی اسے (کار امامت انجام دینے سے) باز رکھے اس سے منزہ ہو۔

معاویہ بن وہب کی حدیث میں آیا ہے کہ میں نے امام صادقؑ کی خدمت میں عرض کی: ایک امام کے بعد آنے والے دوسرے امام کی کیا نشانی ہے؟ امام نے فرمایا:

طَهَارَةُ الْوِلَادَةِ وَحُسْنُ الْمَنْشَاءِ وَلَا يَلْهُو وَلَا يَلْعَبُ.

طہارت ولادت، نیک آغاز اور لہو و لعب میں مشغول نہ ہونا۔[1]

امام صادقؑ سے کم سنی میں ان کے والد نے فرمایا:

بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي لَا تَلْهُو وَلَا تَلْعَب.

میرے ماں باپ آپ پر فدا کہ آپ لہو و لعب اور کھیل کود میں مشغول نہیں ہوتے۔[2]

روایت میں آیا ہے کہ ایک بچے نے حضرت یحیٰؑ بن زکریاؑ سے کہا: آؤ کھیلتے ہیں! انہوں نے فرمایا: ہمیں کھیل کود کے لیے خلق نہیں کیا گیا۔[3]

---

[1] علامہ مجلسی نے بحار کی ج ۷، ص ۲۰۳ میں اس حدیث کے ذکر کے بعد فرمایا ہے: حسن منشأ سے مراد بچپن سے آخر عمر تک آثار فضیلت کا آشکار ہونا ہے۔ [الکافی: ج ۱، ص ۲۸۵].

[2] بحار: ج ۱۱، ص ۱۰۹ [کفایۃ الاثر: ص ۲۵۳]

[3] النبراس فی احوال بنی عباس: ص ۹۶.

اس استدلال کی بنا پر وہ روایت قابل اعتناء نہیں جسے ابن طلحہ شافعی نے امام جوادؑ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ امام بچوں کے ساتھ گلی کوچوں میں کھڑے تھے۔ ہرچند کہ بعض ایسے افراد جو مقام خلافت الٰہیہ کو نہیں پہچانتے اور امام کی صفات والا سے بے خبر ہیں نے اسے روایت کو نقل کیا ہے۔ ابن طلحہ کہتا ہے:

امام رضاؑ کی شہادت کے ایک سال بعد خلیفہ عباسی بغداد آیا۔ ایک دن وہ شکار کے لیے باہر جاتے ہوئے ایک ایسی راہ سے گزر رہا تھا جہاں بچے کھیل رہے تھے اور امام جوادؑ بھی ان کے درمیان موجود تھے۔ امام کی عمر اس وقت تقریباً گیارہ سال تھی۔ جیسے ہی مامون اس مقام پر پہنچا بچے بھاگ گئے لیکن امام اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ خلیفہ ان کے نزدیک آیا اور غور سے دیکھا۔ گویا خدا نے اس کے دل میں نرمی ڈال دی تھی۔ وہ کھڑا ہونے کے بعد بولا: اے جوان! باقی بچوں کی طرح تو ہمارے راستے سے کیوں نہیں ہٹا؟

امام نے بلا فاصلہ فرمایا:

يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَمْ تَكُنْ بِالطَّرِيقِ ضِيقٌ لِأُوَسِّعَهُ عَلَيْكَ بِذَهَابِي وَ لَمْ تَكُنْ لِي جَرِيمَةٌ فَأَخْشَاهَا وَظَنِّي بِكَ حَسَنٌ أَنَّكَ لَا تَضُرُّ مَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ.

اے امیر المومنین راستہ تنگ نہیں ہے جو اس سے ہٹ کر تمہارے لیے اسے وسیع کروں اور نہ کوئی گناہ کیا ہے جس کی وجہ سے ڈروں اور مجھے لگتا ہے کہ آپ بے گناہ کو کوئی ضرر نہیں پہنچائیں گے۔

مامون جو امام کی باتوں اور چہرے کو دیکھ کر حیرت میں تھا، بولا: تیرا نام کیا ہے؟ فرمایا: محمد! خلیفہ نے پوچھا: کس کے بیٹے ہو؟ فرمایا: علی کا۔ مامون آگے بڑھ گیا۔ جب وہ

شہر سے باہر نکل گیا تو اس نے شکاری باز کو پرندے کے پیچھے چھوڑا۔ وہ کافی دیر کے لیے اس کی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا، پھر سامنے آیا تو کیا دیکھا کہ اس کی منقار میں ایک چھوٹی سی مچھلی ہے جس کی آخری سانسیں چل رہی ہیں۔ مامون اس مچھلی کو دیکھ کر بہت متعجب ہوا۔ اس کے بعد وہ اسی راہ سے واپس لوٹا اور اسی مقام پر پہنچا جہاں بچے کھیل رہے تھے۔ خلیفہ کو دیکھتے ہی وہ پھر سے بھاگ کھڑے ہوئے لیکن امام پہلے کی طرح وہیں کھڑے رہے۔ مامون نے ان سے کہا: اے محمد! فرمایا: ہاں خلیفہ! کہا: میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ خدا نے امام کو الہام فرمایا اور امام یوں گویا ہوئے:

إِنَّ اللهَ تَعَالَى خَلَقَ بِمَشِيَّتِهِ فِي بَحْرِ قُدْرَتِهِ سَمَكاً صِغَاراً تَصِيدُهَا بُزَاةُ الْمُلُوكِ وَ الْخُلَفَاءِ فَيَخْتَبِرُونَ بِهَا سُلَالَةَ أَهْلِ بَيْتِ النُّبُوَّةِ.

خدائے تعالی نے اپنی مشیت سے اپنے بحر قدرت میں ایک مچھلی خلق کی تاکہ اسے بادشاہوں کے باز شکار کریں اور بادشاہ چاہتے ہیں کہ اس کے ذریعے سے خاندان نبوت کا امتحان لیں۔

یہ بات سن کر مامون بڑا حیران ہوا، وہ کافی دیر تک ان کی جانب دیکھتا رہا اس کے بعد کہا: بے شک تو حقیقی میں امام رضا کا بیٹا ہے... اس کے بعد اس نے ان سے نیکی کرنے میں دوگنا اضافہ کر دیا۔[1]

ابن حجر نے اپنی کتاب صواعق المحرقہ، ابن صباغ مالکی نے فصول المہمہ، شبلنجی نے نور الابصار میں ابن طلحہ کی پیروی کرتے ہوئے یہ داستان نقل کی ہے۔ انہوں نے

---

[1] مطالب السؤول: ص ۸۷۔

اس داستان میں امام کی عمر نو سال نقل کی ہے۔ ابن شہر آشوب کہتے ہیں: اس باز نے ایک سانپ کا شکار کیا۔ مامون نے اسے باورچی خانے میں رکھ دیا اور اپنے مصاحبوں سے کہا: آج اس بچے کی موت میرے ہاتھوں سے نزدیک آگئی ہے۔ اس کے بعد وہ اس مقام پر لوٹا جہاں بچے کھیل کود میں مصروف تھے۔ امام وہیں پر موجود تھے۔ اس نے سوال کیا: آسمان کی خبروں میں سے کیا جانتے ہو؟ امام نے فرمایا:

اے خلیفہ! رب العالمین نے مجھے یہ کہا ہے کہ آسمان میں متلاطم امواج کا حامل ایک عمیق سمندر ہے۔ اس میں سانپ ہیں جن کا پیٹ سبز اور جن کی پیٹھ پر سیاہ و سفید دھبے ہیں۔ بادشاہ اپنے بازوں کے ذریعے ان کا شکار کرتے ہیں اور علماء کا ان کے ذریعے سے امتحان لیتے ہیں۔ مامون نے کہا: تو نے سچ کہا: نیز تیرے آباء و اجداد اور تیرے خدا نے بھی سچ کہا۔ اس کے بعد اس نے امام کو اپنے ساتھ سوار کیا اور اپنی بیٹی سے ان کی شادی کر دی۔[1]

مورخین نے بھی امام جوادؑ کے حالات میں اس کرامت کا ذکر کیا ہے۔ امام ایجاد خلق کی علت اور کائنات کا محور و مدار ہیں۔ اس لیے خداوند عالم انہیں خلقت کی حکمتوں اور عجائبات سے آگاہ کرتا ہے تاکہ وہ بندوں کو خبر دیں اور روز حشر لوگوں پر حجت تمام ہو چکی ہو۔ امام جوادؑ کے لیے اس طرح کی کرامات اور امامت و خلافت الٰہیہ کی نشانیاں اور دلائل کثرت سے نقل کیے گئے ہیں جن میں عقل سرگردان اور متحیر ہے۔ لیکن بڑے ہی افسوس کا مقام ہے کہ راویوں نے ان روایات میں ائمہ کو ذلت کا

---

[1] مناقب ابن شہر آشوب: ج ۲، ص ۴۳۳۔

لباس پہنانے کی کوشش کی ہے تا کہ وہ انہیں دوسروں کی سطح پر لے آئیں۔ جان لینا چاہیے کہ ائمہ امنائے وحی ہیں اور انہوں نے ہمیں اس قسم کی کرامات قبول کرنے سے منع فرمایا ہے۔

ابراہیم بن ابی محمود کی روایت میں وارد ہوا ہے: میں امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اے فرزند رسول ﷺ! ہم تک اہلسنت کے ذریعے امیر المومنین علیؑ اور آپ کے کچھ فضائل پر مبنی احادیث پہنچتی ہیں لیکن ہم نے آپ سے اس قبیل کی روایات نہیں سنیں۔ کیا ان روایات پر اعتقاد رکھیں؟ امام نے فرمایا:

يَا ابْنَ أَبِي مَحْمُودٍ لَقَدْ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ ع أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ص قَالَ مَنْ أَصْغَى إِلَى نَاطِقٍ فَقَدْ عَبَدَهُ فَإِنْ كَانَ النَّاطِقُ عَنِ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ فَقَدْ عَبَدَ اللَّهَ وَ إِنْ كَانَ النَّاطِقُ عَنْ إِبْلِيسَ فَقَدْ عَبَدَ إِبْلِيسَ.

اے ابن ابی محمود! میرے بابا نے اپنے اجداد کے توسط سے میرے لیے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی بھی کسی بولنے والے کی بات پر کان دھرے وہ ایسا ہے کہ گویا اس نے اس کی پرستش کی ہے۔ پس اگر بولنے والا خدا کی جانب سے بات کر رہا ہے تو سننے والے نے خدا کی عبادت کی ہے اور اگر وہ شیطان کی جانب سے بول رہا ہے تو اس نے شیطان کی پرستش کی ہے۔

اس کے بعد امام رضاؑ نے فرمایا:

ثُمَّ قَالَ الرِّضَا يَا ابْنَ أَبِي مَحْمُودٍ إِنَّ مُخَالِفِينَا وَضَعُوا أَخْبَاراً فِي فَضَائِلِنَا وَ جَعَلُوهَا عَلَى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ أَحَدُهَا الْغُلُوُّ وَ ثَانِيهَا التَّقْصِيرُ فِي أَمْرِنَا وَ ثَالِثُهَا التَّصْرِيحُ بِمَثَالِبِ أَعْدَائِنَا

فَإِذَا سَمِعَ النَّاسُ الْغُلُوَّ فِينَا كَفَّرُوا شِيعَتَنَا وَ نَسَبُوهُمْ إِلَى الْقَوْلِ بِرُبُوبِيَّتِنَا وَ إِذَا سَمِعُوا التَّقْصِيرَ اعْتَقَدُوهُ فِينَا وَ إِذَا سَمِعُوا مَثَالِبَ أَعْدَائِنَا بِأَسْمَائِهِمْ ثَلَبُونَا بِأَسْمَائِنَا وَ قَدْ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ ﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾[1].

اے ابن ابی محمود! بے شک ہمارے مخالفین نے ہمارے فضائل کے باب میں احادیث وضع کی ہیں جن کی تین اقسام ہیں: ایک وہ ہیں جو غلو پر مبنی ہیں، دوسری ہمارے حق میں تقصیر پر اور تیسری ایسی ہیں جن میں ہمارے دشمنوں پر ان کا نام لے کر دشنام درازی کی گئی ہے۔ جب لوگ پہلی اور تیسری قسم کی روایات دیکھتے ہیں تو ہم پر انگشت اعتراض بلند کرتے ہیں اور ہم پر لعنت ملامت کرتے ہیں۔ جبکہ خداوند عالم فرماتا ہے: وہ جو غیر خدا کی جانب بلاتے ہیں انہیں سب نہ کرو تا کہ وہ خدا کو بنا علم کے سب نہ کریں۔

يَا ابْنَ أَبِي مَحْمُودٍ إِذَا أَخَذَ النَّاسُ يَمِيناً وَ شِمَالاً فَالْزَمْ طَرِيقَتَنَا فَإِنَّهُ مَنْ لَزِمَنَا لَزِمْنَاهُ وَ مَنْ فَارَقَنَا فَارَقْنَاهُ إِنَّ أَدْنَى مَا يُخْرِجُ بِهِ الرَّجُلُ مِنَ الْإِيمَانِ أَنْ يَقُولَ لِلْحَصَاةِ هَذِهِ نَوَاةٌ ثُمَّ يَدِينَ بِذَلِكَ وَ يَبْرَأَ مِمَّنْ خَالَفَهُ يَا ابْنَ أَبِي مَحْمُودٍ احْفَظْ مَا حَدَّثْتُكَ بِهِ فَقَدْ جَمَعْتُ لَكَ خَيْرَ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ.

اے ابن ابی محمود! جب لوگ دائیں بائیں جا رہے ہوں تو تجھ پر ہماری راہ پر چلنا لازم ہے۔ پس جو ہمارے ساتھ رہے گا ہم اس کے ساتھ رہیں گے اور جو ہمیں چھوڑ دے گا ہم اسے چھوڑ دیں گے۔ انسان کو ایمان سے خارج کرنے کے لیے سب سے کمتر

---

[1] الانعام، ۱۰۸

چیز یہ ہے کہ وہ ایک سنگ ریزے کو دانہ کہے۔ (یعنی حق کو باطل اور باطل کو حق کہے) اور اس امر میں اپنے مخالفین سے بیزاری کا اظہار کرے۔ اے ابن ابی محمود! جو میں نے تجھ سے کہا ہے اسے محفوظ کر لے کیونکہ میں نے اس میں تیرے لیے دنیا و آخرت کی خیر جمع کر دی ہے۔[1]

بہر حال ہم قارئین کی توجہ ان اشتباہات کی جانب مبذول کرواتے ہیں جو اس روایت میں موجود ہیں:

ابن طلحہ کہتا ہے: امام رضاؑ کی شہادت کے ایک سال بعد خلیفہ عباسی بغداد آیا۔ ایک دن وہ شکار کے لیے باہر جاتے ہوئے ایک ایسی راہ سے گزرا جہاں بچے کھیل رہے تھے اور امام جوادؑ بھی ان کے درمیان موجود تھے۔ امام کی عمر اس وقت تقریباً گیارہ برس تھی۔

اس نے امام کا سن لکھنے میں غلطی کی ہے۔ کیونکہ وہ کہتا ہے کہ امام رضاؑ ۲۰۳ ہجری میں شہید ہوئے۔ اس وقت امام اٹھ سال کے تھے، کیونکہ ان کا سال تولد ۱۹۵ ہجری ہے۔ اس معاملے میں ہیثمی، ابن صباغ اور شبلنجی جنہوں نے اس واقعے کی شرح کی ہے، وہ ابن طلحہ سے اختلاف رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک امام کا سن تقریباً نو سال تھا۔

---

[1] بحار: ج ۷، ص ۳۳۲ [ج ۲۷، ص ۲۳۹] نقل از عیون اخبار الرضا: [ج ۱، ص ۳۰۴] یہ امر مخفی رہے کہ اہلبیتؑ کے باب فضائل میں نقل ہونے والی وہ روایات جو فقط ہمارے مخالفین نے نقل کی ہیں پر اعتقاد نہ رکھنا اس امر سے منافات نہیں رکھتا کہ مخالفین پر ان روایات سے ایک راہ کے عنوان سے احتجاج کرنا جائز ہے۔

ابن طلحہ کہتا ہے: امام جواد بچوں کے ساتھ کھڑے تھے... اس حصے میں یہ غلطی ہے کہ: مامون نے امام کو ۲۱۱ ہجری میں مدینے سے بغداد بلایا اور اس وقت امام کی عمر ۱۶ سال تھی، یہ بات ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں۔ اس وقت امام شیعوں کے امام اور ان کی دینی و دنیاوی مشکلات میں مرجع تھے۔ ان کے والد کی شہادت کے بعد ان کی امامت کا آغاز ہوئے فقط آٹھ سال گزرے تھے۔ امام کو مدینے سے بغداد منتقل کرنے سے مامون کا ہدف انہیں حکومت کے زیر نگاہ رکھنا اور ان افراد کی شناسائی تھی جو امام سے رابطے میں تھے تاکہ حکومت کے خلاف سازش کرنے والے عناصر کو صفحہ ہستی سے مٹایا جاسکے۔ ایسے حالات میں کیا یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ مامون امام اور حجت خدا کو نہ پہچانتا ہو اور اسے امام اور ان کے والد کا نام پوچھنا پڑے؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

ابن طلحہ کہتا ہے: جب باز واپس لوٹا تو اس کے ہاتھ میں... ایک منصف مزاج شخص سے سوال ہے: جتنے وقت میں مامون جا کر واپس لوٹا اگر ہم فرض کر لیں کہ وہ دو گھنٹے کا دورانیہ تھا، تو کیا امام معصوم اور عالم تشیع کے مرجع امام جوادؑ کے شایان شان ہے کہ وہ دو گھنٹے تک بچوں کے ساتھ کوچہ و بازار میں کھیل کود میں مصروف رہیں؟ وہ امام جو اپنے والد کے بعد خدائے متعال کی حجت اور خلیفہ الہی ہے اور شیعہ انہیں آٹھ سال کے سن سے اپنی مشکلات حل کرنے کے سلسلے میں بعنوان فریادرس پہچانتے ہیں۔ (اس کے معاملے میں ایسا) ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔

اگر کہا جائے کہ امام کے بچوں کے ساتھ وہاں ٹھہرنے میں حکمت تھی اور وہ اس معجزے کو ظاہر کرنا تھی تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے: ہمارا اعتقاد ہے کہ اگر

حکمت کا تقاضا ہو تو ائمہ معصومینؑ ہر چیز میں تصرف کر سکتے ہیں اس بنا پر امام جوادؑ کسی ایسے عمل کو انجام دیے بنا ہی جو مقام مقدس امامت کے مناسب نہ ہو گھر میں بیٹھے بیٹھے ہی نفس مامون میں تصرف کر سکتے تھے تاکہ اس کے بعد تمام علماء کو اس مچھلی کے بارے میں بحث کرنے کے لیے جمع کیا جاتا اور جب وہ صحیح جواب دینے سے قاصر رہتے اور امام سے ان کی رائے پوچھی جاتی تو امام معجزے کا اظہار فرماتے۔

ایسے ہی ائمہ ہدیٰؑ جو خاندان رسول ﷺ سے ہیں اپنے آغاز خلقت سے خشوع و خضوع اور خدا کے لیے دنیا کو ترک کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں برتتے اور اپنا تمام وقت خدا کی تسبیح و تقدیس میں صرف کرتے ہیں۔ وہ کبھی کسی ایسے عمل کے مرتکب نہیں ہوتے جو لوگوں کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائے اور لوگوں کے انؑ سے معالم دین کسب کرنے کے سلسلے میں مانع ہو۔ سب جانتے ہیں کہ لوگ چاہے وہ شیعہ ہوں یا سنی، ایسے شخص سے بیزار ہوتے ہیں جو لہو و لعب سے پرہیز نہ کرتا ہو اور اپنے وقت کا بڑا حصہ بچوں کے کھیل کو دیکھنے میں گزار دے۔

اسحاق بن اسماعیل کی روایت اس مطلب پر خود ہی گواہ ہے۔ وہ کہتا ہے: جس سال میں حج پر گیا اس سال امام جوادؑ سے بہت سے لوگ ملاقات کے لیے آئے ہوئے تھے۔ میں نے ایک خط میں دس مسائل لکھ رکھے تھے تاکہ ان کے بارے میں امام سے سوال کروں۔ اس وقت میری بیوی حاملہ بھی تھی، میں نے سوچا جب امام سے سوال پوچھ لونگا تو ان سے استدعا کروں گا کہ دعا کریں میرے یہاں لڑکا ہو! جب لوگ اپنے سوال پوچھ چکے تو میں اپنی جگہ سے اٹھا، وہ خط اس وقت بھی میرے ہاتھ میں تھا تاکہ

میں ان سے سوال کروں۔ جیسے ہی امام کی نظر مجھ پر پڑی آپ نے فرمایا: اسحاق اس کا نام احمد رکھنا! اس کے کچھ عرصے بعد میرے یہاں لڑکا پیدا ہوا میں نے اس کا نام احمد رکھا۔ وہ کچھ عرصہ زندہ رہا اور پھر اللہ کو پیارا ہو گیا۔

اس وقت وہاں موجود افراد میں ایک شخص بنام علی بن حسان واسطی المعروف بہ عمش کہتا ہے: میں اپنے ساتھ امام جوادؑ کو ہدیہ دینے کے لیے کچھ کھلونے لایا تھا جن میں سے ایک چاندی کا تھا۔ جب امام تمام افراد کے جواب دے چکے اور لوگ وہاں سے چلے گئے تو امام بھی تشریف لے جانے لگے۔ میں ان کے پیچھے پیچھے گیا۔ میں نے ان کے غلام موفق کو دیکھا اور اس سے کہا کہ امام سے میری ملاقات کے لیے اجازت لے دو۔ اجازت ملنے کے بعد میں امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیا۔ امام نے میرا جواب دیا۔ میں نے دیکھا کہ امام کے چہرے پر کراہت سی ہے، انہوں نے مجھے بیٹھنے کا حکم نہیں دیا۔ میں نے ان کے قریب جا کر کھلونے ان کے سامنے رکھ دے۔ امام نے غضب آلود نگاہوں سے مجھے دیکھا اور ان کھلونوں کو ادھر ادھر کر کے مجھ سے کہا:

مَا لِهٰذَا خَلَقَنِي اللهُ، مَا أَنَا وَ اللَّعِبُ؟!

خدا نے مجھے اس لیے خلق نہیں کیا، میرا کھیل کود سے کیا لینا دینا!

میں نے ان سے معذرت چاہی، امام نے مجھے بخش دیا اور میں ان کی بارگاہ سے رخصت لے کر باہر نکل آیا۔[1]

---

[1] مدینۃ المعاجز: ص ۵۲۷ باب ۳۹ [ج ۷، ص ۳۴۱]؛ دلائل الامامۃ: ص ۴۰۱]

یہ حدیث ہمیں بتاتی ہے کہ جب بغداد کے بزرگان خانہ خدا کی زیارت کا قصد رکھتے تھے تو امام اس وقت مدینے میں تھے اور جس سال امام رضاؑ کی شہادت واقع ہوئی تھی اسی سال یہ امام جوادؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے تا کہ امام کے علم و فضل سے واقف ہو سکیں جبکہ امام اس وقت فقط آٹھ سال کے تھے۔ (امام ۱۹۵ ہجری میں متولد ہوئے اور ان کے والد ۲۰۳ ہجری میں شہید ہوئے)

ساتھ ہی یہ حدیث ائمہ معصومین کی ایک صفت بھی بیان کرتی ہے کہ وہ اپنے تمام حالات میں خدا کی جانب کامل توجہ رکھتے ہیں، معارف اور خدا کی خلقت کے عجائبات میں تفکر و تامل سے کام لیتے ہیں اور لوگوں کو مکارم اخلاق سے آراستہ کرنے کے لیے ہمیشہ صحیح تعلیمات کے نشر کرنے کے درپے رہتے ہیں جن کے انہیں عطا کرنے میں خدا نے کسی دریغ سے کام نہیں لیا۔ ان کا وقت ہمیشہ تفکر، یاد خدا، عبادت اور لوگوں کو حق کی جانب دعوت دینے میں صرف ہوتا ہے۔ یہ اپنا قیمتی وقت کبھی بھی ایسے دنیاوی کاموں میں صرف نہیں کرتے جو توجہات کو (دنیا کی جانب) جذب کر دیتے ہیں۔ اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ تمام ائمہ ہدیٰ اس میں ایک دوسرے کے ساتھ برابر کے شریک ہیں، اس میں ان کی کم سنی یا کبر سنی کا کوئی فرق نہیں۔ ہم اس سے پہلے حضرت یحییٰ بن زکریا کا قول نقل کر چکے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ہم کھیل کود کے لیے خلق نہیں کیے گئے۔ اور ایسے ہی امام باقرؑ کا بچپن میں امام صادقؑ کو کہنا کہ میرے ماں باپ تجھ پر قربان تو کھیل کود اور لہو و لعب میں مشغول نہیں ہوتا۔ اس مقام پر صحیح نظر یہی ہے (جو پیش کر دی گئی ہے)۔ البتہ مغرض اور بد سیرت راویوں کا ہدف اس کے علاوہ اور

کچھ نہیں کہ ائمہ کی قدر و قیمت کو کم کر دیں، وہ فضیلت اور کرامت کے قالب میں خرافات کی ان سے نسبت دیتے ہیں تاکہ لوگوں کے دل اس جانب مائل ہوں لہٰذا وہ افراد جو ظاہر روایات کے مقابل سر تعظیم جھکا دیتے ہیں وہ انہیں ان میں پائے جانے والے تمام نواقص کے باوجود بھی قبول کر لیتے ہیں اور انہیں اپنے دل میں جگہ دیتے ہیں اور اس بات پر یقین کر لیتے ہیں کہ عام انسانوں کی طرح امام معصوم بھی بچپن اور جوانی میں سن و سال کے تقاضوں کے تابع ہوتے ہیں اور شہوت و کھیل کود میں مشغول رہتے ہیں۔ (نعوذ باللہ) ایسی فضیلت سازی جو معیار امامت کو حدیث میں پائے جانے والے اضافوں کے ساتھ سازگار نہیں دیکھتی وہ اس کے تمام اجزاء و کلمات کو تیر تنقی کا نشانہ بناتی ہے اور اسے بطلان کے کوڑے دان میں ڈال دیتی ہے۔ جبکہ وہ حقیقت مطلب سے غافل ہے۔ ان دونوں حالات میں، جو کرامات و فضائل ائمہ اطہارؑ کو بڑے انداز میں ظاہر کرنے کی مغرضانہ کوشش کرتا ہے وہ اپنے مقصود تک پہنچنے کے لیے مکر و فریب کی راہ کا انتخاب کرتا ہے۔

بڑے ہی تعجب کی بات ہے کہ مؤلفین اس دقیق مسئلے کی جانب متوجہ نہیں ہوئے اور یہ حدیث اپنی کتب میں نقل کرنے کے بعد انہوں نے اس کے بارے میں بحث بھی کی ہے۔ ویسے ہی جیسے بہت سے مخالف مؤلفین کی جانب سے کثیر تعداد میں نقل ہونے والی جعلی احادیث کی جانب بھی متوجہ نہیں ہوئے۔

باز اور مچھلی سے مربوط حدیث ایک اور انداز میں امام موسیٰ کاظمؑ اور ہارون الرشید کے بارے میں بھی نقل ہوئی ہے۔ ہم اسے یہاں عیناً بنا اس کی صحت و درستی کا

حکم لگائے نقل کر رہے ہیں:

ہارون رشید کے پاس ایک سفید رنگ کا باز تھا۔ ایک دن شکار کے وقت اس نے اسے اڑایا۔ باز اڑا اور نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ جب وہ واپس لوٹا تو اس کے پنجوں میں ایک چمکتا ہوا جانور تھا۔ ہارون نے اسے لیا لیکن سمجھ نہ سکا کہ وہ کون سا جانور ہے؟ اس نے فقہاء، حکماء، اطباء اور قاضیوں سے سوال کیا لیکن کوئی بھی اس کے بارے میں اطلاع نہیں رکھتا تھا۔ ابو یوسف نے ہارون سے کہا کہ امام کاظمؑ کو ان کے کچھ شیعوں کے ساتھ یہاں بلا بھیج اور اس بارے میں سوال کر۔ امام آئے۔ ہارون نے کہا: اے ابوالحسنؑ! میرا اشتیاق اس بات کا سبب بنا کہ تمہارے دیدار کا طالب ہوں۔ امام نے فرمایا: مجھے اپنے شوق سے معاف رکھ۔ خدا نے آسمان و زمین کے درمیان ایک سمندر خلق کیا ہے جس کا پانی ٹھنڈا اور میٹھا ہے، اس کا پانی موج در موج ہے اور وہ اپنے نگہبان پر طغیان نہیں کرتا۔ اگر اس میں سے ذرا سا بھی گر پڑے تو زمین کی تمام مخلوق ہلاک ہو جائے گی۔ اس میں مچھلی کی شکل کی مخلوقات رہتی ہیں جو بڑے چھوٹے دونوں جثوں کی ہوتی ہیں۔ ان کے سر میں انسان کے سر کی طرح دو آنکھیں، دو کان اور ایک ناک ہوتی ہے۔ نر کے چہرے پر سانپ کی طرح سیاہی ہوتی ہے اور مادہ کے سر پر خواتین کی طرح بال ہوتے ہیں۔ ان کا چہرہ مچھلی کی طرح ہوتا ہے اور ان کے اوپر مچھلی کی طرح چھلکے ہوتے ہیں، ان کا پیٹ بھی مچھلی کے مانند ہوتا ہے، ان کے پر انسان کے ہاتھوں پیروں جیسے ہیں، ان کے پیروں کو نور سے زینت دی گئی ہے جو بڑی تیزی سے چمکتے ہیں۔ ان کا کام خدا کی تسبیح و تقدیس و تحلیل و تکبیر کرنا ہے۔ جب بھی ان میں سے کوئی

ایک بھی خدا کی تسبیح و تقدیس میں کوتاہی کرتی ہے تو وہ سفید بازوں کا لقمہ بن جاتی ہے۔

لہذا اس باز سے اس کا رزق چھیننا تیرے لیے جائز نہیں۔

ہارون نے جب اس مچھلی نما چیز کی جانب دیکھا تو اسے ویسا ہی پایا جیسے امام نے بیان فرمایا تھا۔[1]

شب وفات مادر باب الحوائج ابی الفضل العباس، جناب ام البنین ۱۴ جمادی الثانی، ۱۴۴۰ ہجری، بمطابق ۱۸ فروری ۲۰۱۹، حرم اہلبیت وعش آل محمد ﷺ شہر مقدس قم میں اس کتاب کے ترجمے سے فراغت حاصل ہوئی۔ خدا اس حقیر سی کاوش کو اس گناہگار سے قبول فرما کر فقیر کے گناہوں کی بخشش کا سہارا قرار دے۔ آمین۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم، بحق محمد ﷺ و آله الطاهرین.

بندہ ثقلین؛ سید سبطین علی نقوی امروہوی

[1] مدینۃ المعاجز: ص ۳۲۸، باب ۱۲۲۔

فہرست

فہرست مطالب	صفحہ نمبر
حرف مترجم	6
سیرت امام علی بن موسیٰ الرضا المرتضیٰ علیہ السلام	9
مقدمہ مؤلف	10
ولادت امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام	13
محل و زمانِ ولادت	13
امام کی والدہ ماجدہ	13
امام کی والدہ گرامی کے فضائل	15
ولادت	16
نام، لقب اور کنیت	17
امام رضا کی امامت پر نص	19
معجزات امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام	25
پہلا معجزہ: وہ صاحب دولت و ثروت ہونے والا ہے!	25
دوسرا معجزہ: کیا پیراہن نہیں چاہیے؟	26
تیسرا معجزہ: یہ رہے تیرے سوالوں کے جواب	27
چوتھا معجزہ: جو رو رہا ہے وہ پہلے رخصت ہو گا	29
پانچواں معجزہ: قرض ادا ہوا	29
چھٹا معجزہ: کیا تجھے اگلے پانچ دن کی خبر دوں؟!	31

ساتویں معجزہ: تیرے یہاں بیٹا متولد ہوگا! 34

فضائل امام رضا علیہ السلام 37

اخلاق امام رضا علیہ السلام 42

امام کے اخلاق حسنہ پر دشمنوں کی گواہی 42

اقوال و نصائح 46

۱۔ ایمان کی نشانیاں 46

۲۔ بخش دینا 47

۳۔ پیمان شکنی 47

۴۔ ظلم 47

۵۔ خود پسندی 48

۶۔ حلال 48

۷۔ رزقِ قلیل 49

۸۔ بخیل، افسردہ، حاسد، جھوٹا 49

۹۔ بدگوئی 49

۱۰۔ پانچ خصلتیں 49

۱۱۔ خاموشی 50

۱۲۔ صلہ رحمی 51

۱۳۔ نفس کا محاسبہ 51

۱۴۔ مومن کا غصہ 52

۱۵۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کی ذریت کی جانب نگاہ کرنا 52

۱۶۔ توکل و تواضع کی سرحد 53

۱۷۔ ایام نظافت 53

۱۸۔ واجبات و ترک محرمات 53

۱۹۔ پردہ ستاریت 54

امام رضاؑ ہارون رشید کے دور حکومت میں 55

امام رضاؑ مامون کے دور حکومت میں 59

امام کا مدینے سے خراسان کا سفر منزل بہ منزل 61

شہر نباج 61

اہواز 62

نیشاپور 63

سرخس 68

مرو 69

امام رضاؑ کی ولی عہدی 85

ولی عہدی قبول کرنے کے سلسلے میں امام کی شرائط 87

پیمان ولی عہدی کا متن 88

مکتوب امام رضاؑ 92

امام کی مدح سرائی شعراء و خطباء کی زبانی 97

ولی عہدی قبول کرنے کی وجوہات 100

طلب باران 103

نماز عید فطر 105

شہادت امام رضا علیہ السلام 107
فضیلت شہادت 107
روایات شہادت امام رضاؑ 111
علت شہادت 114
واقعہ شہادت 115
مراسم تدفین 122
زہر سے شہادت 127
علماء کی کتب میں زہر سے شہادت کا واقع ہونا 129
علمائے تشیع 129
علمائے اہلسنت 131
ایک عجیب وغریب نظر کا اظہار 134
اولاد امام رضاؑ 139
اشعار مدحت ومرثیہ 140
شعر کہنے کے بارے میں روایات 140
فرزدق 143
کمیت 143
دعبل 144
سیرت امام محمد بن علی التقی الجواد علیہما السلام 153
ائمہ علیہم السلام کے امر کو زندہ کرنا اور اس کے معنی 154
انوار ائمہؑ کی خلقت 156

ولادت امام جواد علیہ السلام	164
کمسنی میں امام کے معجزات	169
القاب امام تقی الجواد علیہ السلام	171
اتمام حجت	173
نص امامت	185
دلائل امامت	194
چند نصیحتیں	225
امام کا ام الفضل سے عقد نکاح	249
خطبہ عقد	259
روایت ام جعفر	262
کلام محبت اہلبیتؑ کے بارے میں	265
عبدالرحمن بن حجاج کے گھر میں شیعوں کا اجتماع	266
ایام حج میں شیعوں کا امام کی خدمت میں حاضر ہونا	269
چند احادیث	276
مامون اور اس کے مغرضانہ اہداف	283
مخارق کی جسارت	287
معتصم کا امام جوادؑ کے ساتھ رویہ	290
ام الفضل نے قیامت ڈھادی	299
تاریخ شہادت	303
توضیح ایک روایت کی بابت	306

مترجم کی ترجمہ کردہ دیگر کتب جو ادارہ ہذا کی جانب سے شایع کی گئی ہیں

نام کتاب	مؤلف	
مختصر زیارت جامعہ کبیرہ	آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی	مطبوعہ
مجموعہ رسائل علامہ طباطبائی (۱)	علامہ محمد حسین طباطبائیؒ	مطبوعہ
مائۃ منقبۃ	ابن شاذان قمیؒ	مطبوعہ
عجائبات فاطمیؑ	آقائے سید محمد یزدی نجفی	مطبوعہ
غلو، حقیقت اور اس کی اقسام	آقائے سید کمال الحیدری	مطبوعہ
تجلیات ولایت (رسائل در فضائل امام علیؑ)	آقائے سید محمد یزدی نجفی	مطبوعہ
اصول تفسیر قرآن	آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی	مطبوعہ
علم درایۃ الحدیث	آقائے محمد حسن ربانی	مطبوعہ
الدرۃ الباھرۃ من الاصداف الطاھرۃ	شہید اولؒ	مطبوعہ
اصول الحدیث (علم الدرایہ)	آیت اللہ عبد الہادی فضلیؒ	زیر طبع
اثبات فضائل زہراؑ	سید ہاشم ہاشمی	زیر طبع
زیارت در نگاہ اہلسنت	آقائے محمد علی حسین زادہ	مطبوعہ
فقہ جعفری کا مختصر تعارف	آقائے سید محمد یزدی نجفی	زیر طبع
فرق و مذاہب اسلامی کا تعارف (کتاب ہذا)	آقائے رضا برنجکار	مطبوعہ
حقیقت معجزہ (خمسہ مجالس)	سید سبطین علی نقوی امروہوی	مطبوعہ
ولایت تکوینی معصومینؑ در نگاہ علمائے تشیع	سید سبطین علی نقوی امروہوی	زیر طبع
الزہراؑ (سیرت جناب سیدہ)	آیت اللہ عبد الرزاق مقرمؒ	زیر طبع
الانوار اللامعۃ فی شرح زیارۃ الجامعۃ	علامہ سید عبد اللہ شبر کاظمیؒ	مطبوعہ

ووالدوماولد (سیرت امام رضاؑ و امام جوادؑ)	آیت اللہ عبدالرزاق مقرمؒ	زیر طبع
علم الرجال کی چار اصلی کتب	آیت اللہ سید علی خامنہ ای	مطبوعہ
اصول علم الرجال	آیت اللہ عبدالہادی فضلیؒ	زیر ترجمہ
مجموعہ رسائل علامہ مرتضیٰ عسکریؒ (۱)	علامہ سید مرتضیٰ عسکریؒ	زیر ترجمہ
مظلومیت زہراءؑ (ترجمہ ماساۃ الزہراءؑ)	علامہ سید جعفر مرتضیٰ عاملی	زیر ترجمہ

یہ تمام کتب مندرجہ ذیل پتہ سے حاصل کی جاسکتی ہیں

تراب پبلشر لاہور

+92-345-8512972

افتخار بک ڈپو لاہور

+92-321-8406456

ترابی لائبریری انچولی کراچی

+92-341-2135807

امامیہ کتب خانہ حیدرآباد

+92-333-2672110

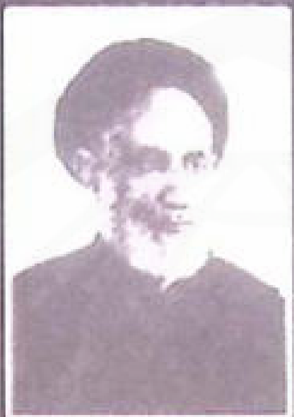

DOT Management Foundation
Sabil-e-Sakina (S.A) Online Islamic Digital Library
W: www.ziaraat.com
P: +92 (0) 333 2000 464 (KHI)
+92 (0) 321 4664 333 (LHR)
@: webmaster@ziaraat.com
f: fb.com/ziaraatdotcom.official
WhatsApp: +92 (0) 348 8640 778
Price: 380/-